دل کی دُنیا بدلنے والے حیرت انگیز پُراثر ہزاروں اقوال

اہلِ دل کے انمول اقوال

مع مختصر سوانح

برصغیر کے اکابر اہل اللہ کے اُن اقوال کا مجموعہ جو "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق ہیں اور دل کی اصلاح کیلئے نسخۂ اکسیر ہیں۔
دین ودنیا کے پیچیدہ مسائل کو چند لفظوں میں سلجھانے والے یہ وہ موتی ہیں جن کی چمک کے سامنے ہفت اقلیم کی دولت بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان

سیّد الطائفہ شیخ المشائخ
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ
قُطبُ الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حُجّۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
مُفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
اُستاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
مُفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت عارف ربانی حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت سید نفیس الحسینی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا محمد یعقوب مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ دل کے انمول اقوال

اہلِ دل کے انمول اقوال

مع مختصر سوانح

برصغیر کے اکابر اہل اللہ کے اُن اقوال کا مجموعہ جو "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق ہیں اور دل کی اصلاح کیلئے نسخہ اکسیر ہیں۔
دین و دنیا کے پیچیدہ مسائل کو چند لفظوں میں سلجھانے والے یہ وہ موتی ہیں جن کی چمک کے سامنے ہفت اقلیم کی دولت بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

جمع و ترتیب

محمد اسحٰق ملتانی

مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

اہلِ دل کے انمول اقوال

تاریخ اشاعت.....................ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

ناشر.......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت۔۔۔۔فیصل فدا پرنٹنگ پریس ملتان۔فون 061-4570046

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور | دارالاشاعت.......اُردو بازار...........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.......لاہور | ادارۃ الانور.........نیو ٹاؤن...........کراچی

مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور | مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہ‘ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مَنْ لاَ نَبِیَّ بَعْدَہ‘

امابعد! اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد وہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام کا مبارک سلسلہ شروع فرمایا‘ جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر ختم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کی رشد وہدایت کا مکمل و جامع نصاب کے ساتھ مبعوث ہوئے اور آپ کی بابرکت صحبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصلاح وکمال کے عروج تک پہنچے‘ جس کی شہادت قرآن کریم میں جابجا دی گئی ہے۔

خیرالقرون کا زمانہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ قیامت کی صبح تک کیلئے مینارہ نور ہے۔ یہ دور اپنی مبارک شخصیات اور بابرکت زمانہ کی وجہ سے ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یقیناً ایسے ہی دور کیلئے کہا گیا ہے ”اذا الناس ناس والزمان زمان“. تاریخ خودکودہراتی ہے اور یہ بات بالکل درست ہے جسے قرآن کریم نے تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ سے تعبیر فرمایا ہے۔ زمانہ نے کروٹ بدلی‘ تاریخ نے خود کو دہرایا‘ تاوقتیکہ 1857ء میں ایسی 313 قدسی شخصیات کا ظہور ہوا‘ جنہوں نے اپنے فضل وکمال سے خیرالقرون کی یادیں تازہ کردیں اور کفر وشرک‘ بدعات ورسومات اور مایوسی کے ماحول میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور پریشان حال انسانیت دین کی ٹھنڈی چھاؤں

میں عزم وہمت کے ساتھ بیدار ہوئی۔

1857ء کے زمانہ میں برصغیر کی زمین پر عہد ساز شخصیات آئیں اور تعلیم و تدریس، جہاد و تبلیغ اور خطبات و ملفوظات، تقریر و تحریر غرضیکہ ہر علمی و عملی میدان میں قوم کیلئے دینی رہنما ثابت ہوئیں۔ دارالعلوم دیوبند، نانوتہ، جھنجھانہ، کاندھلہ، رائے پور، گنگوہ، میرٹھ، مدراس، ندوہ، دہلی کراچی، لاہور اور ملتان جیسے مختلف مقامات پر ایسے اہل اللہ پیدا ہوئے جو صحیح معنوں میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم و فیضان کے وارث ثابت ہوئے۔

انسان کی ہدایت کیلئے جس طرح کتاب اللہ ناگزیر ہے اسی طرح رجال اللہ کے بغیر بھی اصلاح ناممکن ہے۔ کتاب اللہ کی حفاظت کا انتظام خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر دور میں ایسے رجال اللہ موجود رہیں گے جن کی بابرکت صحبت سے کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونا آسان ہوگا اور وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کو بسہولت اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستہ پر چلائیں گے۔

زیر نظر کتاب ایسے ہی مقبول اہل اللہ کے ان منتخب اقوال کا مجموعہ ہے جو دین و دنیا کے پیچیدہ مسائل و مراحل میں مینارہ نور بن کر سامنے آتے ہیں اور انسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان اقوال میں عصر حاضر کے ذوق و مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام اور ایمان و یقین پیدا کرنے کا وافر سامان موجود ہے۔

غیر منقسم ہندوستان کے 31 مشاہیر امت کے یہ اقوال ان کی بابرکت صحبت کا بدل ہیں، جن کا مطالعہ کرتے وقت ہم خود کو ان کے روبرو پائیں گے اور دوران مطالعہ ہر قاری کو یہ احساس ہوگا کہ یہ بات تو میرے دل کی

آواز ہے اور میری ہی اصلاح کیلئے مجھے مخاطب کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا میں مندرجہ اقوال موجودہ معاشرتی ظلمت اور شرور وفتن کے ماحول میں دین اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کیلئے عزم وہمت کا وہ سپرٹ ہے جو انسانی جسم میں روحانی قوت کا کام دیتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں جن مشاہیر علماء وصلحاء اہل دل کے اقوال جمع کئے گئے ہیں ان حضرات کی مختصر سوانح بھی دیدی گئی ہے۔ اکثر اکابر کے حالات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''پچاس مثالی شخصیات'' سے ماخوذ ہیں' جبکہ بعض حضرات کی سوانح دیگر اہل قلم کی تحریر فرمودہ ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اور علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے اقوال جو اس کتاب میں دیئے گئے ہیں' ان میں سے اکثر کا تعلق مدارس دینیہ سے ہے۔ ان اقوال کا مطالعہ ارباب مدارس کے علاوہ عوام الناس کیلئے بھی سرمہ بصیرت ہے۔

لاریب اپنی اصلاح اور استفادہ کی نیت سے ان مشاہیر کے اقوال کا مطالعہ نہ صرف آخرت سنوارے گا' بلکہ دنیا کو بھی خوشحال وخوشگوار بنادے گا۔ اس لئے کہ ایک مسلمان کی دنیا بھی دین پر عمل کی برکت سے سنورتی ہے اور خیر القرون کے سنہری ادوار اور اہل دل کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس جدید کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہمیں اسلاف کی مبارک تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے اپنی اصلاح کی توفیق سے نوازیں آمین۔

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۴ فروری ۲۰۱۱ء

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

خبردار!

اللہ کی یاد سے ہی دِلوں کو سکون ملتا ہے

پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت نمبر ۲۸

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم
صلِّ علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ
كما صلّيتَ علىٰ ابراهيمَ وعلىٰ آلِ ابراهيمَ
إنّكَ حميدٌ مجيدٌ

اللهم
بارِكْ علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ
كما باركتَ علىٰ ابراهيمَ وعلىٰ آلِ ابراهيمَ
إنّكَ حميدٌ مجيدٌ

مختصر سوانح

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

انیسویں صدی عیسوی میں ملک وملت جن ممتاز ترین اور عظیم المرتبت شخصیتوں پر فخر کر سکتی ہے ان ہی میں سے ایک مایہ ناز اور عہد آفریں شخصیت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی قومی زندگی کا نہایت پُر آشوب دور تھا' چھ سو سال کی حکومت پر انگریز رفتہ رفتہ قابض ہوتے جارہے تھے۔ اس میں بہادری وجاں بازی کا دخل کم اور فریب کاری وجعل سازی کا دخل زیادہ تھا۔

حضرت شیخ المشائخ نے ان حالات سے متاثر ہو کر روحانیت اور سیاست کے امتزاج سے ایک ایسی جماعت قائم کی جو ایک طرف بزم علم وعرفاں اور رشد و ہدایت کی دوسری طرف جنگ و پیکار اور میدان سیاست کی شہسوار تھی۔ گزشتہ پوری ایک صدی میں اس جماعت نے اپنے علم وعمل اور اصلاح وہدایت کے ساتھ ساتھ ۱۸۵۷ء کے معرکہ جہاد شاملی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک حصول آزادی کیلئے ملک وملت کی جو زبردست خدمات انجام دیں اور سیاسی غلامی کی فضا میں ذہنی آزادی کو جس طرح برقرار رکھنے کی کامیاب جدوجہد کی ہندوستان کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

مرض وفات میں استغراق کے ساتھ ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کروٹ تک بدلنا دشوار تھا۔ اشتہاء بالکل جاتی رہی تھی۔ آخر ۱۳ جمادی الآخریٰ ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء کو چہارشنبہ کے دن فجر کی اذان کے وقت چوراسی سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا' جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (سوانح دیوبند)

سید الطائفہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

کے انمول اقوال (بیان فرمودہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

حکمت وفراست

حضرتؒ نے ایک صاحب کے مشورہ لینے پر زمین وقف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک کام سے روک دیا مگر بڑی ہی حکیمانہ بات فرمائی کہ وقف کر کے کورے رہ جاؤ گے اور اس کے بعد جو پریشانی ہوگی نہ معلوم اس کو برداشت کرسکو گے یا نہیں۔

الجھنے والوں کا جواب

حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ کسی سے الجھنا نہیں۔ اگر کوئی تم سے خود الجھے تو وہ کرنا جو ایک نائی نے کیا تھا وہ قصہ یہ ہے کہ ایک نائی سے کسی شخص نے خط بنوایا۔ اس نے کہا میرے سفید سفید بال چن دو۔ اس نے ایک طرف سے استرا پھیرا اور بال سامنے رکھ دیئے اور یہ کہہ کر چل دیا کہ مجھ کو تو بہت کام ہیں۔ چننے کی فرصت نہیں آپ کے سامنے سب رکھ دیئے ہیں آپ خود چن لیں۔ فرمایا کہ کوئی الجھے تو سب رطب و یابس اس کے سامنے رکھ کر الگ ہو جاؤ۔ اور کام میں لگو۔ واقعی حضرت حکیم تھے۔ کیسی عجیب بات فرمائی اب جب اپنے پر گزرتی ہے۔ تب حضرت کے ارشاد کی قلب میں قدر ہوتی ہے کہ چند الفاظ میں کتنی بڑی بات فرما گئے۔ بات یہ ہے کہ اس قیل وقال اور ردوکد میں نفسانیت ضرور آ جاتی ہے۔ ایک تو باطل کا رد ہوتا ہے۔ نیک نیتی سے اور حدود کے اندر یہ تو مامور بہ ہے۔ اور ایک ہوتا ہے محض جدال بدنیتی سے یہ مامور بہ نہیں۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔

صاف گوئی

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو کچھ میرے پاس ہے۔ دوستوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ اگر کسی کو اس سے زائد کی ضرورت اور طلب ہو تو کہیں اور سے حاصل کر لیا جاوے۔ میں اپنا بندہ نہیں بناتا ہوں۔ خدا کا بندہ بناتا ہوں۔ اگر کوئی چیز یہاں سے حاصل نہ ہو کہیں اور سے سہی کام ہونا چاہیئے۔

شفقت

حضرت کے زمانے میں جب سب حضرات یہاں حاضر ہوتے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب جو ذرا نازک تھے جب شب میں اٹھتے تو حضرت فرماتے کہ ابھی نہیں لیٹے رہو۔ جب وقت ہوگا۔ ہم خود جگا دیں گے۔ یہ شفقت ہے شیخ کی۔ مطلب یہ تھا کہ کام وہ کرنا چاہیئے جس میں مداومت ہو سکے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طریق میں رہبر کامل کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

وساوس کا علاج

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر وساوس کا ہجوم ہو اور کسی طرح بند ہی نہ ہوں تو اس وقت یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے۔ کہ دل میں کیسی کیسی چیزیں پیدا فرما دی ہیں۔ کہ دریا کی طرح امنڈ رہی ہیں اور روکے نہیں رکتیں۔ بس اس مراقبہ سے وہ سب وساوس مراۃ جمال الٰہی ہو جائیں گے۔ واقعی عجیب بات فرمائی کہ آلہ بعد کو آلہ قرب بنا دیا۔ واقعی حضرت اس فن کے امام تھے اور عجیب یہ کہ درسیات کی بھی تحصیل نہ فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ناخواندہ ہوں۔ اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں یہ واردات ہیں۔ اگر یہ کتاب وسنت کے خلاف ہوں۔ تو عمل نہ کرنا اور مجھ کو بھی اطلاع کر دینا۔ تا کہ میں بھی توبہ کر لوں گا۔ اور اگر اطلاع نہ کرو گے تو تمام بوجھ تم پر ہوگا۔ اور میں بری رہوں گا۔

مقبولیت کی علامت

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کسی نیک عمل کر لینے کے بعد پھر جب کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرمالیا گیا۔ تب ہی تو پھر عمل کی توفیق نصیب ہوئی۔ ورنہ مطرود مخذول ہوتا۔ حضرت اپنے فن کے امام تھے۔ مجتہد تھے۔ مجدد تھے، عجیب وغریب تحقیقات ہوتی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل کرتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ بھائی ذکر میں مشغول ہو اللہ اللہ کرنے کی توفیق دیدی گئی یہ کیا تھوڑا نفع ہے۔

کمال کی دلیل

حضرت کا با کمال ہونا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کا تعلق عقیدت حضرت سے تھا اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہونا تو اس درجہ کا حجت نہیں اس لئے کہ وہ تو خود ہی اخلاق میں اور عشق میں مغلوب تھے البتہ حضرت مولانا گنگوہی میں ایک خاص انتظامی شان تھی جیسے انبیاء علیہم السلام کے ورثہ میں ہونا چاہئے وہی شان تھی حضرت گنگوہیؒ کی جس کا اثر تھا لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔ حق کے اظہار میں ذرہ برابر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اگر حضرت حاجی صاحب میں ذرا بھی کمی ہوتی تو مولانا علی الاعلان تعلق قطع فرمادیتے۔

بے نفسی

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر اپنے تعلق والے پر رحمت ہوگئی تو ہم بھی اسکے ساتھ ہو جائیں گے۔ واقعی یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں۔

دوستوں سے باتیں

یہ حضرت کا ہی مذاق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ خلوص ہو اور نیت اچھی ہو۔

دُعا

ایک شخص نے بمبئی میں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ میں حج کر آؤں فرمایا کہ جس روز جہاز جانے کو ہو۔ اس روز تمام دن کے لئے مجھ کو تم اپنے اوپر پورا اختیار دے دینا۔ عرض کیا کیا ہوگا فرمایا یہ ہوگا کہ ٹکٹ خرید کر تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں سوار کرادوں گا۔ پھر میں دعا کروں گا۔ وہ جہاز تم کو لے کر جدہ پہنچے گا اور پھر وہاں سے مکہ ضرور جاؤ گے۔ اس طرح حج ہو جائے گا اور بدوں اس کے میں تو ساری عمر دعا کرتا رہوں گا۔ اور تم ساری عمر تجارت کرتے رہو گے۔ بس ہو چکا حج۔

دنیا سے بچنے کی ضرورت

حضرت نے دنیا کی عجیب مثال دی۔ کہ دنیا سانپ ہے تو اس کو وہ پکڑے جو منتر جانتا ہو۔ صحابہ اس کا منتر جانتے تھے اس لئے وہ ان کو مضر نہیں ہوئی۔ اور ہم منتر جانتے نہیں۔ اس لئے ہم کو اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ کہ کہیں ڈس نہ لے۔ اس دارالامتحان اور دارالحزن میں بہت ہوشیار ہو کر رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ذرا غفلت ہوئی اور اس نے اپنا وار کیا۔ اس لئے ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے۔ ڈرتا رہے اور دین کے کام میں لگا رہے اور عمر بھر اسی مجاہدہ میں رہے۔ کیونکہ یہ وہ راہ ہے کہ اس سے تمام عمر بھی فراغ کی امید کرنا بڑی بے عقلی ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں ۔

اندر ایں راہ می تراش و می خراش   تا دم آخر دمے فارغ مباش

کام میں لگنے کا نسخہ

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر ریا سے بھی کوئی عمل کرتا ہو تو اس کو کرتا رہے۔ اور ترک نہ کرے کیونکہ اول اول ریا ہوگی پھر عادت ہو جائے گی۔ اور عادت سے عبادت ہو جائے گی کیسی حکیمانہ تحقیق ہے۔ کہ مایوسی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ سو بعض اوقات شیطان ریا کا

اندیشہ دلا کر ساری عمر کے لئے عمل سے روک دیتا ہے۔ جو بڑا خسارہ ہے۔ پس عمل کرو۔ چھوڑو مت، اخلاص کے فکر میں بھی اتنا غلو نہ چاہئے۔ کام میں لگے رہو۔ اگر کوتاہی مظنون یا متحمل ہو۔ تو استغفار سے اس کا تدارک کر لو۔ غرض یہ کہ کام میں لگو۔

غلبۂ حضوری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت کی غلبہ حضور کی یہ کیفیت تھی اور یہ حضرت کے ایک خادم خاص کہتے تھے کہ میں نے حضرت کو پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ حضرت کیا آرام ملتا ہوگا فرمایا کہ ارے باؤلے کوئی محبوب کے سامنے پاؤں پھیلایا کرتا ہے اور حضرت سیاہ نری اور کم بخت کا جوتا نہ پہنتے تھے خادم کے پوچھنے پر فرمایا کہ ارے باؤلے میں نے جب سے خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ دیکھا ہے اور روضہ مبارک پر سبز غلاف دیکھا ہے اس رنگ کو پاؤں میں ڈالنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔

چغلخور کو جواب

ہمارے حضرت سے اسی طرح ایک شخص نے کسی مخالف کا قول نقل کیا کہ حضرت فلاں شخص آپ کی نسبت یہ کہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شخص بہت اچھا ہے کہ اس نے اتنا تو لحاظ کیا۔ کہ منہ پر نہیں کہا اور تو اس قدر بد لحاظ نکلا کہ منہ پر کہہ رہا ہے۔ تو اس وقت وہ شخص مارے ندامت اور شرمندگی کے پانی پانی ہو گیا۔ اور اسکو پھر کبھی چغل خوری کی ہمت نہیں ہوئی۔ کیونکہ حوصلہ پست ہو گیا۔

حفاظت دین

ایک بار جبکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں (مکہ معظّمہ میں) حاضر تھے تو حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا حضرت نے مولانا سے پوچھا مولوی صاحب چلو گے مولانا نے فرمایا نا

حضرت میں نہیں جاتا کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کیا کرتا ہوں تو اگر میں یہاں شریک ہوگیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے کہ وہاں بھلے شریک ہوگئے تھے حضرت حاجی صاحب نے بجائے برا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب اور معظم ہوگا مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری تھی اسلئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اسی کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے کیونکہ سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہئے اس میں فرق آئے۔

اتفاق کی جڑ

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اتفاق کی جڑ تواضع ہے اگر ہر شخص دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھنے لگے تو پھر نا اتفاقی کی نوبت ہی نہ آوے کیونکہ نا اتفاقی اسی سے تو پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے افضل سمجھتا ہے اور اس سے اپنے کو بڑھانا چاہتا ہے سبحان اللہ کیا حقیقت ظاہر فرمائی ہے۔

درویش کی پہچان

حضرتؒ نے فرمایا کہ جس درویش پر دنیا داروں کا ہجوم دیکھو وہ درویش نہیں بلکہ دنیا دار ہے کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس۔

اخلاق کی اصلاح

حضرت نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب تک اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی اس وقت تک انسان میں وصول حق کی استعداد نہیں پیدا ہوتی نیز آداب معاشرت میں کمی کرنا حقوق اللہ کو بھی ضائع کرنا ہے کیونکہ ان کا امر بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے۔

صلاحیتوں کا استعمال

حضرتؒ فرماتے تھے کہ ملکات سب محمود ہیں جب کہ اپنے محل میں ہوں خواہ بظاہر رذیلہ ہی ہوں تو جب یہ سب محمود ہیں تو ملکات رذیلہ کا ازالہ ضروری نہیں بلکہ انکا امالہ کافی ہے حتیٰ کہ بخل غصہ وغیرہ ان کے افعال مقتضیہ کو ذم سے موصوف کر سکتے ہیں باقی خود ملکہ بخل وغضب وغیرہ محمود ہیں جب اپنے صحیح مصرف میں استعمال ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ریل کے انجن کی اسٹیم کی کہ اگر انجن الٹا چلے تو نقصان دیتا ہے اور اگر چلانے والا کامل ہو تو اسکو بجائے ٹھنڈا کرنے کے سیدھا کر کے اسٹیم سے کام لے گا۔ اسی طرح اخلاق میں بھی اگر بجائے ازالہ کے امالہ کرے تو وہی اسٹیم بہت مفید ثابت ہو گا بس وہی غضب وبخل وغیرہ اگر اطاعت میں صرف ہوں تو محمود ہیں ورنہ مذموم چنانچہ جہاد میں قوت غضبیہ ہی بڑی معین ہے اگر سب لوگ اس کا ازالہ کر دیں تو جہاد کیسے ہو۔ (ماخوذ از الافاضات الیومیہ)

مختصر سوانح

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

حضرت ممدوح کی ولادت ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء) میں اور وفات ۱۲۹۷ھ (۱۸۷۹ء) میں ہوئی۔ اس ۴۹ سال کی قلیل مدت میں آپ نے اسلامی اور قومی خدمت کے سلسلہ میں جو عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ صدیوں کی وسعت کے تھے جنہیں ہندوستان ہی نہیں پوری اسلامی دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

۱۸۵۷ء میں آپ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہؒ کی قیادت میں ہندوستان سے غیر ملکیوں کا قبضہ اٹھانے کے لئے جنگ لڑی۔ لیکن جنگ میں شکست ہوگئی اور ملک پر انگریزوں کا اقتدار قائم ہوگیا۔ اس سے تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے اور ان میں احساس کمتری کے ساتھ ایک عام مایوسی پھیل گئی۔ ادھر مشینریوں نے عیسائی اقتدار کے زیر سایہ صاف صاف یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ انگریزوں کے لئے یہ ملک (ہندوستان) عیسیٰ مسیح کا عطیہ اور امانت ہے۔ اس لئے اسی میں مسیحی مذہب ہی کی اشاعت اور ترویج ہمارا نصب العین اور ساتھ ہی کھلے بندوں ہندوستان کے تمام مذاہب اور خصوصیت سے اسلام پر اعتراضات اور اتہامات کی بوچھاڑ بھی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں باشندے مایوسی میں مبتلا ہو کر اور بالخصوص مسلمان اس ابھرتی ہوئی مغربی تہذیب و تعلیم الحاد دہریت کی زد میں بہنے لگے اور صاف نظر آنے لگا کہ اگر یہی دلیل و نہار رہے تو وہ دن دور نہیں کہ آئندہ نسلیں خواہ وہ کسی بھی قوم کی ہوں خواہ اپنے اخلاقی نظام اور تہذیب و کلچر سے بیگانہ محض ہو کر رہ جائیں گی۔

حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے دارالعلوم دیوبند کو ایسے اصولوں پر قائم فرمایا جن کے تحت روز اول سے یہ درسگاہ ایک عوامی ادارہ کی پوزیشن میں نمایاں ہوئی۔ چنانچہ حضرت والا نے اس سلسلہ میں آٹھ اصول اپنے دست مبارک سے لکھے جو دارالعلوم کے تاریخی ریکارڈ میں آج بھی محفوظ ہیں۔ اور آج تک ہر دور میں بانی دارالعلوم کے ان الہامی اور اساسی رہنما

اصولوں کی پوری حفاظت ورعایت کی جاتی رہی ہے۔ یہ اصول درحقیقت دارالعلوم دیوبند کی معنوی بنیادیں ہیں جن پر اس کی ظاہری اور باطنی تعمیر کھڑی ہوئی۔ اور نہ صرف دارالعلوم کی بلکہ ان تمام مدارس ہند کی بھی اساس ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے رنگ پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور ان کے متوسلین نے قائم فرمائے۔ چنانچہ ان اصول ہشتگانہ پر حضرت اقدس نے سرخی بھی یہی قائم فرمائی کہ ''وہ اصول جن پر مدارس ہند مبنی معلوم ہوتے ہیں۔''

آخرکار یہی روح ان کے تربیت یافتوں میں بھی راسخ ہوئی اور ان کے بعد ان کے شاگرد رشید حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اس قاسمی فکر کے امین بنے اور ان کے بعد حضرت کے خلف الرشید حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ اس کے علمی امین بنے اور ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے حضرت شیخ نے ریشمی رومال کی تحریک اٹھائی اور پانچ برس مالٹا میں انگریز کی قیدوبند کی صعوبتیں جھیلیں۔ ان کے بعد ان کے ہزارہا شاگردوں میں بھی رنگ جوہر نمایاں ہوتا رہا۔ جن میں خصوصیت سے قابل ذکر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا محمد میاں عرف مولانا منصور انصاری وغیرہم تھے جنہوں نے بالآخر ہندوستان کو آزاد کرایا اور انجام کاران بزرگوں کا وحدت عالم اسلام کا خواب اب تعبیر کے قریب ہوتا جارہا ہے۔ آخر عمر میں آپ نے بطورخاص اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں یورپ پہنچ کر بتلاؤں کہ حکمت وہ نہیں ہے جسے تم غلط فہمی سے حکمت سمجھ رہے ہو۔ بلکہ حکمت وہ ہے جس سے دنیا وعقبیٰ دونوں کے انکشافات تم پر عیاں ہوسکتے ہیں۔ مباحثہ شاہ جہاں پور کا واقعہ وہ تاریخی موڑ ہے کہ اس میں حضرت نے ہندو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی انگریزی سیاست کا رخ انگریزوں کی طرف موڑ دیا۔ جس کا اعتراف اس دور کے ہندو زعماء نے یہ کہہ کر کیا کہ یہ مولوی ہے جس نے ہندوستان کی لاج رکھ لی۔ یہ روشن حقائق اس عظیم حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی شخصیت ایک عالمی اور تاریخ ساز شخصیت تھی اور ان کے شیخ ومرشد حضرت حاجی امداداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ''کئی صدی کے بعد اللہ نے مولانا محمد قاسم صاحب جیسی شخصیت پیدا فرمائی ہے۔ اس کی عظمت واہمیت کے باب میں بلاخوف تردید حرف آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ (پچاس مثالی شخصیات)

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال (بیان فرمودہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اولیاء کی خوش پوشاکی

حضرتؒ کے پاس ایک گاؤں کا شخص ایک ٹوپی لایا جس پر گوٹ تو سرخ قند کی تھی۔ اور باریک باریک گوٹے کی دھاری سلی ہوئی تھی آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر وہ ٹوپی اوڑھ لی اور جب وہ چلا گیا تب کسی بچہ کو دے دی اور فرمایا یہ خوش ہوگا کہ میری ٹوپی اوڑھ لی تو یہ حضرات اپنے ہی دل کو خوش کرنے کو نہیں پہنتے بلکہ کبھی دوسروں کے دل خوش کرنے کو بھی پہنتے ہیں۔ پس ان حضرات کی خوش پوشاکی اور خوش لباسی صرف اپنے ہی حظ کے لئے نہیں ہوتی بلکہ حکمتیں ہوتی ہیں۔

امراء اور درویشوں کا فرق

اس پر حضرتؒ کا فرمانا یاد آ گیا کہ دنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور ان کو ذلت کے ساتھ مگر اس استغنا کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کہ یہ بھی برا ہے۔

علی گڑھ کالج پر تبصرہ

جس وقت سرسید نے اس علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے اپنے ایک خاص

معتمد کو گنگوہ بھیجا اس لئے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے مولانا کو یہ پیغام پہنچائے کہ میں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود وترقی کے لئے ایک کالج کی بنیاد ڈالی ہے کیونکہ دوسری قومیں ترقی کر کے بہت آگے پہنچ چکی ہیں مگر مسلمان پستی کی طرف جارہے ہیں اگر آپ حضرات نے اس میں میرا ہاتھ بٹایا تو میں بہت جلد اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہے غرضیکہ وہ سفیر گنگوہ آئے۔ اور حضرت مولانا کے پاس حاضر ہو کر بعد سلام مسنون کے سرسید کا پیام عرض کیا حضرت مولانا نے سرسید کا پیام سن کر فرمایا کہ بھائی ہم تو آج تک مسلمانوں کی فلاح بہبود اور ترقی کا زینہ اللہ اور رسول کی اتباع ہی میں سمجھتے ہیں مگر آج معلوم ہوا کہ ان کی فلاح و بہبود وترقی کا زینہ اور بھی کوئی ہے تو اسکے متعلق یہ ہے کہ میری ساری عمر قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری ہے اس لئے مجھے ان چیزوں سے زیادہ مناسبت نہیں اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ وہ ان باتوں میں مبصر ہیں ان سے ملو وہ جو فرمائیں گے اس میں ہم ان کی تقلید کریں گے کیونکہ ہم تو مقلد ہیں تو یہ مصاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے ملے اور سرسید کا پیام دیا اور حضرت مولانا گنگوہی سے جو گفتگو ہوئی تھی اور اس پر حضرت مولانا نے جو جواب دیا تھا سب حضرت مولانا محمد قاسم کو سنا دیا گیا حضرت مولانا نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا کہ بات یہ ہے کہ کام کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ نیت تو ان کی اچھی ہوتی ہے مگر عقل نہیں دوسرے وہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل اور سرسید کے متعلق ہم یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ نیت اچھی نہیں مگر یہ ضرور کہیں گے کہ عقل نہیں اس لئے کہ جس زینہ سے مسلمانوں کو وہ معراج ترقی پر لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کا سبب سمجھتے ہیں یہ ہی مسلمانوں کی پستی کا سبب اور تنزلی کا باعث ہوگا اس پر ان مصاحب نے عرض کیا کہ جس چیز کی کمی کی شکایت حضرت نے سرسید کے اندر فرمائی ہے اسی کو پورا کرنے کے لئے تو آپ حضرات کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ تکمیل ہو کر مقصود انجام کو پہنچ جائے یہ ایسی بات تھی کہ سوائے عارف کے دوسرا

جواب نہیں دے سکتا تھا حضرت مولانا نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ جس چیز کی بناڈالی جاتی ہے بانی کے خیالات کے آثار اس بناء میں ضرور ظاہر ہوں گے اور اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک تلخ درخت کی پود قائم کر کے ایک مٹکے میں شربت بھر کر اور ایک ولی کو وہاں بٹھلا کر ان سے عرض کیا جائے کہ اس شربت کو اس درخت کی جڑ میں سینچا کرو۔ سو جس وقت وہ درخت پھول پھل لائے گا سب تلخ ہوں گے واقعی ہی عجیب بات فرمائی میں نے اس تحریک کے زمانہ میں ایک موقعہ پر کہا تھا کہ جس کو تم اب پچاس برس کے بعد سمجھے ہو کہ علی گڑھ کالج کی وجہ سے انگریزیت اور دہریت اور نیچریت پھیلی ہے اور لوگوں کے دین و ایمان برباد ہوئے اس کو ایک مبصر پچاس برس پہلے کر چکے تھے۔

سادگی

ان حضرات میں تو نفس کا شائبہ بھی نہ تھا بلکہ نہایت سادگی اور بے نفسی تھی چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی ایک لوہار نے دعوت کی مگر اتفاق سے کھانے کے وقت تک زور کی بارش ہوتی رہی اور وہ سمجھا کہ ایسے میں کیا تشریف لائیں گے اس لئے نہ کھانا پکایا اور نہ بلانے آیا تو مولانا شام کو خود ہی کمبل اوڑھ کر اس کے مکان پر پہنچ گئے۔ وہ بڑا شرمندہ ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بارش کی وجہ سے کچھ سامان بھی نہیں کیا۔ فرمایا آخر گھر کے لئے کچھ تو پکایا ہوگا۔ چنانچہ گھر کے لئے ساگ روٹی تھی وہی بیٹھ کر کھالیا۔ غرضیکہ ان حضرات کی کوئی بات امتیازی نہ ہوتی تھی اور یہ سب اتباع سنت کی برکت اور اسی کا غلبہ تھا۔

اسلام کیسے پھیلا

مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا خوب جواب فرمایا کہ شمشیر خود تو چلا نہیں کرتی کوئی چلاتا ہے جبھی تو چلتی ہے تو ان چلانے والوں میں سے کس نے شمشیر چلائی تھی بس معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور ہی چیز تھی

کہ جس نے شمشیر زنوں کو جمع کر دیا اور وہ چیز آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبوبیت ہے جس کا دوسرا نام حسن خلق ہے اور یہ تو انسانوں کا ذکر تھا مگر آپ کی شان محبوبیت تو ایسی ہے کہ حجۃ الوداع میں جب حضور نے اونٹ قربان کیا تو ہر اونٹ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ حضور پہلے مجھے ذبح کریں تو ان جانوروں پر کونسی تلوار کا اثر تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ سب کچھ کیا تھا محض حضور کا عشق تھا اور جس کے دل میں عشق ہوگا وہ تو محبوب کے سامنے گردن جھکا کر یہی کہے گا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

نصیحت کی حکمت عملی

حضرت کا قصہ سنئے کہ ایک خان صاحب آپ کے معتقد تھے اور بچپن کے دوست بھی تھے حتیٰ کہ جمعہ کو ایک ہی جگہ غسل کر کے کپڑے بدلتے تھے مگر بظاہر وضع خلاف شریعت تھی ایک روز حضرت مولانا نے خان صاحب سے کہا کہ خان صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہماری تمہاری پرانی دوستی ہے اس لئے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم اس وضع میں رہو اور میں اس وضع میں اس لئے جب آج نہانے آؤ تو اپنے دو جوڑے لے کر آنا ایک اپنے لئے اور ایک ہمارے لئے کیونکہ میں بھی آج تمہارے جیسی وضع اختیار کروں گا تو خان صاحب مارے شرمندگی کے پانی پانی ہو گئے اور اسی روز سے شرعی لباس پہن لیا تو ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کرے گا تو اس میں بھی تکبر ہوگا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر برا ہوگا اس لئے مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب میں اس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اس لئے اس کی سختی بھی گوارا کر لی جاتی ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل ملفوظات الافاضات الیومیہ حصہ ششم سے ماخوذ ہیں۔

اہتمام فکر

اب رہا یہ سوال کہ ایسی باتوں پر نظر کیونکر پہنچتی ہے سو اس کا حقیقی سبب تو فضل ہے مگر ظاہری سبب اہتمام اور فکر اور ہر وقت اس میں ڈوبا رہنا ہے چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو علوم موہوب ہوئے اس میں اسی اہتمام کو خاص دخل ہے خود فرماتے تھے کہ جب میں حدیث پڑھتا تھا کوئی تو لغات دیکھتا کوئی ترکیب وصفی نحوی وصرفی دیکھتا کوئی سند ہی دیکھتا مگر میں زیادہ تر اس پر غور کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشا کیا ہے اور اس سے ناشی کیا ہے تو اس غور وفکر کی یہ برکت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علوم خاصہ موہوب فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پس جب بندہ کی طرف سے تقویت ایمان اور کوشش ہوتی ہے تو اس کی صحیح راستوں کی طرف رہبری کی جاتی ہے۔

متقین کا مفہوم

فرمایا کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ قرآن کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سو متقین تو پہلے ہی سے ہدایت پر ہیں تو یہ تحصیل حاصل ہوا اس کے جواب مختلف حضرات نے مختلف دیئے ہیں چنانچہ ایک جواب صاحب جلالین نے دیا ہے کہ مراد متقین سے صائرالی التقویٰ ہیں مگر مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک دوسرا جواب دیا کہ یہاں تقویٰ سے مراد اس کے اصطلاحی معنی نہیں۔ بلکہ لغوی معنے ہیں یعنی خوف اور کھٹک تو آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ جن لوگوں کے قلب میں کھٹک ہے اور فکر ہے اور قصد ہے اپنی اصلاح کا ان کو قرآن ہدایت کرتا ہے باقی جو شخص اپنی اصلاح کا قصد ہی نہ کرے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے اور قرآن کا اس میں کیا نقص ہے تو مولانا محمد

قاسم صاحب کا جب یہ جواب میں نے سنا تو فوراً اس جواب کی ایک تائید قرآن سے میری سمجھ میں آئی وہ یہ کہ سورہ والیل میں ارشاد ہے فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اس کے بعد ارشاد ہے وَاَمَّا مَنْ م بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی یہاں صفت تقابل کا استعمال کیا گیا ہے چنانچہ پہلی آیت میں اعطاء کا ذکر ہے تو دوسری آیت میں اس کے مقابل میں لفظ بخل کا استعمال کیا گیا ہے اور اعطاء اور بخل میں تقابل ظاہر ہے اسی طرح پہلی آیت میں کذب ہے تو دوسری میں صدق ہے اور صدق اور کذب میں بھی تقابل موجود ہے بس اسی طرح پہلی آیت میں استغناء ہے تو دوسری میں اس کے مقابل کوئی مفہوم ہونا چاہئے اور وہ واتقی ہے پس اس تقابل کی وجہ سے یہاں تقویٰ کے وہ معنی مراد ہوں گے جو استغنی کے مقابل ہوں پس استغنا کے معنی ہیں بے فکری کے تو یہاں تقویٰ کے معنی ہوں گے فکر اور کھٹک ورنہ فصاحت کے خلاف ہوگا پس معلوم ہوا کہ متقین کے وہ معنی جو مولانا محمد قاسم صاحب نے بیان فرمائے وہ قرآن سے ثابت ہیں اب میں ان لوگوں سے جو محض ترجمہ کے مطالعہ سے قرآن کو حل کرنا چاہتے ہیں دریافت کرتا ہوں کے کیا وہ اس اشکال کا جواب محض ترجمہ سے حل کر سکتے تھے۔ (ماخوذ از الافاضات الیومیہ)

مختصر سوانح

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل ان علمائے ربانیین نے ڈالی تھی جو سراپا خلوص وللّٰہیت تھے۔ ان کا دل ودماغ ملت اسلامیہ کے شاندار مستقبل کے لئے بے چین تھا۔ انہوں نے اپنے کو اشاعت دین اور ترویج علوم دینیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ رب العالمین نے دارالعلوم اور اس کی خدمت کو مقبولیت عطا فرمائی اور اس نے ملک اور بیرون ملک کی دینی علمی، اخلاقی اور اصلاحی جو خدمات عظیمہ انجام دی ہیں وہ کبھی بھلائی نہیں جا سکتی ہیں۔ یہاں سے ہزاروں علماء اور صوفیاء پیدا ہوئے جن میں بہترین محدثین، فقہاء، مصنفین اور مبلغین کا جم غفیر بھی ہے۔ اور رشد و ہدایت اور تزکیہ باطن کرنے والوں کی ایک لمبی جماعت بھی ہے بلکہ ان میں وہ لوگ بھی بڑی تعداد میں ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی اور یہاں کے باشندوں کی اصلاح کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں۔

''۱۸۵۷ء میں خانقاہ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صف آراء ہو گئے اور اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ شاملی کے معرکہ جہاد میں شامل ہو کر خوب داد وشجاعت دی۔ جب میدان جنگ میں حضرت حافظ ضامن شہید ہو کر گرے تو آپ ان کی نعش اٹھا کر قریب کی مسجد میں لے گئے اور پاس بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ معرکہ شاملی کے بعد گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور ان کو گرفتار کر کے سہارنپور کی جیل میں بھیج دیا گیا پھر وہاں سے مظفر نگر منتقل کر دیا گیا۔ چھ ماہ جیل میں گزرے۔ وہاں بہت سے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور جیل خانے میں جماعت کے ساتھ نماز ہونے لگی۔ رہائی کے بعد گنگوہ میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ ۱۲۹۹ھ میں تیسرے حج کے بعد آپ نے یہ التزام کیا کہ ایک سال کے اندر اندر پوری صحاح ستہ ختم کر دیتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ صبح سے بارہ بجے تک طلباء کو پڑھاتے تھے آپ کے درس کی شہرت سن سن کر طلباء حدیث دور دور سے آتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی تعداد ستر اسی تک پہنچ جاتی تھی۔ جن میں ہندو

بیرون ہند کے طلباء شامل ہوتے تھے طلباء کے ساتھ نہایت محبت شفقت سے پیش آتے تھے۔ درس کی تقریر ایسی ہوتی تھی کہ ایک عامی بھی سمجھ لیتا تھا۔ آپ کے درس حدیث میں ایک خاص خوبی یہ بھی تھی کہ حدیث کے معمول کو سن کر اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا تھا۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر بیعت کا شرف حاصل کیا اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ''سوانح عمری مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ میں لکھا ہے کہ

''جناب مولوی رشید احمد گنگوہیؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ سے اسی زمانے سے ہم سبق اور دوستی رہی ہے۔ آخر میں حدیث جناب شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی خدمت میں پڑھی اور اسی زمانے میں دونوں صاحبوں نے جناب قبلہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ دام ظلہ سے بیعت کی اور سلوک شروع کیا۔''

چنانچہ انہوں نے بڑی تیز رفتاری سے سلوک کی منزلیں طے کرلیں اور صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز ہو گئے اور گنگوہ واپس آ کر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے حجرے کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اس دوران میں مطب ذریعہ معاش رہا، ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی۔ اور بڑے بڑے نامور علماء ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ اسی طرح سے ان کے تلامذہ اور خلفاء کا ایک وسیع حلقہ بن گیا جن میں سے کئی حضرات تو رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور پھر ساری عمر اصلاح و تربیت مخلوق خدا میں مصروف رہے۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہیؒ کے فقہ کے مقام بلند کی بناء پر ''ابوحنیفہ عصر'' کا لقب دیا تھا اور وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔ اسی طرح استاذ المکرم امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ جیسے بلند پایہ عالم و محقق جو علامہ شامیؒ کو ''فقیہ النفس'' کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ حضرت گنگوہی کو فقیہ النفس'' فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال حضرتؒ کے مقام و مرتبہ اور علم و فضل کا ٹھکانا؟

حضرتؒ نے ۸، ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ اذان کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد دار العلوم دیو بند میں یہ سب سے بڑا حادثہ تھا۔ حق تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں۔ (پچاس مثالی شخصیات)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

(بیان فرمودہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

ہندو کو بیعت کرنے کا مسئلہ

ایک شخص ہندو جو ایک بزرگ سے بیعت تھا۔ ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا کے معتقد ایک مولوی صاحب کا سفارشی پرچہ لے کر بغرض تجدید بیعت حاضر ہوا اور حضرت مولانا سے درخواست کی کہ مجھ کو بیعت فرمالیں۔ مولانا نے جواب میں صاف فرمادیا کہ پہلے اسلام لاؤ۔ تو وہ مسلمان نہیں ہوا اور واپس چلا گیا۔ اس پر بعض حاضرین نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ اگر حضرت بیعت فرمالیتے تو اسلام سے اس کو کچھ قرب ہو جاتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو اسلام سے زیادہ بعد ہو جاتا۔ وجہ یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر و شغل میں جو یکسوئی ہوتی ہے۔ اس سے بعض اوقات کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے۔ جو کہ کوئی کمال مقصود نہیں۔ مگر اس سے وہ ذاکر غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام بھی شرط نہیں۔ حالانکہ وصول سے ان چیزوں کو کوئی تعلق نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے کہ تصوف میں اسلام بھی شرط نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ ان بزرگ نے اس ہندو کو کیوں مرید کر لیا تھا۔ تو بات یہ ہے کہ جن بزرگ سے وہ بیعت ہوا تھا۔ وہ مجذوب تھے ان لوگوں کی حالت ہوتی ہے کہ اگر نظر ہو گئی تو چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر ہو جاتی ہے اور اگر نہ ہوئی تو بڑی سے بڑی بات پر بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جذب کی وجہ سے استغراقی کیفیت ان حضرات پر غالب رہتی ہے۔ اس لئے ان کا فعل حجت نہیں۔ فرمایا کہ کیسی عجیب وغریب حضرت مولانا نے تحقیق بیان فرمائی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں۔ یہ ہے محققانہ شان ان کی نظر حقیقت پر پہنچتی ہے۔

بے نفسی

فرمایا کہ امیر شاہ خان صاحب فرماتے تھے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم سے حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی احمد رضا خان صاحب کے رسائل آیا کرتے ہیں کہیں سے سناؤ۔ (اس وقت حضرت کی بینائی نہ رہی تھی۔ علی محمد) تو کوئی حق بات اگر اسمیں ہوگی تو مان لیں گے۔ مولوی یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس میں تو گالیاں ہی گالیاں ہیں۔ فرمایا کہ دور کی گالیاں لگا نہیں کرتیں۔ سناؤ تو! مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں تو نہیں بتا سکتا بس پھر خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ رے بے نفسی (مگر مکفرین کو تکفیر بازی سے حیا ذرا بھی مانع نہیں ہوتی۔ جس کے متعلق فرمایا گیا ہے **الحیاء من الایمان**۔ علی محمد) حضرت گنگوہی کی کہ ایسے مخالف اور مقابل سے حق بات قبول کرنے میں بھی استنکاف نہیں بلکہ اس کا اہتمام فرمایا۔

برسوں کے مجاہدات کا حاصل

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ برسوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اگر یہ سمجھ میں آجائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ لیکن آج کل تو بھول کر بھی یہ خیال نہیں ہوا۔ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ چنانچہ ذرا ذرا سے بچے شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، شیخ الادب وغیرہ کہلائے جانے پر نازاں ہیں۔ مگر ابھی تک کوئی شیخ الشرارت نہیں ہوا۔

نور فہم

فرمایا کہ نور فہم تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے گو زیادہ لکھا پڑھا نہ ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی پاؤں دبوا رہے تھے ایک گاؤں کا شخص آیا۔ اس نے کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم پیر دبوا رہے ہیں۔ فرمایا کہ راحت کی وجہ سے تو خوشی ہے۔ مگر بڑے ہونے کی وجہ سے خوشی نہیں تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے۔ کہ مولوی جی پاؤں دبوانا تمہیں جائز ہے۔ کہا ٹھیک ہے اور اس

گاؤں والے کی نظر کہاں پہنچی ہے۔ یہ دین کی برکت ہے۔ کیونکہ یہ تقویٰ اور دین بھی عجیب برکت کی چیز ہے۔ اور اس سے نور فہم پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ لکھے پڑھے ہونے کی بھی اس میں قید نہیں۔

نکاح کیلئے تعویذ

ایک مرتبہ حضرت کے پاس ایک شخص نے آ کر غالباً یہ کہا کہ حضرت میرا نکاح نہیں ہوتا۔ آپ نے تعویذ لکھ کر دیا اور اس میں یہ لکھا کہ اے اللہ میں کچھ جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام بس پھر نکاح ہو گیا۔

حنفی مسلک

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہ ہی ہے کہ معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے۔ مگر بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ کیونکہ بینائی تو اپنی خراب ہے اور آفتاب پر اعتراض ہے۔

رعب و ہدیہ

میں نے بڑے بڑے اہل جاہ کو کہتے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بولا نہ جاتا تھا حالانکہ حضرت کی حالت یہ تھی کہ آواز بھی کبھی بلند نہ ہوتی تھی۔ ان حضرات پر کسی کا اثر نہیں ہوتا سوائے ایک ذات کے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔

ریاء کیا ہے

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر کی تعلیم فرمائی تو اس نے عرض کیا کہ حضرت اس میں تو ریاء ہو جاوے گی۔ اس لئے ذکر خفی کر لیا کروں۔ فرمایا جی ہاں اس میں ریاء نہیں ہے کہ گردن جھکا کر بیٹھ گئے چاہے سو ہی رہے ہوں۔ مگر دیکھنے والا سمجھے کہ نہ معلوم عرش و کرسی کی سیر کر رہے ہوں۔ یا لوح و قلم کی۔ تو صاحب اظہار کا نام ریاء نہیں ہے۔ بلکہ قصداً اظہار کا نام ریاء ہے۔

ساتھیوں کا احترام

حضرتؒ کے مزاج میں بے حد لطافت تھی اور ہر لطیف چیز پسند تھی مگر فطری تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ پیدل سفر کر کے گنگوہ پہنچے اور جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور نماز شروع ہونے کو تھی کہ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا کہ مولانا آ گئے مولانا آ گئے حضرت مولانا گنگوہیؒ مصلے پر پہنچ چکے تھے یہ سن کر نگاہ اٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہو کر صف میں آ کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے نماز پڑھانے کے لئے کہا مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے چونکہ پیدل سفر کر کے تشریف لے گئے تھے اس لئے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے مگر غایت سادگی سے اسی ہیئت میں مصلے کی طرف چلے اور جب حضرت مولانا گنگوہی کی محاذات میں پہنچے تو مولانا نے صف میں سے آگے بڑھ کر اپنے رومال سے پہلے پیروں کی گرد صاف کی اور پھر پائنچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑھایئے اور خود واپس صف میں آ کھڑے ہوئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑھائی حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب حضرت گنگوہیؒ کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے استاد کا ادب کرتے ہیں اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہی نے کسی سے فرمایا کہ مجھ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہیں فرمایا اور قبول فرمالی سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہیں گزری چنانچہ جنہوں نے عالم کی سیاحت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ایسی جماعت نہیں سو میں نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے چونکہ ان حضرات کی طرز معاشرت میری آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے وہی باتیں پسند ہیں اور آج کل کے جو یہ لوگ باتیں بناتے پھرتے ہیں میری نظر میں یہ ایک طفل مکتب کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسمجھ بچے ہیں اور کھیل کود کرتے پھرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اب تو اپنے بزرگوں سے نسبت ہونے کا نام ہی نام رہ گیا ہے مگر کام ان کا سا ایک بھی نہیں کرتے۔

شاگردوں کے جوتے اٹھانا

حضرتؒ ایک مرتبہ حدیث کا درس فرما رہے تھے کہ صحن میں بارش آ گئی۔ تو تمام طلباء کتابیں لے کر مکان کی طرف کو بھاگے۔ مگر حضرت مولانا سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے اور اٹھا کر چلنے کا ارادہ تھا کہ لوگوں نے دیکھ لیا سبحان اللہ ان حضرات میں نفس کا تو شائبہ بھی نہ تھا بلکہ نہایت سادگی اور بے نفسی تھی۔

دعا کا اثر

ایک حکیم صاحب ہیں نابینا دہلی میں اور ان کو تشخیص میں کمال ہے اور یہ کمال حضرت مولانا گنگوہیؒ کی دعا سے ان میں پیدا ہوا کیونکہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں نابینا ہوں اور دوسرے طبیب تو قارورہ دیکھ کر رنگ دیکھ کر زبان یا چہرہ دیکھ کر مرض کی شناخت کر لیتے ہیں مگر میں کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تو میں کیسے مرض کی شناخت کر سکتا ہوں اس لئے دعا کر دیجئے کہ مجھ کو نبض میں کمال ہو جاوے کہ نبض دیکھ کر معلوم کر لیا کروں۔ چنانچہ حضرت کی دعا سے یہی بات انکے اندر پیدا ہو گئی کہ نبض دیکھ کر مرض کو شناخت کر لیتے ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ اسباب ان کے ہاتھ میں ہیں اور جب وہ رزق پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے ویسے ہی اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔

نوٹ: ''مندرجہ ذیل ملفوظات الافاضات الیومیہ حصہ پنجم سے ماخوذ ہیں۔''

جرأت مندی

زمانہ غدر میں حضرتؒ گرفتار ہوئے تو بہت سخت پہرہ تھا چنانچہ ایک روز ننگی تلواروں کے پہرہ کا حکم ہوا تو خادموں کو بہت تشویش ہوئی فرمایا کہ پہلے جو نیام میں تھی وہ تو ایک منٹ میں اس سے باہر ہو سکتی تھی تو اس میں اور اس میں کیا فرق ہے اس لئے حضرت کے قلب پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا یہ صرف شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کی برکت ہے۔

محبوبانہ انداز

فرمایا کہ مجھ کو حضرتؒ کی طرف زیادہ کشش ہے دوسرے بزرگوں کے ساتھ تو ان کے کمالات کی بناء پر عقیدت ہے اور حضرت مولانا گنگوہی کے ساتھ اضطراری طور پر محبت ہے کیونکہ ان کی ہر بات میں ایک محبوبانہ شان معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم بہت دنوں سے آتے ہو مگر ہم نے تمہیں کبھی کھانا نہیں کھلایا اس لئے آج تمہاری دعوت ہے دیکھئے اس سے سادگی کی کیسی عجیب و غریب شان مترشح ہوتی ہے جو محبوبانہ انداز کی بڑی فرد ہے۔

فراست

ایک شخص حضرت کے پاس آیا اور بیعت کی درخواست کی مگر حضرت نے انکار فرمادیا اس نے بے حد اصرار کیا اور رویا پیٹا مگر حضرت انکار ہی فرماتے رہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خفیہ پولیس کا افسر تھا یہ حضرت کی فراست تھی اور فراست صادقہ تھی جو کشف سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ کشف تو نار سے ہوتا ہے یعنی اشغال و ریاضات سے حرارت اور اس سے لطافت ادراک حاصل ہو جاتی ہے اور فراست مومن کے نور ہی سے ہوتی ہے حضرت کی فراست کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ دو شخص آدھی رات کے قریب آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ روپیہ ہے اس کو مجاہدین سرحد کے پاس پہنچا دیجئے مگر حضرت نے فرمایا کہ نکالو ان بے ہودوں کو، اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دو افسر انگریز تھے جو امتحان کرنے آئے تھے کہ ان کا تعلق ان مجاہدین سے ہے یا نہیں حضرت کی ہر بات میں ایک نور ہوتا تھا۔

خداداد ہیبت

حضرتؒ کی خداداد ہیبت کی یہ حالت تھی کہ اگر کلام میں خود ابتدا فرماتے تو دوسروں کی ہمت کلام کرنے کی ہو جاتی تھی ورنہ بڑے بڑے ویسے ہی واپس ہو جاتے

تھے اور کہتے تھے کہ ہمت نہیں ہوئی کلام کرنے کی یہ خدا داد بات ہوتی ہے اس لئے یہ باتیں بنائے نہیں بنتیں۔ کیونکہ یہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اصل تو یہ ہے کہ رعب اور ہیبت میں کیا رکھا ہے اس لئے بندہ بن کر رہنا چاہئے خواہ رعب ہو یا نہ ہو اور فرعون بن کر نہیں رہنا چاہئے اگر چہ اس سے رعب ہی ہو۔

شیخ کے حکم کا ادب

فرمایا کہ میں جس وقت کانپور سے آیا کچھ مقروض تھا تو میں نے حضرتؒ سے دعا کے لئے عرض کیا تو حضرت نے دعا کے علاوہ شفقت کی راہ سے استفسار فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک تدریس کی ملازمت ہے اگر کہو تو تحریک کروں۔ مگر مجھ کو حضرت حاجی صاحبؒ کا حکم تھا کہ اگر کبھی کانپور سے دل برداشتہ ہو تو اور کہیں تعلق مت کرنا بلکہ تھانہ بھون میں قیام کرنا تا کہ اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچے۔

چنانچہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی سے عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارشاد ہے لیکن اگر آپ حکم دیں تو اس کو بھی حضرت ہی کا حکم سمجھوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ حضرت کے دو حکم ہیں ایک مقدم اور ایک موخر تو میں پہلے کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ سمجھوں گا باقی اس وقت تو مقصود صرف دعا کرانا تھا یہ سن کر حضرت مولانا پر ایک حالت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ نہیں نہیں اگر حضرت کا حکم ہے تو خلاف نہ کرنا چاہئے اور میں دعا کروں گا چنانچہ بحمد اللہ قرض ادا ہو گیا۔

رضائے الٰہی

فرمایا کہ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ رضا دائمی کی دعا فرما دیجئے فرمایا کہ رضا میں دائم کی قید کیسی کیونکہ رضا تو دائم ہی ہوتی ہے اور وہ راضی ہو کر پھر ناراض نہیں ہوتے سبحان اللہ کیسی کام کی بات فرمائی یہ حضرات حکیم تھے کہ جو بات فرماتے تھے جامع اور مانع ہوتی تھی۔

فلسفہ ومعقولات کی حیثیت

حضرتؒ نے مدرسہ دیوبند کے نصاب سے فلسفہ کی بعض کتابوں کو نام کی تعیین کے ساتھ خارج کرادیا کیونکہ حضرت انکو مضر دین سمجھتے تھے کسی نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی کہ مولانا نے ان کتابوں کو حرام کردیا تو مولانا نے فرمایا کہ حضرت نے حرام نہیں کیا بلکہ تمہاری طبیعتوں نے حرام کیا ہے کیونکہ تمہاری طبیعتوں میں ہی کجی ہے اس لئے یہ کتابیں مضر دین ہوجاتی ہیں ورنہ اگر طبیعت سلیم ہوتو یہ کتابیں بھی بجائے مضر دین ہونے کے معین دین ہوجائیں پھر کج طبعی کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک معقولی طالب علم سے یہاں کے طلبہ نے معقول کے اس مسئلہ کے متعلق کہ الکل اعظم من الجزء، یہ اشکال پیش کیا کہ مور کی دم جو کہ اس کا جزو ہے وہ خود مور سے بڑی ہوتی ہے تو یہ کلیہ کہاں صحیح رہا تو اس نے جواب دیا کہ **ما من عام الا و قد خص منه البعض**۔

پھر فرمایا کہ یہ تو حالت فہم کی ہے پھر ایسے شخص کے بھلا فلسفہ کیوں نہ مضر دین ہو۔ کیونکہ وہ تو کچھ سے کچھ سمجھ لے گا۔ ایسے کوڑھ مغزوں کے لئے تو بے شک فلسفہ پڑھنا جائز نہیں۔ باقی ہم تو جیسے بخاری شریف کے مطالعہ میں اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ میں بھی ایسا ہی اجر سمجھتے ہیں۔

کیونکہ اس کا شغل بھی اللہ کے واسطے ہے اور اسکا بھی اور یہ بات بڑی قوت سے فرمائی اور واقعی موٹی بات ہے دیکھئے باغ کی رونق کے لئے جیسا کہ پھلوں کے درخت لگانا مقبول خدمت ہے ویسے ہی یہ بھی مقبول خدمت ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے کانٹے جمع کر کے باغ کے چاروں طرف باڑ لگادی جائے تاکہ جانور آکر اس کو ویران نہ کردیں بس فلسفہ ومعقولات کی یہی مثال ہے کہ وہ کانٹوں کی باڑ ہے اور یہ خدمت بھی اس اصل خدمت کے ساتھ ملی۔

توکل واستغناء

حضرتؒ نے جو درس حدیث کا اپنے یہاں گنگوہ میں جاری کر رکھا تھا وہ سب توکل پر تھا چنانچہ جب وہ درس بند ہوا کیونکہ مولانا کی بینائی جاتی رہی تھی تو اس کے بعد جب کبھی باہر سے بڑی بڑی رقمیں آئیں تو مولانا نے سب واپس کر دیں کہ اب درس نہیں رہا بعض بعض لوگوں نے مولانا کو رائے بھی دی کہ حضرت یہ رقمیں واپس کیوں کی جاویں صاحب رقم سے کسی دوسرے مصرف خیر کی اجازت لے کر اس میں صرف فرما دیجئے گا تو حضرت نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کیوں اجازت لیتا پھروں پھر حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی نے فرمایا کہ واقعی اجازت لینا تو ایک قسم کا سوال ہے اس لئے صاحب رقم کو خود چاہئے کہ وہ واپسی کے بعد پھر لکھے کہ اس رقم کو مکرر بھیجتا ہوں اور اس کو فلاں مصرف خیر میں صرف فرمایا جاوے پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ ایک بار نواب محمود علی خان صاحب کو بھی لکھوایا (حضرت کے زمانہ میں جامع مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس کی امداد کے لئے رقم درکار تھی) انہوں نے مولانا کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ آپ اپنے کسی آدمی سے تخمینہ کرا کر مجھ کو مطلع کر دیجئے مگر حضرت مولانا نے اپنی آزاد مزاجی سے صاف تحریر فرمادیا کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں اگر تخمینہ کرانا ہے تو کسی انجینئر کو بھیج کر تخمینہ کرا لیجئے اور انتظام کے لئے کوئی اپنا کارندہ بھیج دیجئے مولانا کا بس وہ مذاق تھا اور سب مقتداؤں کا یہی ہونا چاہئے۔ (ماخوذ از الافاضات الیومیہ)

۞ ۞ ۞

مختصر سوانح

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ

آپ نے دارالعلوم میں ۱۲۹۰ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی اور اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کی حیات ہی میں ۱۲۱۹ھ میں دارالعلوم کے مدرس چہارم مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۷ھ میں جبکہ حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی۔ فرط غم سے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرمادیا اور فرمایا کہ اب پڑھنے پڑھانے کا لطف نہیں۔ گھاس کھود کر زندگی بسر کرلیں گے اور یاد استاد میں عمر گذار دیں گے۔ لیکن حضرت علامہ شبیر احمد عثانی شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ مولانا محمد رمضان منصور انصاریؒ مہاجر کامل حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کے کہنے اور دوسرے اکابر کے سمجھانے پر راضی ہوئے اور پھر سلسلہ تعلیم جاری فرمایا۔ ۱۳۰۸ھ میں آپ عہدہ صدارت تدریس پر لئے گئے۔ اور آپ کو حضرت گنگوہیؒ نے اس مقدس عہدہ کے لئے چنا اور آپ کے فیوض سے علمی حلقے مستفید ہونے شروع ہوئے۔ آپکی ظاہری و باطنی برکات سے دارالعلوم دیوبند کا احاطہ چالیس برس تک جگمگاتا رہا اور اس عرصہ میں ہزارہا علماء اس شیخ کامل کے حلقہ درس سے آفتاب و ماہتاب بن کر نکلے۔

اگرچہ یہ مثل صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور بلاشبہ صحیح ہے تو یگانہ دہر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ علامہ مفتی کفایت اللہؒ صدر جمعیۃ علمائے ہند حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، حضرت علامہ شبیر احمد عثانی، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ

مہاجر کامل حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم زید فضلہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند زید مجدہ جیسے سینکڑوں فضلاء و اتقیاء کو سامنے لے آنا شیخ الہند کو سامنے کر لینا ہے۔ یعنی ان بزرگوں کے علمی و عملی کارنامے شیخ الہند کے تعارف کی حد تام ہیں۔ جس کے ایک ایک مقدمہ کے آئینے میں شیخ الہند کی تصویر نظر آتی ہے۔ شیخ کے ان تلامذہ میں حقیقت یہ ہے ایک ایک فرد امت کے برابر امت قائمہ ثابت ہوا ہے۔ بلاشبہ ان علمی ستاروں کی چمک دمک میں شیخ الہند کا علمی و عملی نور روشن نظر آتا ہے۔ اس لئے ان علمی، عملی، اخلاقی، حسی، اور اعیانی شہادتوں کے ہوتے ہوئے کون سا واقعہ رہ جاتا ہے کہ ان چند سطور میں کچھ لکھ کر ان مشاہد چیزوں کی اہمیت گھٹائی جائے۔ یا ان معیاری داستانوں کو ان میں کھپا دیا جائے۔

بہر حال یہ تھے شیخ الہند اور یہ تھا ان کا ایمان وتقویٰ اور علم وفضل اور دورع اور احتیاط یہ چند باتیں سامنے کی گزری ہوئی ہیں اس لئے زبان قلم پر آ گئیں اور وہ بھی بطور تذکرہ عقیدت و محبت، ورنہ کہاں شیخ کی سوانح حیات اور رفیق حالات اور کہاں ہم جیسے ناکارہ۔ (پچاس مثالی شخصیات)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے انمول اقوال

مدارس اسلامیہ کے لیے چندہ جمع کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا مبارک علی صاحب سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید محمود الحسن کے سامنے یہ مشکل پیش کی کہ مدارس عربیہ اسلامیہ کے لیے چندہ جمع کرنے میں بہت سے منکرات پیش آتے ہیں۔لوگوں میں علم وعلماء کی تحقیر پیدا ہوتی ہے وغیرہ۔اور چندہ نہ کریں تو ان مدارس کا کام کیسے چلے؟ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: چندہ کرو مگر غریبوں سے۔''

حضرتؒ نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح علاج ہے۔وجہ یہ ہے کہ غریب لوگ چندہ جمع کرنے والے علماء کو حقیر نہیں سمجھتے۔تعظیم کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ان پر بارِ خاطر بھی نہیں ہوتا۔خوش دلی کے ساتھ دیتے ہیں جس میں برکت ہی برکت ہے مگر اس پر یہ سوال ہوگا کہ غریب لوگوں سے چندہ ملے گا ہی کتنا؟ مقدار چندہ بہت گھٹ جائے گی مگر یہ خیال اولاً تو یوں غلط ہے کہ دنیا میں ہمیشہ غریبوں کی تعداد زیادہ اور مالداروں کی کم رہی ہے۔اگر فی الواقع چندہ کم وصول ہو تو کام کو اسی پیمانہ پر کرو' زیادہ نہ بڑھاؤ۔کیا ضروری ہے کہ قدرت سے زیادہ بار اٹھایا جائے۔(مجالس حکیم الامت ص ۳۱۱)

اَشَدُّ کا ترجمہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ دیوبندی مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لے گئے لوگوں نے وعظ کے لیے اصرار کیا۔مولانا نے عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں مگر لوگوں نے نہ

مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہو گئے اور حدیث **فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد** پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔" وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔ خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل ہو گئی یعنی آپ کی شہادت۔ پھر مولانا نے اُن سے بطرزِ استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا ہے؟ تا کہ آئندہ بچوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اَشَدُّ کا ترجمہ اُثقل نہیں بلکہ اضرّ آتا ہے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے:

یأتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشد علی (یعنی وحی مجھ پر مثل گھنٹی کی آواز کے نازل ہوتی ہے اور وہ مجھ پر بھاری ہوتی ہے۔" کیا یہاں بھی اضر کے معنی ہیں؟ وہ دم بخود رہ گئے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حدیث لدُود کا مفہوم

حضرت مولانا دیوبندیؒ نے حدیثِ لدُود کی تشریح اسی اصول کی بناء پر فرمائی ہے۔ لدُود اس دوا کو کہتے ہیں جو خاص طریقہ سے مریض کے حلق میں ڈالی جاتی ہے۔ واقعہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے۔ صحابہ کرام میں باہم مشورہ ہوا کہ آپ کو لدُود کیا جائے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔

بعد میں اتفاقاً آپ کو غشی ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ آپ کا منع فرمانا ایک طبعی امر ہے کہ مریض کو دوا سے کراہت ہوا کرتی ہے۔ واجب التعمیل حکم نہیں ہے اس لیے غشی کی حالت میں لدُود کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افاقہ ہوا تو پوچھا کس کس نے مجھے لدُود کیا تھا؟ جس جس نے لدُود میں شرکت کی تھی ان سب کو لدُود کیا جائے چنانچہ ایسا کر دیا گیا۔

اس واقعہ میں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخالفت کرنے والوں سے اپنا انتقام لے لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت کسی سے اپنا انتقام لینے کی نہ تھی۔ حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ اس وقت غالباً انتقام لینا اس مصلحت سے تھا کہ یہ

لوگ جن سے یہ مخالفانہ عمل سرزد ہوگیا ہے دنیا یا آخرت کے کسی عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔ حضرت شیخ الہند نے وضاحت کے لیے مزید فرمایا:

''ایک بزرگ راستہ پر تشریف لے جارہے تھے ایک مُریدان کے ساتھ تھا۔ ایک کنویں پر اُن کا گزر ہوا' جہاں لوگ پانی بھر رہے تھے' ان میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی' اس نے ان بزرگوں کو دیکھ کر کچھ ناشائستہ الفاظ برائی کے کہے۔ ان بزرگ نے مُرید سے کہا کہ اس کو مارو (مرید حیرت سے دیکھتا رہا کہ یہ بزرگ کسی سے بھی انتقام نہیں لیتے اور اس وقت ایک عورت کو مارنے کے لیے فرمارہے ہیں۔ شاید میں ان کی بات سمجھا نہیں۔ اس میں کچھ توقف ہوا تو یہ بڑھیا وہیں گر کر مرگئی۔ ان بزرگ نے مرید سے کہا ظالم تو نے اس کا خون کیا۔ جب اُس نے وہ کلمات کہے تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا قہر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کو اس قہر سے بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں کچھ انتقام لے لوں۔ اس لیے مارنے کو کہا تھا تم نے تاخیر کردی جس کی وجہ سے عذاب نے اس کو پکڑ لیا۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۲۸' ص ۲۲۹)

انبیاء علیہم السلام کو عوام نے نہ پہچانا

فرمایا: مولانا دیوبندیؒ نے فرمایا کہ بڑوں کو بڑے پہچانتے ہیں اور چھوٹوں کو چھوٹے اولیاء متوسلین کو لوگوں نے پہچانا ہے اور کاملین کو عوام نے نہیں پہچانا۔ اسی طرح انبیاء کرام کو لوگوں نے کم پہچانا۔ اولیاء کاملین کا تعلق بھی انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوتا ہے۔ اس لیے عدم خفاء باعثِ اخفاء ہوگیا۔ (فیوض الرحمٰن ص ۲۲)

اصلاح کی خاطر سختی کرنا

فرمایا: حضرت مولانا دیوبندیؒ کی بھی آخر میں یہی رائے ہوگئی تھی کہ بعض کے لیے تشدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک معتبر شخص مجھ سے حضرتؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہیے۔ وہاں ہی درست ہو سکتے ہیں۔ (تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میرے پاس بھیجنا تھا) (الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۱۱۴)

یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ اصلاح کی خاطر دلسوزی سے متکبرین وغیرہم پر سختی فرماتے تھے۔ مگر اس سختی میں بھی دراصل شفقت پوشیدہ ہوتی تھی۔ بقول عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ ؎

منبعِ صد کرم تیرا لطف بھرا عتاب تھا سارے تعلقات کا وہی تو فتح باب تھا

واقعی ایسی سختی پر ہزاروں شفقتیں قربان ہوں۔ اسی لیے آپ کے متعلقین اس سختی سے بھاگتے نہ تھے۔ بلکہ بزبانِ حال یہ کہتے ؎

ٹلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی کہ جو ئے سب سے بہتر ہے ملتی ہے یہیں ساقی

ایک حدیث کا مفہوم

فرمایا: ہمارے حضرت دیوبندیؒ نے فرمایا کہ حدیث: ماانا علیہ و اصحابی میں لفظ ما عام ہے۔ عقائد' اخلاق' اعمال' معاشرت' سیاست سب چیزوں کو اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں مقبول اور مستقیم وہی راستہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہو' جو راستہ اس سے مختلف ہو وہ مستقیم نہیں خواہ عقائد کے متعلق ہو یا اعمال واخلاق سے یا حکومت وسیاست اور عام معاشرت سے ہو۔

(مجالس حکیم الامتؒ البلاغ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

جیل میں رونے کا سبب مقبولیت کی فکر تھی

فرمایا: حضرت مولانا دیوبندیؒ جس وقت مالٹا میں تشریف فرما تھے کہ ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبرائے ہیں؟ یہ لوگ سمجھے کہ گھر بار یاد آرہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا؟ فرمایا:

''میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں؟'' (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۱۱۶)

کلمۃ اللہ میں کلمہ سے کیا مُراد ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ طالب علمی میں ایک عیسائی مناظر انگریز دیو بند آیا۔ دیو بند کے اسٹیشن کے قریب ایک باغ ہے وہاں اس کا قیام ہوا اور میں خبر پا کر مناظرہ کے لیے وہاں پہنچا۔ حضرت مولانا دیو بندیؒ کو علم ہوا تو خیال ہوا کہ یہ نا تجربہ اور عیسائی کہنہ مشق' اس لیے مناظرہ کے دوران تشریف لے آئے' اس وقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا۔ میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میں گفتگو کروں گا۔ میں الگ ہو گیا۔ وہ عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے۔ مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے؟ بس اس کے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ تھے۔ مولانا فرماتے کونسا کلمہ' کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے' جب یہ بتلا نہ سکا اور اس کی میم نے خیمہ میں سے دیکھا کہ یہ جواب نہیں دے سکتا تو پرچہ بھیج دیا کہ مناظرہ بند کر دو۔ یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ مناظرہ چھوڑ کر چلا گیا۔ مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ مادیات ہی میں چلتے ہیں۔ نریات میں خاک بھی نہیں چلتے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۳' ص ۱۴۳)

ایک لطیفہ

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مراد آباد اسٹیشن پر حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کا اور میرا اجتماع ہو گیا۔ سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے۔ انہوں نے مجھے اور مولاناؒ کو سیوہارہ اُتارنا چاہا میں نے اضمحلال طبع کا عذر کیا اور حضرت مولانا نے قبول فرمالیا۔ لوگوں نے میرے عذر پر کہا ہم وعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو۔ میں نے کہا کہ بدوں وعظ کئے تو مجھ کو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اس پر حضرت نے بے ساختہ فرمادیا:

''ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ جو بلا کام کئے کھالیتے ہیں۔''

اس وقت میں بہت شرمندہ ہوا اور کوئی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی مگر مولانا بشاش تھے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

قربانی میں ایسا جانور ذبح کرو جس سے رنجِ طبعی ہو

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام پر جہاں تک ہو سکے عمدہ جانور ذبح کرو جس کو ذبح کر کے کچھ تو دل دُکھے۔ جیسا کہ اپنی جان کو پیش کرتے یا بیٹے کو ذبح کرتے تو دُکھتا۔ اب تو ویسا کہاں دُکھے گا؟ لیکن کچھ تو مال ایسا ہو جس کو ذبح کر کے دل پر کچھ چوٹ لگے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنْ تَنَالُوْ الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ.

''یعنی برِ کامل تم کو اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک کہ محبوب اشیاء کو خرچ نہ کرو۔''

انفاق محبوب کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے مولانا محمود حسن صاحبؒ نے ایک بار قربانی کی تھی۔ آپ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی اور اس کو خوب دانا کھلایا پلایا اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جا کر دوڑایا کرتے تھے۔ قربانی تک وہ اتنی تیار ہوگئی کہ ارزانی کے اس زمانے میں بھی قصائی اس کی قیمت -/80 روپے دے رہے تھے آج کل گرانی کے زمانے میں تو نہ معلوم کتنی قیمت ہوتی۔ مگر مولانا نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا۔ جب وہ ذبح ہوئی تو مولانا کے دل پر اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عرصہ تک ساتھ رکھنے اور پرورش کرنے سے اس کے ساتھ محبت ہوگئی تھی۔

اس پر کوئی یہ نہ کہے کہ رنج کے ساتھ ذبح کرنا تو اچھا نہیں خوشی کے ساتھ ذبح کرنا چاہیے۔ کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمه احضری اضحیتک وطیب بهانفسا.

''یعنی اے فاطمہؓ! اپنی قربانی کے پاس آ کر کھڑی ہو جا اور اپنے دل کو خوش کر۔''

لہٰذا ایسا جانور ذبح کرنا چاہیے جس کے ذبح سے خوشی ہو ایسا نہ ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا۔'' سو یہ خیال غلط ہے۔

حدیث میں طیب نفس کا امر ہے۔ وہ خوش عقلی ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں کہ ایسا جانور ذبح کرے جس سے دل دُکھے یہ رنج طبعی ہے جو عقلی خوشی کے منافی نہیں۔
(تکمیل الانعام صورۃ ذبح الانعام ص ۳۲، ۳۳، ۳۴)

''گاندھی کی جے'' وغیرہ کا نعرہ شعارِ کفر ہے

فرمایا: جب مولانا محمود حسنؒ مالٹا سے تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ پر استقبالی گروہ بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ حضرت مولاناؒ کی موٹر چلی تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ اس کے بعد گاندھی جی کی جے، محمد علی، شوکت علی کی جے اور مولوی محمود حسن کی جَے کے نعرے بلند ہوئے۔

حضرتؒ نے شوکت علی کا دامن پکڑ کر کہا یہ کیا؟ اس پر شوکت نے کچھ خیال نہ کیا تو حضرت نے دوبارہ سختی سے فرمایا کہ اس کو بند کرو۔ اس پر شوکت علی نے کہا حضرت جے کے معنی فتح کے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو رام رام کہا کرو۔ اور جو کچھ بھی ہو یہ شعارِ کفر ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۵ ص ۳۴۳)

مذہبی احکام میں ذراسی ترمیم بھی ہمیں ہرگز گوارہ نہیں

فرمایا: حضرت دیوبندیؒ بعض اعذار کی وجہ سے دہلی کے جلسہ شوریٰ میں خود تشریف نہ لے جا سکے اور ایک مولوی صاحب کے ہاتھ خط بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جو مسئلہ مذہبی پیش آئے اس میں اپنا خیال صاف صاف بدوں کسی خوف اور مداہنت کے ظاہر کردو۔ اس وقت گائے کی قربانی کے بند کرنے پر زور دیا جا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا یہ مقاصدِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔ ہم مذہبی احکام میں ادنیٰ تصرف اور ذراسی ترمیم کو بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ خواہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم سے جو خدمت اسلام کی بن پڑے گی کرتے رہیں گے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۱ ص ۹۳)

واردات کی مخالفت سے دُنیاوی ضرر ہوتا ہے

بروایت حضرت مولانا دیوبندی نے نقل فرمایا کہ ایک بزرگ کو معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ اس بستی میں آئے ہیں۔انہوں نے ارادہ کیا کہ آنے والے بزرگ سے ملاقات کروں' وارد ہوا کہ مت ملو۔ان بزرگ نے خیال کیا کہ نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ حدیث النفس ہے کہ ملنا چاہیے۔اللہ کے بندہ ہیں ان کی زیارت باعثِ سعادت ہے۔غرض یہ کہ وارد کی مخالفت کی اور ملنے کا پھر ارادہ کیا۔وارد میں پھر منع کیا گیا۔انہوں نے وارد کی پھر مخالفت کی اور بالآخر چل دیئے۔ چلتے میں ٹھوکر لگی اور چلنے سے معذور ہو گئے۔بعد میں وجہ معلوم ہوئی کہ وارد میں جو منع کیا گیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بدعتی بزرگ تھے جن سے ملنے کو منع کیا گیا۔

اس پر فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر دنیاوی ضرر ضرور ہوتا ہے۔ یہ ضرر اضطراراً تو نہیں مگر اختیاراً کبھی مفضی ہو جاتا ہے۔ضرر دینی کی طرف اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی معصیت کا وسوسہ ہوا اور اس سے بچنے کے لیے کہ ہمت سے اس کی مقاوت ہو سکتی تھی۔مگر طبعاً کسل ہو گیا اور اس سے غباوت ہو گئی۔اس لیے اعمال میں کمی ہو گئی۔اب اس میں دو ہی صورتیں ہیں کہ اگر وہ عمل واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا حرمان ہوا۔(الافاضات الیومیہ جلد ا' ص ۴۱)

قصبہ دیوبند میں نزولِ مصائب

فرمایا: دیوبند کے بعض لوگوں کا خیال ہوا تھا کہ جب سے مدرسہ قائم ہوا ہے ہم لوگوں پر غربت آ گئی۔حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں کہ مدرسہ تمہاری غربت کا سبب ہے بلکہ بات یہ ہے کہ پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہیں جانتے تھے تو جُرم میں تخفیف ہوتی تھی۔اب چونکہ تم مدرسہ کی وجہ سے احکامِ خداوندی کو جان گئے ہو' اور جان کر بھی عمل نہیں کرتے ہو اس لیے تم پر اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے۔اگر عمل کرو گے پھر خوش حال ہو جاؤ گے۔

اس سے یہ نہ سمجھے کہ اس سے تو علم کا نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ جاہل رہنا خود ایک جرم ہے۔ اگر کسی کو کھانا کھا کر ہیضہ ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ کھانا، کھانا ہی چھوڑ دے۔

(قصص الاکابر ص ۲۰۱)

مالٹا کی زندگی میں دو سبق

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم دیوبند میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ ''ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔ (یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اَسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں (کیا ہیں؟) فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اسی کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کیے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے۔''

غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی درجہ میں بھی عمل ہو تو خانہ جنگی کی نوبت نہیں پہنچتی۔ (وحدت اُمت)

مختصر سوانح

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے والد کا نام شاہ اہل اللہ تھا۔ نسب نامہ اس طرح ہے مولانا فضل رحمٰن بن شاہ اہل اللہ بن محمد فیاض بن برکت اللہ بن نور محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحیم ابن محمد (شاہ مصباح العاشقین) صدیقی ملانوی ثم مرادآبادی' حدیث میں بلند پایہ' بڑے عالی سند' طویل العمر اور اپنے زمانہ کے صاحب مقامات وکرامات اولیاء اللہ میں سے تھے' ان کا وجود باجود اس دور آخر میں اسلام کیلئے شرف وعزت کا باعث تھا۔ ۱۲۰۸ھ میں ملاواں میں پیدا ہوئے۔ مولانا نور بن انوار انصاری فرنگی محلی اور دوسرے علمائے لکھنو سے درسیات پڑھیں۔ پھر مولانا حسن علی لکھنوی محدث کی رفاقت میں دہلی کا سفر کیا اور شاہ عبدالعزیز' شاہ غلام علی اور شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے مشائخ کبار سے ملاقات کی اور ان کی صحبت حاصل کی۔ اس سفر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے حدیث مسلسل مالاولیۃ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی اور صحیح بخاری کے کچھ حصہ کی سماعت کی' پھر وطن واپس آگئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے بعد دوبارہ دہلی کا سفر کیا اور ان کے نواسے شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ کا درس لیا اور مدت تک حضرت شاہ محمد آفاق رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی اور علم و معرفت میں بلند مقام پیدا کیا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

میں نے اپنے زمانہ میں جن علماء ومشائخ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ان میں کسی کو سنن نبوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال ڈھال اور طور وطریق کا آپ

سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں آپ طریق نبوی سے انحراف پسند نہیں کرتے تھے۔ ورع واحتیاط قناعت واستغنا' بذل وسخا اور زہد وکرم میں آپ فرد فرید تھے' مال کو جمع رکھنا اور فقر وفاقہ سے ڈرنا آپ نہیں جانتے تھے' ہزاروں روپیہ خدمت میں آتے اور آپ اسی دن لوگوں میں تقسیم کردیتے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ روپیہ پیسہ پر کوئی رات گزرے' پہننے اور کھانے میں کوئی تکلف اور اہتمام نہیں تھا' علماء کے خصوصی لباس کے پابند نہیں تھے' قول حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے' خواہ وہ کیسا ہی ظالم و جابر کیوں نہ ہو' علم وعمل' زہد وورع' شجاعت وکرم' جلالت ومہابت امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اپنے معاصرین میں فائق اور ممتاز نظر آتے تھے۔

متوسط درمیانہ قد' داڑھی چھوڑ دی گئی تھی لیکن چھوٹی تھی' مسجد میں نماز پڑھاتے اور اسی کے ایک حجرے میں قیام فرماتے' اپنے ساتھیوں اور رفقاء وخدام کے کاموں میں حصہ لیتے اور ان کا ہاتھ بٹاتے' آپ کا لباس عام آدمیوں کا سا ہوتا' ظہر سے پیشتر اور ظہر کے بعد اور اکثر عصر کے بعد بھی قرآن حکیم اور حدیث شریف کا درس دیتے' میں نے آپ سے مسلسل بالاولیہ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی اور صحیح بخاری کا کچھ حصہ سنا۔ آپ خود ہی حدیث کی قرأت فرماتے تھے اور احادیث پر تقریر فرماتے تھے' جہاں تک آپ کے کشف وکرامات کا تعلق ہے وہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور اس بارے میں اولیاء متقدمین میں بھی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ اور کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں گنج مرادآباد میں وفات پائی اور مراد خاں کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ (از کتاب تذکرہ گنج مرادآبادی)

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق وعشق

نواب نور الحسن خان مرحوم لکھتے ہیں: ایک صاحب نے دو کتابیں تصوف کی حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیں، حضرت نے فرمایا کہ میں کوئی کتاب تصوف کی نہیں دیکھتا، اور میرا دل خود تصوف ہے اور میرا تصوف یہ ہے پھر سورہ مزمل کی پہلی آیت پڑھ کر ترجمہ فرمایا اور شعر نعت کا پڑھا۔

تر ہوئی باران سے سوکھی زمین یعنی آئے رحمۃ للعالمین

اتباع سنت اور احترام شریعت

اس عشق ومحبت ذوق وشوق کے باوجود اس درجہ کا اتباع سنت اور احترام شریعت تھا کہ مبصر اور صاحب نظر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس درجہ کا متبع سنت ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ان دو چیزوں کا اجتماع ایسا نادر و نایاب ہے کہ کہنے والوں نے بہت پہلے کہا ہے

در کفے جام شریعت، در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے ندا ند جام وسنداں باختن

لیکن مولانا کی زندگی "سندان عشق" اور "جام شریعت" کے اجتماع کا اس دور آخر میں بہترین نمونہ ہے۔

علو مرتبہ کا سبب

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ حضور نے کون سا عمل عمدہ فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہنچے' ارشاد ہوا کہ "سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے سے"

شریعت کے بغیر کچھ نہیں

فرمایا کہ: غوث ہو یا قطب' جو خلاف شرع کرے' وہ کچھ بھی نہیں

اتباع سنت کا درجہ

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں' حضرتؒ نے فرمایا کہ اتباع سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔

اتباع کے معنی

ایک جلسہ میں یہ ارشاد ہوا کہ **فاتبعونی یحببکم اللہ** اس کا ترجمہ کہو' پھر خود ہی فرمایا کہ: ہماری چال چلو' تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔

اتباع شریعت کی تاثیر

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں: مشائخ تصور شیخ کی بھی تعلیم کرتے ہیں اور اس کو نہایت موثر اور سہل ترین راہ بتاتے ہیں' مگر ہمارے حضرت مدظلہم العالی بسبب کمال احتیاط کے اس کی تعلیم نہیں فرماتے' میں نے مکرر تصور شیخ کی نسبت دریافت کیا' ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرت کے یہاں یہ تعلیم نہیں تھی۔ شیخ کی محبت اور اس کا اتباع چاہیے اور محبت کی وجہ سے بے اختیار تصور آ جانا اور بات ہے' خود صحابہ کو ایسا ہوتا تھا' چنانچہ بعض صحابہ کا مقولہ ہے **کانّی انظر الیٰ وبیص ساقیه** ارشاد ہوا کہ تصور یا بے تصور شیخ کی محبت ہونی چاہیے' ہم نے کبھی نہیں کیا' ہم تو وہی باتیں کرتے

تھے جو حدیث میں آتی ہیں' اسی سے کلمہ لا اللہ الا اللہ جاری رہتا تھا' یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

اذکار و اوراد میں حدیث کی پیروی

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بعد ظہر اِنَّا فَتَحْنَا پڑھنا چاہیے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا' پھر عرض کیا کہ بعد عصر عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ پڑھنا چاہیے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں آیا' مگر میں کبھی بعد عصر اور کبھی قبل عصر پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ نے یہ دعا پڑھی ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ'' اور ارشاد ہوا کہ وضو کے اندر اسی دعا کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور کسی دعا کا پڑھنا حدیث میں نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا کہ پیشتر حضور فلاں آیت پڑھ دیتے تھے' ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا' معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف حالت کی وجہ سے معمول میں اختلاف ہوا' آخر میں اتباع سنت کو غلبہ ہو گیا' اس وجہ سے انہیں اعمال پر مدار رہا جو بہ تخصیص حدیث میں آئے ہیں' اگرچہ کسی اور آیت کا پڑھ دینا خلاف حدیث نہیں ہے۔ مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقیر نے عرض کیا کہ ہم نماز ظہر میں اَللّٰہُ الصَّمَدُ پانچ سو مرتبہ پڑھتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ: حدیث میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ پوری سورہ تک پڑھنے کو فرمایا ہے اور اَللّٰہُ الصَّمَدُ تو نہیں فرمایا کسی اور دعا کو ہم نے پیش کیا' آپ نے فرمایا کہ پڑھنے کو تھوڑی منع کرتے ہیں' ذکر اس کا ہے کہ سنت نہیں ہے' حضرت کو سنت کا بڑا لحاظ تھا۔

ماثور دعائیں

نواب نور الحسن خان مرحوم لکھتے ہیں' حضرت نے فرمایا کہ ''مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ تاثیر نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی ہیں' ان میں ہے۔

درود شریف کی اہمیت

ارشاد فرمایا ''درود بکثرت پڑھو جو کچھ ہم نے پایا درود سے پایا''

اتباع سنت کا مفہوم

آپ نے فرمایا کہ: اتباع سنت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کرے، گھٹائے بڑھائے نہیں' اور یہ قطعہ پڑھا:

گرد نعل اسپ سلطان شریعت سرمہ کن   تاشود نور الہی باد و چشمت مقترن

فنافی الرسول کا مطلب

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ: ارشاد ہوا کہ افعال ظاہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا، یہی فنافی الرسول ہے' اور کچھ نہیں۔

شغل حدیث

مولانا اشرف علی صاحبؒ راوی ہیں کہ ایک بار حدیث شریف کا سبق پڑھا کر یہ شعر پڑھا:

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم   الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

حدیث سے خوشی

مولوی سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ: بعض وقت بلکہ کتنی مرتبہ ہم نے خود رخصت ہونا چاہا' آپ فرماتے تھے کہ جلدی کیا ہے' ٹھہرو حدیث ابوداؤد شروع ہوئی ہے' اور کبھی پہنچنے کے ساتھ ہی آپ بہت خوش ہو کر مجھ سے فرماتے تھے کہ اچھا ہوا کہ تم آئے' حدیث شروع ہوئی ہے۔

حدیث پڑھنے میں توجہ الٰہی

ایک محدث صاحب تشریف لائے تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ: تم جانتے ہو کہ

حدیث پڑھنے میں اللہ کو کیسی محبت ہوتی ہے' اور کیسا پیار ہوتا ہے' جیسے کسی عورت کا لڑکا مر جائے اور اس کی کوئی کتاب پڑھنے کی ہو' اور اس لڑکے کے مرنے کے بعد اس کی ماں کسی طالب علم کو دے' کہ یہ میرے لڑکے کی کتاب ہے' اس کو پڑھو اور ہم کو سناؤ' اب اس وقت پڑھنے میں جو کیفیت اور جوش محبت اس کی ماں کو ہوتا ہے' ویسا ہی بعد رسولؐ کے ان کی حدیث پڑھوانے سے ایک محبت کا جوش اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔

حدیث کا فیضان

ایک بار آپ نے حدیث کے فیضان کو فرمایا کہ: شیخ عبدالحق محدث جہاں حدیث پڑھاتے تھے' ایک بزرگ نے دیکھا کہ وہاں انوار آسمان سے زمین تک نازل ہو رہے ہیں' دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں درس حدیث ہوتا تھا' اب وہاں گنوار رہتے ہیں۔

حدیث وقرآن کی مزاولت کے اثرات

مولوی سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ: تعلیم امور باطنی کے باب میں جو طریقہ مروّجہ ہے' اس بارہ میں آپ سے عرض کیا اس پر ارشاد ہوا کہ: یہی طریقہ شریعت عمدہ ہے' اسی حدیث وقرآن کی مزاولت' اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوئے' اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔ (فضل رحمانی ص ۸۳)

درس حدیث کے وقت سرور وفیض

آخر عمر میں آپ کو اکثر استغراق رہتا تھا' مگر نماز کے وقت آپ کو استغراق کی کیفیت نہیں ہوتی تھی اور حدیث کے وقت آپ خوش ہوتے اور حاضرین پر فیض کا نزول ہوتا' بعد ختم حدیث کے دعا فرماتے۔ (ذکر رحمانی ص ۱۳۰۷)

درس حدیث کی کیفیت

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری اپنی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں' میں حاضر ہو کر ادب سے بیٹھنا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ: بخاری لا کر انہیں دو' میں نے پڑھنا شروع کیا' اس وقت کی کیفیت کو نہیں عرض کر سکتا ہوں' ما دانیم و دل' مختصر اس کا یہ ہے کہ مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور میں خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں' اس وقت حضوری کی ایک ایسی لذت تھی کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہ ہوتا تھا' اور حضرتؒ کبھی کبھی مسکراتے تھے اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے' کبھی کوئی اشعار پڑھتے تھے' کبھی ہندی کے گیت ارشاد فرماتے تھے' کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ترجمہ زبان عشق سے کہو' پھر آپ نے خود فرمایا کہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے' اس جملہ سے مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نعرہ مارا' حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہو کر اتنا چلاتے ہو۔

(تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ - از سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

❁❁❁

مختصر سوانح

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ

دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں علم حدیث کا سب سے عظیم مرکز شمار ہوتا ہے اور دارالعلوم میں صدارت تدریس کی عظیم مسند پر ہمیشہ ایسے علماء فائز رہے ہیں جو اپنے علم وفضل خصوصاً علم حدیث کے ساتھ زہد وتقویٰ اور سلوک ومعرفت میں یگانہ روزگار سمجھے جاتے ہیں۔ اور طالبان علم ان سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی فیضان بھی حاصل کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے اس عظیم منصب پر سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ فائز ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے تحصیل علوم کی تھی۔ حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ استاذ المشائخ ہیں۔ دہلی کے عربی کالج میں پرنسپل تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابرین دیوبند کے استاذ مفتی صدرالدین صاحبؒ اور شاہ عبدالغنی صاحب کے معاصرین میں سے تھے۔ عربی فارسی اور اردو کے بہترین ادیب وشاعر تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب نسب اور شیخ کامل بھی تھے۔ انہوں نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے پاس سلوک ومعرفت کے مقامات طے کئے تھے۔ اکثر جذب و کیفیت کی حالت طاری رہتی تھی۔ دنیوی علائق کی جانب مطلق توجہ نہ تھی۔ اپنے زمانہ میں مجذوب وسالک مشہور تھے۔ ہمارے شیخ ومربی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے استاذ ومربی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کے اکثر اقوال واحوال حقائق ومعارف نہایت لطف لے کر بیان فرمایا کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حلقہ درس کیا ہوتا تھا۔ حلقہ توجہ ہوتا تھا یہ حال تھا، تفسیر کا سبق ہورہا ہے، آیات کا مطلب بیان فرمارہے ہیں اور آنکھوں سے زاروقطار آنسو جاری ہیں۔

الغرض حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ دارالعلوم کے سب سے پہلے شیخ الحدیث تھے۔ اس وقت یہ منصب صدر مدرس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ آپ ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم میں تشریف لائے اور تقریباً اٹھارہ سال دارالعلوم دیوبند میں اسی منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ دارالعلوم کی عظمت و شہرت میں حضرت مولانا قدس سرہ کے علم وفضل کا بڑا حصہ ہے۔ وفات سے کچھ روز قبل اپنے وطن نانوتہ تشریف لے گئے تھے اور ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو بمرض فالج داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ (پچاس مثالی شخصیات)

❁ ❁ ❁

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

فن تعبیر میں مہارت

حضرتؒ کو تعبیر خواب سے بہت مناسبت تھی لیکن اگر اول وہلہ میں ذہن منتقل نہ ہوتا تو تکلف نہ فرماتے تھے اور یہی معمول درسیات میں بھی تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ کتاب کا مقام اگر اول وہلہ میں سمجھ آجائے تو آجائے ورنہ میں مایوس ہوجاتا ہوں اور ایسے مواقع پر بہت مرتبہ اثناء درس میں فرمادیتے تھے کہ بھائی اس مقام پر شرح صدر نہیں ہوا اور بعض مرتبہ تو ماتحت مدرسین سے ان کے حلقہ درس میں تشریف لے جاکر دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ یہ مقام سمجھ میں نہیں آیا اس کی تقریر کردیجئے تو جو مطلب وہ مدرس بتاتے اس کو آکر نقل فرمادیتے تھے کہ فلاں صاحب نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا آج تو کوئی کرکے دکھلائے کیونکہ بڑے بڑے دعویدار موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا کو باوجودیکہ فن تعبیر سے بہت مناسبت تھی لیکن اس پر بھی بعض مرتبہ صاف عذر فرمادیتے تھے کہ سمجھ میں نہیں آیا۔

پیش گوئی

فرمایا کہ مجھ کو مدرسہ سے سند نہیں ملی۔ چونکہ مدرسہ نے دی نہیں اس لئے ہم نے مانگی نہیں کیونکہ یہ اعتقاد تھا۔ کہ ہم کو کچھ آتا نہیں۔ پھر سند کیا مانگتے بلکہ میں مع چند ہم سبقوں کے زمانہ جلسہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا اور عرض کیا

کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ سے ہم کو سند ملنے والی ہے مگر چونکہ ہم کو کچھ آتا جاتا نہیں اس لئے اس کو موقوف کر دیجئے تو جوش میں آ کر فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ تم کو آتا نہیں یہ خیال اپنے اساتذہ کو دیکھ کر ہوتا ہے لیکن باہر جہاں جاؤ گے تم ہی (اور یہ فرمانا کیسے پورا ہوا سب دنیائے اسلام نے دیکھ لیا۔ فللہ الحمد۔ علی محمد) تم ہو گے۔ اللہ اکبر کیسے توکل کے ساتھ فرما دیا تھا۔

وہمی کا علاج

مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل کو وہم ہو گیا تھا کہ میرے سر نہیں حضرت سن کر پہنچے اور دریافت فرمایا کہ تمہارے سر نہیں عرض کیا کہ حضرت نہیں اس پر حضرت نے جوتا نکال کر سر پر مارنا شروع کیا تب اس نے واویلا مچایا کہ حضرت مر گیا چوٹ لگتی ہے فرمایا کہ کہاں چوٹ لگتی ہے عرض کیا کہ حضرت سر میں فرمایا کہ سر تو ہے نہیں چوٹ کے کیا معنی عرض کیا کہ حضرت سر ہے فرمایا کہ اب تو کبھی نہ کہو گے کہ سر نہیں۔ عرض کیا کہ نہیں بس چھوڑ دیا اور وہم جاتا رہا اور ساری عمر بھی کبھی اس مرض کا وہم نہ ہوا یہ حضرات حکیم تھے اور حقیقت کو سمجھتے تھے حضرت مولانا غصیارے مشہور ہیں مگر نہایت ہنس مکھ اور نہایت خوش اخلاق تھے۔

سو کی ایک

حضرتؒ نے ایک بات فرمائی تھی جو دل میں گڑ گئی از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے حالانکہ میرا وہ بچپن کا زمانہ تھا اس لئے کچھ زیادہ ایسی باتوں کا ہوش نہ تھا میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے کہ جس سے مؤکلات مسخر ہو جاویں فرمایا ہاں ہے اور آسان بھی ہے کر بھی سکتے ہو اور میں بتلا بھی سکتا ہوں مگر تم پہلے یہ بتلاؤ کہ تم خدا بننے کو پیدا ہوئے یا بندہ بننے کو چنانچہ مجھ کو اسی وقت سے ان باتوں سے نفرت ہو گئی اب جو کوئی تعویذ وغیرہ کو آتا ہے لکھ تو دیتا ہوں اور وہ بھی اسلئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی تعویذ وغیرہ کو آیا کرے تو لکھ دیا کرنا لیکن ان چیزوں سے مجھکو مناسبت قطعاً نہیں۔

طالب علموں کو سزا

حضرت طالب علموں کے مارتے وقت بڑی ظرافت سے کام لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس عصا میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے مردے زندہ ہوتے ہیں اور مارنے کے وقت طالب علم کہتے کہ حضرت ہم مر گئے تو فرماتے کہ مارنے کے لئے ہی تو مار رہا ہوں حضرت اللہ اور رسول ہی کے لئے معاف کر دیجئے تو فرماتے کہ اللہ اور رسول نے تو حکم دیا ہے کہ ایسے نالائقوں کی خوب خبر لو۔

نوٹ: ''مندرجہ ذیل ملفوظات الافاضات الیومیہ حصہ دوم سے ماخوذ ہیں۔''

تکبر کی بنیاد

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر ہمیشہ جہل سے ہوتا ہے مگر میں نے جہل کی جگہ حمق کر دیا ہے کہ تکبر ہمیشہ حماقت سے ہوتا ہے کیونکہ ذرا یہ واضح لفظ ہے اور مراد جہل سے بھی حضرت کی یہ ہی تھی اگر کوئی برسوں تجربہ کرتا تب بھی ایسی بات نہ کر سکتا جوان حضرات کو فی البدیہہ معلوم ہو جاتی ہے۔

عربیت میں مہارت

حضرت مولاناؒ ایسے ادیب مشہور نہ تھے مگر مولانا کی تقریرات سے جو بہت سے مقامات مجھ کو منضبط بھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عربیت سے اس قدر مناسبت تھی کہ دیکھنے والا پھڑک جاتا ہے چنانچہ اس وقت ایک مقام یاد آ گیا آیت اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ اور آیت وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ کے متعلق اَلزَّانِيَةُ کی تقدیم اور السَّارِقُ کی تقدیم کے بارہ میں مشہور سوال ہے جس کا سب سے لطیف جواب منقول ہے کہ سرقہ کی بناء جرأت ہے اور وہ مرد میں زیادہ اور زنا کی بناء شہوت ہے جو عورت میں زیادہ ہے مگر اس جواب میں یہ خدشہ ہے کہ اس فرق کو بناء کہتے ہیں تو مجرم کی ایک قسم کی معذوری کا اظہار ہے اور یہ مقام ہے تقبیح کا اب مولانا کی توجیہ سنئے فرماتے تھے کہ سرقہ کا صدور مرد سے زیادہ عجیب اور قبیح ہے کہ وہ

کما کر کھا سکتا ہے اور عورت میں عفت وشرم وحیا زیادہ ہوتی ہے تو اس سے زنا کا صدور زیادہ عجیب اور قبیح ہے میں نے کسی تفسیر میں یہ بات نہیں دیکھی جو حضرت مولانا سے سنی میں نے حضرت سے جلالین کے بیس پارے پڑھے ہیں اور اکثر مقامات میں ایک عجیب بات ارشاد ہوتی تھی گو اب سب یاد نہیں رہا مگر کچھ کچھ یاد ہے اور پھر باوجود ان کمالات کے یہ حالت تھی کہ اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے۔

کام کی مقدار

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کام اس قدر کرنا چاہئے جس کا تحمل بے تکلف ہو سکے اور ہر کام کے لئے اسی کی ضرورت ہے کیونکہ ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھ لینا عقل کے خلاف ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مثال عجیب وغریب بیان فرمائی تھی کہ جس قدر کام کا ذوق وشوق ہو اس سے کچھ کم کرنا چاہئے اسی طرح جس قدر بھوک ہو اس سے کچھ کم کھانا چاہئے جیسے چکئی کہ اس میں پھرانے کے وقت کچھ تاگہ چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اسکے ذریعہ سے واپس آ سکے اور اگر نہ چھوڑا جائے تو وہ لوٹ نہیں سکتی اور پھر از سر نو اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

چشتی، قادری وغیرہ نسبتوں کی حقیقت

ایک غیر مقلد قاضی صاحب کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے اور یہ وہ نسبتیں ہیں چشتی قادری، نقشبندی، سہروردی بس یہ بدعت ہیں اور یہ سمجھ میں نہیں آتا میں نے سن کر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں کیونکہ یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر سہولت کے لئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اس لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہا کرو اور اگر محمد کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو

حنفی شافعی مالکی حنبلی، چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کہنا بھی جائز ہوگا گوان کے معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور جواب میں محمدی کی نظیر پیش کر کے فرمایا کہ یہ ہمارے استاد علیہ الرحمتہ کا افادہ ہے ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادہ اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف سادے الفاظ میں فرما دیتے ہیں اور ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے۔

کامل شیخ کی ضرورت

مولوی مظہر نے حضرت استاذی صاحبؒ کے حضور میں بیان کیا کہ وہاں ایک درویش پر ایک حال طاری ہوا۔ مگر بے چارے فن سے ناواقف تھے اس لئے وارد کی حقیقت نہ سمجھ سکے فلاں مولوی صاحب جو شیخ بھی مشہور تھے اور اس وقت زندہ تھے درویش ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ مولوی صاحب اس وقت درس میں تھے اور طلبہ اس وقت مثنوی شریف کا سبق پڑھ رہے تھے اور یہ درویش اس وقت ایسی حالت میں تھا کہ جس میں انسان اپنے کو زندیق اور ملحد بلکہ کتے اور سور سے بھی برا سمجھتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس سے پوچھا کہ بھائی تم کون ہو اور کیسے آئے عرض کیا کہ میں شیطان ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ اگر شیطان ہو تو **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** تو وہ شخص وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور اپنے قیام گاہ پر پہنچ گیا اور یہ سمجھا کہ واقف راہ شخص نے بھی مجھ کو ایسا سمجھا تو میں واقع میں ایسا ہی ہوں۔ جب یہ ہے تو ایسے مردود سے دنیا کا پاک ہو جانا ہی بہتر ہے چنانچہ اس نے خودکشی کر لی تو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ ان مولوی صاحب نے کچھ غور نہ فرمایا اس کا جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر تم شیطان بھی ہو تو کیا ہوا کیونکہ شیطان بھی تو انہی کا ہے نسبت تو پھر بھی باقی ہے اس سے اس شخص کی تسلی ہو جاتی اور یہ جواب علمی تو نہ تھا کیونکہ ایسی نسبت مطلوب تھوڑا ہی ہے۔ لیکن یہ جواب حالی تھا یعنی خاص اس کی حالت کے مناسب تھا جیسے طبیب بعض اوقات خلاف

قواعد کسی خاص مزاج کے اعتبار سے کچھ علاج کرتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس راہ میں ایسے راہبر کی ضرورت ہے جو جامع بین الاضداد ہو جو سب کی رعایت کر سکے اور وہ اضداد محض صورۃً ہوتے ہیں حقیقۃً نہیں ہوتے اور ایسا جمع کرنا سخت نازک کام ہے۔

ایک مریض کا علاج

ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ حضرت اعمال پر دوام نہیں ہوتا حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس مجموعہ ہی پر دوام کرلو کہ کبھی ہو گیا اور کبھی نہ ہوا یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے یہ حضرت کا فرمانا ان کے حکیم ہونے پر دال ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ گو یہ دوام مطلوب نہیں مگر اس کو دوام میں داخل کر دینے سے طالب کا دل بڑھے گا اور اس سے دوام مطلوب نصیب ہو جائے گا غرض یہ جواب تحقیق نہیں بلکہ صرف علاج ہے۔

حضرت کو جو کہ پہلے ڈپٹی انسپکٹر تھے مدارس کے چھ ماہ کی تنخواہ نہ ملی تھی جب عذر رفرو ہو گیا تھا تو تنخواہ کا نوسو روپیہ آیا تھا مگر حضرت نے لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا جس کی میں تنخواہ لوں کہا گیا کہ کام سے انکار بھی تو نہیں کیا تسلیم نفس تو بحالہ رہا مگر پھر بھی آپ نے کچھ نہیں لیا تو ایک تو یہ رنگ تھا اور ایک یہ رنگ ہے کہ اب کہتے ہیں کہ بدوں ٹکٹ کے سفر کرنا جائز ہے ایک صاحب سے میری گفتگو ہوئی کہنے لگے کہ اگر ایسے عمل سے ہم پر دوسروں کا حق جاتا ہے تو کیا حرج ہے ہمارا بھی تو حق دوسروں کے ذمہ ہے جب قیامت میں مانگے گا کہہ دیں گے کہ اس سے وصول کرلو میں نے کہا کیا واہیات ہے اگر عدالت کسی قرض خواہ کی ڈگری کر دے کسی پر اور وہ کہے کہ میرا قرض دوسرے پر ہے اس سے وصول کرلو تو کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا تو جب یہاں کافی نہیں تو قیامت میں تو کافی کیا ہوگا تب ان کی آنکھیں کھلیں اور توبہ کی۔

فضول خرچی اور بخل کا علاج

اس بخل کے مشورہ کی ایک مثال حضرتؒ نے یہ بیان فرمائی ہے اور عجیب مثال ہے کہ

اکثر ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ کو موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں تو اس میں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو اس کا عکس کرتے ہیں یعنی اس کو الٹا موڑتے ہیں تا کہ اس کا بل اور خم نکل کر سیدھا ہو جائے اگر بدوں دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں تو سیدھا نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہئے اور بخل کا مرض ہو تو صورت اسراف کا مگر یہ تجویز تجربہ کار ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہی مرض کو سمجھتا ہے۔

نوٹ: ''مندرجہ ذیل ملفوظات الافاضات الیومیہ حصہ چہارم سے ماخوذ ہیں''

بے نفسی

حضرتؒ کی موضع املیا متصل دیوبند میں ایک شخص نے آموں کی دعوت کی اور چلتے وقت کچھ آم ساتھ کر دیئے لوگوں نے مولانا کو اس حال میں دیکھا کہ سر پر آموں کی پوٹلی رکھے ہوئے بر سر بازار آ رہے ہیں تو لوگ لینے کے لئے دوڑ پڑے فرمایا کہ یہ تو میرا ہی سامان ہے اس کو مجھے ہی لے جانے دو یہ بے نفسی کی باتیں ہیں ان حضرات کی۔

تربیت و اصلاح کا اہتمام

حضرت کی ہستی ایک ممتاز ہستی تھی۔ مولانا جیسا باکمال شخص اب نظر سے نہیں گزرتا یہ مولانا ہی کی تربیت اور اصلاح کا اثر ہے کہ ہر چیز میرے یہاں حد پر ہے اور خود درس کے وقت ایسی اصلاح فرماتے تھے کہ جیسے بہت بڑا شیخ وقت استقلالاً اصلاح کیا کرتا ہے اور ماشاء اللہ تعالیٰ تھے ہی شیخ وقت اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اساتذہ اور پیر سب کامل تھے۔ یہی اتنی بڑی دولت حق تعالیٰ نے نصیب فرمائی کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

مُردوں کا جلانا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے کسی نے سوال کیا تھا کہ ہندو اپنے مردوں کو جلا دیتے ہیں اس سے تکلیف ہوتی

ہوگی۔ اس پر حضرت مولانا نے جواب میں فرمایا کہ ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی تمہاری رضائی اتار کر جلادے۔ کیسا عجیب جواب ہے۔ یہی حضرات سمجھتے ہیں حقائق کو۔

علماء پر ایک اعتراض کا جواب

یہ ملکہ قرآن فہمی وحدیث دانی اللہ تعالیٰ نے حضرات مجتہدین ہی کو عطا فرمایا تھا۔ پس درحقیقت عاقل وہی حضرات تھے اور آج کل جن کو بڑا عاقل سمجھا جاتا ہے۔ وہ اہل صنعت ہیں۔ مگر اہل عقل نہیں اور بقول حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قینچی، چاقو اچھے بنانا جانتے ہیں مگر عاقل نہیں بلکہ آکل ہیں یعنی کھانا کمانا اچھا جانتے ہیں یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ صناعین کو عاقل کہتے ہیں چنانچہ ایک نوتعلیم یافتہ نے ایک ماہواری رسالہ میں اپنے مضمون میں علماء پر یہی اعتراض کیا ہے کہ ان میں عقل معاد تو ہے۔ مگر عقل معاش نہیں۔ حالانکہ وہ بھی ضروری ہے اور انہیں چاہئے کہ ہوائی جہاز اور موٹر بنانا سیکھیں اور سکھائیں میں کہتا ہوں کہ اگر صنعتوں کے جاننے ہی کا نام عقل ہے تو ریل میں سفر کرنے والے جن میں بڑے بڑے پڑھے لکھے اور عاقل بھی ہوتے ہیں ذرا ان سے پوچھئے کہ انجن کس طرح چلایا جاتا ہے اور اس کے کل پرزوں کی کیا حقیقت ہے۔ تو ان میں سے باستثناء شاذ ایک بھی ایسا نہ نکلے گا کہ اس کی پوری واقفیت رکھتا ہو۔ حالانکہ اس سے نفع سب اٹھا رہے ہیں۔ تو کیا یہ سب پاگل ہیں اور ان میں کوئی عاقل ہی نہیں اور کیا صرف ڈرائیور ہی عاقل ہے۔ جو ایک تنخواہ دار اور ذلیل وخوار ملازم ہے۔ کل پرزوں کی حقیقت تو شاید وائسرائے کو بھی معلوم نہ ہو تو کیا اس نوتعلیم یافتہ کے نزدیک وہ بھی عاقل نہیں۔ اگر وہ عاقل نہیں تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ گورنمنٹ بھی عاقل نہیں۔ جو ایک غیر عاقل کو اتنی بڑی تنخواہ دے رہی ہے۔ پس جس طرح صنعتیں نہ جاننے کی وجہ سے وائسرائے کو کم عاقل نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح علماء کو بھی نہیں کہا جا سکتا۔

مختصر سوانح

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین، جامع علم و عرفان اور دینی بصیرت وفقاہت، تقویٰ وطہارت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ حضرتؒ والا کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کو دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ حضرت والا تھانوی قدس سرہ بجا طور پر سلف صالحین کے علوم وفیوض کے امین اور وارث تھے۔ حضرتؒ کی کیمیا اثر صحبت اور بابرکت تعلیمات سے ہزار ہا بندگان خدا کو یقین ومعرفت کی لازوال دولت میسر آئی اور بہت سے تشنگان معرفت کو اس چشمہ عرفان سے سیرابی وشادابی ہوئی۔

معاملات ومعاشرت، سیاست عقائد وعبادات غرض کہ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں حضرت والا قدس سرہ کی گراں قدر تجدیدی خدمات موجود نہ ہوں اور دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے بارہ میں حضرت نے تجدید واصلاح نہ کی ہو۔ اور اپنی تالیفات و ملفوظات ومواعظ میں ان کے بارے میں ہدایات نہ دی ہوں۔ ہر شعبہ میں آپ کی تصانیف موجود ہیں۔ تفسیر، حدیث فقہ، تصوف وسلوک، قرأت ومجموعہ، منطق وفلسفہ وغیرہ تمام علوم وفنون میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مجددانہ اور حکیمانہ تحقیقات عصر حاضر کا بے مثال منفردانہ، مصلحانہ عظیم الشان کارنامہ ہے۔

حضرت حکیم الامت کی رفعت وبلندی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہندو پاک کے بڑے بڑے صاحب علم وفضل اور اہل کمال وتقویٰ حضرتؒ کے حلقہ بیعت میں شامل

تھے۔ حضرت والا کی ذات اقدس علم وحکمت اور معرفت وطریقت کا ایک ایسا سرچشمہ تھی جس سے نصف صدی تک برصغیر کے مسلمان سیراب وشاداب ہوتے رہے۔ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں حضرت والا کی عظیم خدمات تقریری وتحریری صورت میں نمایاں نہ ہوں۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ ہیں۔ اصلاح امت کی کوشش میں علمی وعملی زندگی کے ہر گوشے پر حضرتؒ کی نظر تھی۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، عامیوں سے لے کر صوفیوں تک، درویشوں سے لے کر زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں تک، ان کی نظر مصروف اصلاح وتربیت رہی۔ پیدائش شادی بیاہ، غمی اور خوشی، اور دوسرے تقریبوں پر اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نظر پڑی اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کھرا کھوٹا الگ کیا۔ رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراط مستقیم کی راہ دکھائی تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق وعبادات اور عقائد میں دین خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی، اس کی اصلاح کی، فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیا کر دیا اور خصوصیت کے ساتھ احسان وسلوک جس کا مشہور نام تصوف ہے تجدید فرمائی۔ ان کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی۔ اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے ان کے درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کر دی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اس شعبہ کے مطابق بنا دیں جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔ (پچاس مثالی شخصیات)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
کے انمول اقوال

اہل علم کو وصیت

میں تو اہل علم کو ہمیشہ یہی وصیت کرتا ہوں کہ تم ہرگز لوگوں سے روپیہ کا سوال نہ کرو خدا پر توکل کرو ان شاء اللہ یہ سب جھک مار کر تم کو خود لا لا کر دیں گے۔ (تعمیم التعلیم القرآن الکریم ص ۸)

کھانا بھیجنے والوں کے برتنوں کی واپسی

ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کو سختی کے ساتھ تاکید کر دے کہ جب کسی کے یہاں سے کھانا آیا کرے فوراً اس کا برتن ساتھ کے ساتھ واپس کر دیا کریں بحمد اللہ مجھے اس کا بہت اہتمام رہتا ہے جب تک دوسرے کا برتن واپس نہیں ہو جاتا مجھے چین نہیں آتا۔ (ترجیح الآخرۃ ص ۱۸)

وعظ کے مضامین

الحمد للہ میری یہ عادت نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت کا تجسس کروں نہ فرمائشی مضمون کبھی بیان ہو سکے بلکہ توکلاً علی اللہ شروع کرتا ہوں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں بیان کر دیتا ہوں اور وہ اکثر سامعین کی ضرورت و حالت کے مطابق ہوتی ہیں اس سے لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ کسی نے ہماری حالت اس سے کہہ دی ہے ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو کشف سمجھیں مگر مجھے تو عمر بھر بھی کشف نہیں ہوا (میں کہتا ہوں کہ کشف نہ سہی تو الہام

ہونے میں تو شک نہیں ۱۲ جامع) اور اس میں کشف کی کیا بات ہے بس حق تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ اتنی بات تو یہ ہے کہ بحمد اللہ بیان کے وقت یہ نیت ضرور ہوتی ہے کہ اے اللہ ایسا مضمون بیان ہو جو ان لوگوں کی ضرورت کا ہو جس سے ان کی اصلاح ہو جائے خدا تعالیٰ کو تو علم غیب ہے وہ سب کی حالت جانتے ہیں وہ اس نیت کے بعد ضرورت وحالت کے مطابق مضمون دل میں ڈال دیتے ہیں کہ آج یہ بیان کرو۔ (ذم المنسیا ص ۱۵)

ترغیب کا زیادہ مفید ہونا

آج کل کی طبیعتوں کو دیکھتے ہوئے یہ تجربہ ہے کہ شوق دلانے والے مضامین میں سے زیادہ نفع ہوتا ہے بہ نسبت خوف دلانے والے مضامین کے اسی واسطے میں ترہیب کے مضامین زیادہ نہیں بیان کرتا ہوں ترغیب کے مضامین زیادہ بیان کرتا ہوں۔ (الباطن ص ۶۱)

طرزِ اصلاح

میرے شیخ کا یہی طرز تھا کہ اول طالب کے اندر محبت پیدا کرتے تھے پھر اعمال وغیرہ کی اصلاح کرتے تھے یہی طرز مجھے بھی پسند ہے۔ (خیر الحیات وخیر الممات ص ۲۹)

سفر سے اجتناب

مجھے سفر سے بہت کلفت تھی۔ کچھ تو طبعاً مجھے سفر سے انقباض ہے اور کچھ اسلئے انقباض بڑھ گیا۔ کہ سفر میں بد مذاق لوگوں سے پالا پڑتا ہے۔ اس کیلئے دوستوں سے مشورہ کیا کرتا تھا کہ ایسی کیا تدبیر کی جائے جس سے لوگ مجھے سفر سے معافی دے دیں کیونکہ مجھے اب سفر کا تحمل نہیں ہے۔ مگر کوئی صورت ایسی نہ نکلتی تھی۔ طبعی انقباض کو تو کون عذر سمجھتا ہے ویسے ظاہر میں بوجہ صحت وسلامت اسباب کے کوئی عذر تھا ہی نہیں اسلئے احباب سفر پر مجبور کرتے ہی تھے اب حق تعالیٰ نے غیب سے یہ عذر پیدا کر دیا۔ اب جہاں مجھے کوئی بلاتا ہے۔ میں یہ عذر کر دیتا ہوں کہ حرکت شدید سے جیسے کھانسی یا چھینک یا بآواز بلند بات کرنا یا ناک صاف کرنا۔ اس سے کمانی اونچی ہو کر آنت باہر آ جاتی ہے۔ جس سے مجھ کو نا قابل برداشت تکلیف ہوتی ہے۔

جب تک فوراً درست نہ کیا جائے۔ جس کے لئے خلوت کا موقع درکار ہوتا ہے۔ اور سفر میں یہ سب امور اختیار سے باہر ہیں۔ اسلئے میں سفر سے معذور ہوں (ایضاً ص ۴۴)

لوگوں کے اعتقاد سے بے پرواہی

میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ بڑے گھر سے آدمی دوڑا ہوا یہ خبر لایا۔ کہ گھر میں سے کوٹھے کے اوپر سے گر گئی ہیں۔ میں نے خبر سنتے ہی فوراً نماز توڑ دی۔ یہاں تو سب سمجھدار لوگ ہیں مگر شائد بعض ناواقف اپنے دل میں اس وقت یہ کہتے ہوں۔ کہ ہائے بیوی کے واسطے نماز توڑ دی۔ بیوی سے اتنا تعلق ہے۔ کہ خدا کی عبادت کو اس کے لئے قطع کر دیا بیشک اس وقت اگر کوئی دوکاندار پیر ہوتا تو وہ ہرگز نماز نہ توڑتا۔ کیونکہ اس سے جاہل مریدوں کی نظر میں ہیٹی ہوتی۔ مگر الحمدللہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی کیا کہے گا۔ اگر کسی کی نظر میں اس فعل سے میری ہیٹی ہوئی ہو۔ تو وہ شوق سے کوئی دوسرا شیخ تلاش کرلیں۔ جب خدا کا حکم تھا کہ اس وقت نماز کو توڑ دو۔ تو میں کیا کرتا۔ کیا اس وقت جاہلوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے میں حکم خداوندی کو چھوڑ دیتا۔ (ماعلیہ الصبر ص ۱۴)

سادگی و بے غرضی

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ ایک بار چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ خط بنانے کو حجام حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ بھائی بیٹھ جا۔ اس نے کہا حضرت میں تو سرہانے نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ سرہانے بیٹھ جائیں۔ تو میں بیٹھوں۔ فرمایا تو پھر اس وقت چلا جا۔ جب تو مجھے سرہانے بیٹھا ہوا دیکھے اس وقت آ کر حجامت بنا دینا میں کہاں جھگڑا کروں کہ پائنتی چھوڑ کر سرہانے جا کر بیٹھوں۔ ایک دوسرے بزرگ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے حجام سے کہا۔ کہ ارے یہ سرہانے نہیں بیٹھیں گے۔ تو ہی بیٹھ جا۔ صاحبو! ہمارے اکابر تو اس شان کے تھے۔ اور گو میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر الحمدللہ اپنے اکابر کے اس طرز کا عاشق ہوں اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس رمضان گزشتہ میں لوگوں نے

جامع مسجد کی امامت کے لئے مجھ سے درخواست کی حالانکہ امامت و خطابت قدیم سے ہمارے قصبہ میں خطیبوں ہی کے خاندان میں ہے جن میں سے میں بھی ہوں مگر اب تک دوسرے خاندان کے لوگ امام تھے۔ تو مجھے واللہ ایک دن بھی یہ وسوسہ نہیں ہوا کہ اپنا منصب دوسرے کے پاس کیوں ہے مگر اب بعض وجوہ سے لوگوں کو پہلے امام سے انقباض ہو گیا۔ اور مجھے امام کرنا چاہا تو میں نے صاف کہہ دیا۔ کہ جب تک خود وہ امام اجازت نہ دے میں امامت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود ان لوگوں نے بھی درخواست کی۔ تو میں نے منبر پر کھڑے ہوتے ہی صاف کہہ دیا کہ میں اس وقت آپ لوگوں کے کہنے سے امامت قبول کرتا ہوں۔ اور صاف کہتا ہوں۔ کہ یہ میرا حق نہیں جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کو اپنا حق سمجھ لیتے ہیں۔ نہ میرے خاندان کو اس حق کی میراث پہنچے گی۔ اور میں صرف اس وقت تک امام رہوں گا۔ جب تک آپ سب لوگ راضی رہیں اور اگر کسی شخص کی بھی مرضی نہ ہو۔ خواہ وہ جولاہا یا تیلی ہو۔ تو وہ ڈاک میں جس وقت بھی ایک کارڈ میرے نام ڈال دے گا کہ امامت سے الگ ہو جائے۔ اسی دن میں امامت چھوڑ دوں گا واللہ مجھے منبر اور وعظ و امامت کی ضرورت نہیں لوگ مجھ سے منبر اور وعظ وغیرہ کا کام لے لیں۔ اور مجھے اس سے منع کر دیں اور ایک حجرہ مجھے مل جائے تو میں اس پر راضی ہوں۔ اور اگر حجرہ بھی چھین لیا جائے۔ تو مجھے اس سے بھی دریغ نہیں۔ میں اپنے گھر یا جنگل میں بیٹھ کر اپنے خدا کو یاد کر لوں گا۔ (ایضاً)

راحت کا نسخہ

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

حوصلہ اور وسعت ظرفی

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ میں وسعت حوصلہ اور ظرف زیادہ تھا اس وجہ سے وہ اپنے متعلقین اور اعزہ کی دین اور دنیا دونوں کی خبر گیری فرماتے تھے جہلا مولانا پر اس کا

اعتراض بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ اصل حقیقت کو نہیں سمجھتے اور فرمایا کہ میری طبیعت میں اس قدر وسعت نہیں مجھے دنیا کی باتوں سے سخت انقباض اور تنگی ہونے لگتی ہے۔

دبدبہ سے چیز سستی لینا جائز نہیں ہے

میں نے ایک روز قصاب کو بلایا اور پوچھا کہ ہمارے یہاں تم گوشت غریبوں کے بھاؤ سے کیوں نہیں دیتے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ قصابوں نے کہا کہ آپ مولوی صاحب ہیں۔ میں نے کہا کہ بس میری مولویت کا نرخ چار پیسہ ہوا۔ سچ سچ ایمان سے بتلاؤ کہ اگر میں باوجود مولوی صاحب ہونے کے اس قوم میں نہ ہوتا۔ بلکہ کسی غریب قوم میں ہوتا۔ جب بھی تم اس نرخ سے دیتے۔ قصابوں نے کہا کہ حضور آپ کے سامنے مکروفریب کہاں چلتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت تو ہم اس بھاؤ نہ دیتے۔ میں نے کہا ایسا گوشت کھانا حرام ہے۔ ہم کو تم جولاہوں اور تیلیوں کے بھاؤ سے دیا کرو۔ تو ہم لیں گے۔ ورنہ آج سے گوشت کھانا چھوڑ دیں گے۔ قصابوں نے بڑا اصرار کیا۔ میں نے ہرگز نہ مانا۔ اس روز سے ہمارے یہاں دو آنہ سیر گوشت آتا ہے۔ صاحبو! یہ ظلماً ارزاں گوشت خریدنا ریاست نہیں ہے۔ اس ریاست کی حقیقت عنقریب معلوم ہو جائے گی۔ (ایضاً ص ۱۸)

حقوق العباد کی اہمیت

فرمایا کہ میرے گھر میں کوئی چیز نہیں۔ جس کے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میری ہے اور میرے گھر کے لوگوں کی۔ اس میں بڑی مصلحت ہے۔ اگر ایک مر جائے۔ تو پیچھے شبہ نہ ہو۔ کہ کس کی چیز تھی۔ کیونکہ میراث تقسیم کی جائے حدیث میں آیا ہے۔ کہ تین پیسے کے عوض میں سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلائی جائیں گی۔ لوگوں کے حقوق زیادہ قابل اہتمام ہیں نماز روزہ سے کیونکہ سات سو مقبول نمازوں کی تین پیسے قیمت تجویز کی گئی لوگ جو نماز روزہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ حقوق العباد کا وہ بھی نہیں کرتے۔

تہذیب کی اہمیت

مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت پر زیادہ نظر ہے کیونکہ پڑھنے لکھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کسی نے جماعت سے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی کیونکہ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں بخلاف اس کے کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

بچی کو زیور پہنانے کا وقت

میری رائے یہ ہے کہ جب تک لڑکی پردہ میں نہ بیٹھ جائے اس وقت تک اس کو ہرگز زیور نہ پہناؤ۔ اور ویسے بھی باہر پھرنے والی بچی کو زیور پہنانا نہایت خطرناک ہے یہ اس کے ساتھ محبت نہیں بلکہ اس کی جان کے ساتھ عداوت ہے۔ (ایضاً)

بلاضرورت دوسرے کو کام نہ کہنا

فرمایا تہذیب کی بات یہ ہے جو کام خود کر سکے اس کی فرمائش دوسرے سے نہ کرے۔ بس ایسے کام کو دوسرے سے کہے جو بغیر اس کے ممکن ہی نہ ہو۔ اور وہ بھی بشرط اپنی ضرورت اور اس کی سہولت کے۔ (ملفوظات ہفت اختر)

مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ

ایک دن لوگ حضرت کی مجلس میں دور دور بیٹھے ہوئے تھے اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی تھی اس پر فرمایا کہ سب قریب قریب مل کر بیٹھ جایئے افسوس میں روز کہتا ہوں مگر کوئی اس کا خیال نہیں کرتا کیا یہ بھی میرے ذمہ ضروری ہے کہ روز کہا کروں اگر کوئی نیا

آدمی دیکھے تو یوں کہے گا کہ یہ شخص بھیڑیا معلوم ہوتا ہے جو لوگ اس سے اس قدر خائف ہیں کہ پاس آنے کی ہمت نہیں ہوتی اور یہ بھی فرمایا اس قدر تعظیم کرنا بدعت ہے۔

فکرمند بنانا

فرمایا کہ جو شخص مجھ سے بیعت کی درخواست کرتا ہے اول تو میں اس کو کتابیں دیکھنے کو لکھ دیتا ہوں بالخصوص مواعظ کے مطالعہ کو تو میں اکثر لکھتا ہوں اور اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور اگر کسی شخص نے یہ لکھا کہ ہم نے کتابیں دیکھی ہیں تو میں لکھتا ہوں کہ کتابیں دیکھ کر اپنی حالت میں کیا تغیر کیا اس سے وہ نفع ہوتا ہے جو کہ برسوں کے مجاہدہ میں بھی نہیں ہوتا میں تو اول روز ہی کام میں لگا دیتا ہوں مگر لوگ قدر نہیں کرتے اصل چیز فکر ہے جب فکر میں پڑتا ہے تو راستہ تلاش کرتا ہے بس میں اول ہی گفتگو یا خط و کتابت میں طالب کے سر پر بوجھ رکھ دیتا ہوں بس اس کی وجہ سے اسے فکر پیدا ہوتی ہے اس فکر کی وجہ سے راستہ خود بخود منکشف ہونے لگتا ہے۔

توبہ سب گناہوں کو مٹا دیتی ہے

اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

ہمت کیسے پیدا ہوتی ہے

ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔

کامل یکسوئی حاصل کرنے کا طریقہ

کامل یکسوئی کا انتظار فضول ہے یہ تو دنیا میں پھنس کر ہو نہیں سکتا۔ اس کے حصول کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اسی پریشانی کی حالت میں تعلق مع اللہ کا سلسلہ شروع کر دے پھر رفتہ رفتہ اطمینان کلی نصیب ہو جائے گا ورنہ عمر یوں ہی ختم ہو جاوے گی اور یکسوئی نصیب نہ ہوگی۔

اپنی عصمت وعزت محفوظ رکھنے کا نسخہ

حدیث میں ہے تم مسلمانوں کی عورتوں سے بچتے رہو تو تمہاری عورتیں باعصمت رہیں گی۔ تم اپنے باپ کا ادب ملحوظ رکھو تو تمہاری اولاد تمہارا ادب کرے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوسروں کی عورتوں پر نظر رکھتا ہے اور ان کی عصمت برباد کرتا ہے اس کی عورتوں کی بھی عصمت برباد ہو جاتی ہے۔

اپنے آپ کو مٹانا بڑے کام کی چیز ہے

اپنے آپ کو مٹانا جس کو تواضع کہتے ہیں بڑے کام کی اور نفع کی چیز ہے۔ یہ مٹانا وہ چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے واسطے بندگان خدا نے سلطنتیں چھوڑ دیں، دنیا بھر کی پرواہ نہ کی۔ کوئی بات تو تھی جس کی بدولت دنیا بھر سے اس کو ترجیح دیتے تھے۔

دین ودنیا کی پریشانیوں کا حل

ایک صاحب کا ایک لمبا خط آیا جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے وہ جو کریں اس میں راضی رہے۔ یہ بہترین تدبیر ہے کوئی تدبیر کر کے دیکھے۔

تمام پریشانیوں کی جڑ

حرص تمام پریشانیوں کی جڑ ہے یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو اُمّ الامراض کہنا چاہیے کیوں کہ اسی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔ بدکاری اور چوری کا منشاء بھی لذت حرص ہے۔ اخلاق رذیلہ کی جڑ بھی یہی حرص ہے کیوں کہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے بس کبر کا منشا بھی یہی حرص ہے۔

اعتدال ضروری ہے

کہ بزرگ تمام عبادات و عادات میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں اور اسی پر دوام (ہمیشگی) کی امید ہوسکتی ہے جو دین میں مطلوب ہے۔ باقی غلو (حد سے زیادہ) سے ملال اور کلال پیدا ہوتا ہے اور اس سے کبھی ترک عمل کی نوبت آ جاتی ہے۔ غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر (کثرت) ہے اور فی المال (بالآخر) عمل کی تقلیل (قلت)

عورتوں کی اصلاح کا طریقہ

کہ عورتوں کی اصلاح کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ کتب دینیہ کا مطالعہ کرتی رہیں باقی آج کل ایسا نمونہ کہ جس کو وہ خود مشاہدہ کر کے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال (بہت مشکل) ہے اور خاوند کی معتقد نہیں ہوتیں۔ اس لئے بس کتابیں پڑھ کر سنایا کریں۔ خاوندوں کو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگے چاہے اصلاح ہو یا نہ ہو بس ان کو کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں وہ تو مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔

اصلاح کے لئے صحبت ضروری ہے علم نہیں

اصلی چیز اصلاح کے لئے صحبت ہے علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بے کار ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے۔ صاحب علم بلا صحبت سے اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحا و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی داڑھی سے ہمیں بحث ہوگی نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھائیں گے۔ وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے اُنس ہوگا اور دین سے مناسبت پیدا ہوگی۔ یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی شاخ۔ صحابہ سب عالم نہ تھے۔ صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ (اللہ والوں) نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف۔

ایک بیعت ہونے والے کے تکبر کا علاج

فرمایا کہ ایک صاحب کیرانہ میں بیعت ہونے کے لئے آئے جب آئے تو مٹھائی ایک اور شخص کے ہاتھ میں لائے۔ میں نے دیکھ لیا کہ ہاں آپ میں شان ہے اور کبر کا مادہ ہے۔ اتفاق سے مجھے کئی جگہ جانا تھا میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کر سکوں وہاں چلئے۔ چنانچہ مٹھائی کا طباق ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت میرے ساتھ ہوئے وہاں پہنچ کر بھی میں نے یہی کہا کہ کیا کہوں یہاں بھی فرصت نہ ملی وہاں چلئے غرض اس طرح دو گھنٹے تک گھر گھر ان کو مع مٹھائی کے لئے پھرا اور قصداً بازار میں ہو ہو کر جاتا تھا وہ صاحب ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے لئے ساتھ پھرتے رہے جب میں نے خوب پریشان کر لیا اور سمجھ لیا کہ ہاں اب ان کے قلب سے یہ خبیث مادہ نکل گیا تب مرید کیا اور اپنی اس حرکت کی وجہ بھی ظاہر کر دی چنانچہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہٖ دو گھنٹہ میں جاتا رہا۔

دنیا وآخرت کی خیر حاصل کرنے کا طریقہ

جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے جس کا عمل اس پر ہوگا۔ اس کی زندگی بڑی حلاوت کی ہوگی خیر دنیا اور خیر عقبیٰ دونوں اس کو حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں میں بڑا وقت برباد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ایک پیسہ کا بھی نقصان نہیں چاہتے

فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قرض دیا کرو تو لکھ لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ انتہائی شفقت و مہربانی ہے کہ ہمارے پیسہ کا نقصان بھی گوارا نہیں کرتے تو جان کا نقصان کب گوارا ہوگا۔

پھر وہ جنت سے محروم کر دے دوزخ میں کب ڈالنا چاہیں گے جب تک کہ تم خود نہ گھسو (گناہ کر کے) چنانچہ ارشاد ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ

علمائے دین کی توہین کی سزا

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

خدمت کی عظمت

خدمت بڑی چیز ہے دوسروں کی راحت کے لئے اپنے اوپر تکلیفیں برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں بے چاری اکیلی ہوتی ہے اور دن بھر اکیلی بیٹھی رہتی ہیں لیکن ان اللہ کی بندی میں ایثار اور راحت رساں خلق کا مادہ اس قدر ہے کہ کبھی کچھ نہیں کہتیں بلکہ کہا کرتی ہیں کہ جس میں تمہیں راحت ہو وہی کرو۔ میری وجہ سے کسی معمول میں فرق نہ ڈالو۔ اسی شفقت و ایثار کی بدولت وہ مقروض تک ہو جاتی ہیں گو میں منع ہی کرتا رہتا ہوں کہ اتنی تکلیف اپنے اوپر کیوں برداشت کرتی ہو لیکن میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ ان کی مغفرت ان شاء اللہ اسی کی بدولت ہوگی۔

اصلاح کا آسان نصاب

میری محبت کے لئے کوئی لمبی چوڑی شرطیں نہیں بس صرف یہ ہے کہ جس طرح میں چاہوں اس طرح چلے اور میں کوئی دشوار کام بھی نہیں کراتا۔ میں کوئی مجاہدہ بھی نہیں کراتا۔ رات کو جگاتا نہیں۔ کھانا پینا کم نہیں کرتا۔ بس تھوڑا سا ذکر بتا دیتا ہوں اس کو ہمیشہ کرے اور معاصی (گناہ) کو بالکل چھوڑ دے اور عادات کی اصلاح کرے اور عادات کی اصلاح کا بس خلاصہ یہ ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ کسی کو اس کے قول یا فعل سے کوئی تکلیف یا الجھن نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اتنا کرے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہ سکتا۔ اب بھلا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔

بزرگوں کا فیض

میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا دوسرے کتے اس کے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔ پھر فرمایا کہ جن بزرگوں کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہوسکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے ہاں دھن ہونی چاہئے چاہے تھوڑی ہی ہو۔

غربت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

(غربت) کی شکایت پر فرمایا کہ یہ انبیاء کی سنت ہے۔ رزق جتنا مقدر میں ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے۔ اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں۔ ہاں دعا کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ سکون دے دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے پھر پریشانی نہیں ہوتی اور تعلق پیدا کرنے کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ خوب مانگا کرے۔

ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر نہ کرو

ماضی پر غلو (حد سے زیادہ) کے ساتھ افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے۔ جن گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر چکا ہے ان کو جان کر یاد نہ کرے۔ اور آئندہ کے نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑے۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر یہ دونوں حجاب ہیں (یعنی ناامیدی پیدا کرتے ہیں)

ایک بیماری کے ساتھ کئی راحتیں آتی ہیں

بیماری میں اگر حق تعالیٰ ایک تکلیف دیتے ہیں تو اس کے ساتھ پچاس راحتیں بھی مہیا کر دیتے ہیں۔ ہر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے ناز نخرے اٹھانے والے بہت سے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی خفگی یا ترشی بیمار کی طرف سے ہو جاتی ہے تو کوئی خیال نہیں کرتا کہ بیماری کی

وجہ سے مزاج چڑ چڑا ہو گیا ہے پھر فرمایا کہ بیماری میں تیزی نہیں رہتی۔ خستگی اور شکستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ متانت اور وقار بھی آ جاتا ہے۔ چھچھورا پن نہیں رہتا۔

عافیت بڑی نعمت ہے

عافیت بڑی نعمت ہے اس سے دین میں مدد ملتی ہے باقی زیادہ تمول (دولت) تو بھلا ہی دیتا ہے۔ عذاب ہے ہر وقت ہزاروں فکریں، پھر بغیر عافیت سب ہیچ۔ ایک نواب لکھنؤ کے تھے ان کا معدہ ایسا ضعیف ہو گیا تھا کہ ململ میں قیمہ رکھ کر چوسا کرتے تھے وہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ شہر کے کنارہ مکان تھا ایک لکڑ ہارے کو دیکھا سر پر سے لکڑیوں کا گٹھا اتارا۔ پسینہ پونچا۔ گرمی کے دن تھے منہ ہاتھ دھوئے دو روٹی نکالیں اور پیاز سے کھائیں پھر وہیں پڑ کر سو رہا۔ ان حضرت کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔ اس کو دیکھ کر وہ اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اگر میری یہ حالت ہو جائے تو اس کے عوض اپنی ساری نوابی اور ریاست دینے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے پاس سب کچھ تھا ان کے کتے تک سب کچھ کھاتے تھے لیکن ان کو میسر نہ تھا۔ واقعی ایسی دولت جو اپنے کام نہ آئے سوائے اس کے کہ مزدوری ہے اور کیا ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ بغیر انہماک کے دے تو ہر حال میں پھر وہ نعمت ہے اس کا حق ادا کرے۔

ہمیشہ آسان راستہ اختیار کرو

ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ بے وجہ طول و مشقت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے وہ قوت و ہمت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات پر جس قدر چاہتے مشقت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو دو کاموں کا اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل و آسان ہو۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور امت کے ضعفاء (بوڑھے اور بیمار) سنت سے محروم نہ رہیں اور ان کو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے۔ ظاہر

ہے کہ توکل وزہد وقناعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بیبیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔

دعا کا طریقہ

آدمی کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے اپنے مقاصد میں کامیابی یا رفع پریشانی کی اس طرح کہ حتی الامکان حضور قلب اور عاجزی کے ساتھ مانگے کہ یا اللہ میرا یہ کام کر دے اور ایک مضمون کو تین تین بار کہے کام ہو یا نہ ہو دعاء کو سکون قلب میں عجیب تاثیر ہے۔

علم اور صحبت دونوں ضروری ہیں

علم بھی بلاصحبت کے بے کار ہے۔ صاحب صحبت بلاعلم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے۔ (بنسبت) صاحب علم بلاصحبت کے۔ صحابہ سب کے سب عالم نہ تھے صرف صحبت سے پایا۔ جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف۔

کسب دنیا اور حب دنیا

کسبِ دنیا حرام نہیں حُب دنیا حرام ہے۔ روپیہ کمانے کی ممانعت نہیں اس میں کھپ جانے کی ممانعت ہے۔ اگر گھی دودھ اغذیہ چھوڑ دیئے جائیں تو دماغ میں خشکی آئے گی اور کوئی کام اس سے نہ ہو سکے گا۔ اگر دماغ کی حفاظت کرو گے تو سب کام ہو سکیں گے۔ نفس کو کھلا پلا کر اس سے سرکاری کام لو۔ نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ دماغ سرکاری مشین ہے۔ اگر اس کو مزدوری ملتی رہے اور مرمت ہوتی رہے تو کام دیتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور فرماتے ہیں قوی مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے یعنی ظاہری بھی قوی ہو کہ دوسروں کی مدد کر سکے اور باطن میں بھی قوی ہو۔

پوری راحت جنت میں ہوگی

دنیا میں پوری راحت کی تو آدمی ہوس ہی نہ کرے پریشانی تو جنت ہی میں پہنچ کر ختم

ہوگی۔ پورا آرام تو آخرت ہی میں ملے گا۔ جس مصیبت سے آخرت بنتی ہو وہ مصیبت نہیں البتہ دعاء ہمیشہ عافیت کی کرنی چاہیے کہ وہ نعمت ملے جس کا تحمل ہو سکے۔

راستہ کام کرنے سے کھلتا ہے

کام کرنے سے راستہ کھلتا ہے اس انتظار میں نہ رہے کہ پہلے سے راستہ نظر آئے تو آگے قدم رکھے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بڑی سڑک پر جس کے دو طرف درخت لگے ہوں کہ سیدھی جارہی ہو اگر کھڑے ہو کر دیکھو گے تو کچھ دور کے بعد درخت باہم ملے ہوئے نظر آئیں گے لیکن جوں جوں آگے بڑھو گے راستہ کھلتا نظر آئے گا۔

علم نہ ہونا بھی عجیب چیز ہے

حضرت کے پاس ایک بچہ لایا گیا کہ اس پر دم کر دیجئے۔ وہ رونے چیخنے لگا تو فرمایا عدم علم بھی عجب چیز ہے جس سے مفید چیز بھی مضر معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھئے اس کو لایا گیا اس کے نفع کے لئے اور یہ اس سے گھبراتا ہے یہی مثال ہے حق تعالیٰ کے برتاؤ کی ہمارے ساتھ کہ حقیقت میں رحمت ہوتی ہے اور ہم اس سے گھبراتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ اس سے ہم کو سبق لینا چاہیے۔

قبولیت نماز کی نشانی

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ دربار میں گھسنے دے گا؟ ہرگز نہیں۔ بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آ گئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہو گئی اور تم مقبول ہو۔ (از حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات وانمول خزانہ)

مختصر سوانح

امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

حضرت الاستاذ الاکبر علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی مبارک ہستی نہ کسی تعارف کی محتاج ہے نہ کسی تاریخ کی دست نگر، ان کی حقیقی تاریخ ایک پیروں چلتی تاریخ ہے جو ان کے تلامذہ اور ماثر علمی کی صورت میں ہمہ وقت دائر وسائر نمایاں اور چشم دید رہتی ہے۔ اس امت مرحومہ میں لاکھوں علماء وفضلاء پیدا ہوئے اور اپنے نورانی آثار دنیا کے لئے چھوڑ گئے لیکن ایسی ہستیاں معدودے چند ہیں جن کا فیض عالمگیر اور محبوبیت عام قلوب کی امانت ہو اور جن کے علم کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی امت نے استفادہ کیا ہو۔ حضرت امام العصر علامہ انور شاہ صاحبؒ کی ہستی انہیں مبارک اور معدودے چند ہستیوں میں سے ایک ممتاز ہستی ہے جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہے اور صدیوں کو علم وفضل سے رنگین کر جاتی ہیں۔ حضرتؒ کا علم اگر متقدمین کی یاد تازہ کرتا تھا تو ان کا عمل سلف صالحین کو زندہ کئے ہوئے تھا۔ اور اسوہ سلف کے لئے نمونہ ساز تھا۔ علم، حافظہ، تقویٰ وطہارت اور زہد وقناعت مثالی تھی۔ علمی حیثیت سے ہم تلامذہ انہیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے اور عملی حیثیت جو ہمہ جہت اتباع سنت کے نور میں ڈھلا ہوا تھا۔ اکثر و بیشتر ان کے عمل ہی سے مسائل معلوم کر لیتے تھے اور مسئلہ وہی نکلتا جو ان کا عمل ہوتا تھا۔ ان کے روشن چہرہ پر ایمان کی چمک اس طرح نمایاں تھی کہ غیر مسلم بھی دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ اگر اسلام مجسم صورت میں آتا تو وہ علامہ انور شاہ کی صورت میں ہوتا۔ ہمارے شیخ ومربی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے تھے کہ ”ہمارے

زمانے میں مولانا انور شاہ صاحب کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔''

مختصر یہ کہ حضرت شاہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ تمام علوم معقولات ومنقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اور قوت حافظہ میں یگانہ روزگار تھے۔ کئی مشہور محققانہ کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا درس حدیث اپنے دور کا مشہور درس تھا جو ایک خاص امتیازی طرز لئے ہوئے تھا۔ آپ کے تبحر علمی نے درس حدیث کو جامع علوم وفنون بنادیا تھا اور آپ کے درس نے نقل وروایت کی راہ سے آنے والے فتنوں کے لئے آنے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ آج بھی نمایاں اور ممتاز علماء اور صاحب طرز فضلاء زیادہ تر آپ ہی کے تلامذہ ہیں جو ہندو پاک میں علمی مسندوں کو آراستہ کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے یہاں ردقادیانیت کا خاص اہتمام تھا۔ اور اس فتنہ کو اعظم الفتن شمار کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں کئی معرکۃ الآ راء کتابیں خود بھی تصنیف فرمائیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے تلامذہ سے بھی لکھوائیں۔ اس بارے میں بڑے شغف کے ساتھ لکھنے والوں کو علمی مدد دیتے تھے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا سید بدرعالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے خصوصیت سے حضرت شاہ صاحبؒ کی ردقادیانیت تحریک میں عملی حصہ لیا اور تحریر وتقریر کے ذریعے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سرگرمی سے کام کرتے رہے۔ الغرض حضرت شاہ صاحبؒ کی آخری زندگی تردید قادیانیت میں صرف ہوئی اور انہیں کامل شغف اس فتنہ کبریٰ کے استیصال سے رہا۔ جس سے حضرت شاہ صاحب مرحوم کا بغض فی اللہ نمایاں ہوجاتا ہے۔ جو محبت حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین کا ایک واضح نشان اور ورثہ انبیاء کی کھلی دلیل ہے حضرتؒ کے اس سلسلہ کے مضامین ومقالات جن کا تعلق تردید قادیانیت سے ہے خصوصاً مقدمہ بہاول پور میں انہوں نے کئی روز مسلسل ردقادیانیت اور قادیانیوں کے کفر کے اثبات میں جو نہایت پرمغز اور علمی بیانات کے اہم اقتباسات حضرت شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا سید انظر شاہ صاحب نے اپنی تالیف ''نقش دوام'' میں جمع کردیئے ہیں۔ جن سے قادیانیت کے متعلق اکابر دارالعلوم دیوبند کا نقطہ نظر مدلل طور پر سامنے آگیا ہے اور ساتھ ہی متعلقہ علوم اور اصول ومقاصد دین بھی واشگاف ہوگئے ہیں۔ (پچاس مثالی شخصیات)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے انمول اقوال

ذکر اللہ جنت میں بھی ہوگا

فرمایا:۔ ذکر اللہ ایسی عبادت ہے کہ جنت میں خدا کے دیدار کے بعد بھی منقطع نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ الی الابد ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ غافل کو حیات نہیں ہے اور ذکر کو موت نہیں ہے۔ سورۂ اعلیٰ میں جو یہ ہے کہ ''لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْییٰ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر نہ مردہ ہوگا نہ زندہ کہ اعمال حیات نہ ہوں گے موت کے بعد مقربین اعمال بھی کررہے ہیں اور عوام بیکار رہیں گے۔

مومن عورتوں کو دیدار خداوندی

فرمایا:۔ مومن عورتوں کو عیدین کے دنوں میں دیدار خداوندی کی نعمت حاصل ہوا کرے گی (جامع صغیر سیوطی) لیکن اس سے اور اوقات کی نفی نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ کسی شخص کے پاس اشرفیاں ہوں اور وہ قدم قدم پر خرچ کرتا ہو اور دوسرا شخص ذکر اللہ کرتا ہو تو وہ یہ افضل ہے۔

حدیث میں ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے سے کے انوار زمین سے آسمان تک بھر جاتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ تنہا اللہ اکبر ہی زمین سے آسمان تک بھر دیتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ آسمان کو چیر کر نکل جاتا ہے یعنی اس کی سمائی نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں۔

جب بندہ اللہ اللہ کہتا ہے تو خدا لبیک لبیک کہتا ہے اور یہی تفسیر ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ کی اسی لئے میرے نزدیک اذکرکم سے مراد ''رحمت سے یاد کرنا'' یہ بے ضرورت تاویل ہے۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

حدیث میں ہے کہ بندہ جب نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھتا ہے تو خدا کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے "حمدنی عبدی" پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے 'اثنیٰ علی عبدی" پھر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھتا ہے تو ارشاد باری ہوتا ہے "مجدنی عبدی" پھر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پڑھتا ہے تو ارشاد باری ہوتا ہے "هذا بینی و بین عبدی ولعبدی ماسأل" پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الآ یہ پڑھتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ وہ مانگتا ہے دوں گا۔

یہ تو حدیث سے ہے اور ہمیں خارج سے معلوم ہوا کہ اگر خارج صلوۃ بھی پڑھے گا تب بھی یہی حکم ہے۔

روح کو خواہ کافر کی ہو یا مومن کی کبھی موت نہیں ہے لیکن اعمال حیات ذاکر کے لئے مخصوص ہیں اور غافل بمنزلہ مردہ ہے اگر چہ روح باقی ہے۔

غرض ذاکرین سے ذکر اللہ کسی وقت جدا نہ ہوگا۔ قبر میں بھی محشر تک ساتھ ہوگا اور جنت میں بھی رہے گا اسی لئے میں نے کہا کہ ذکر اللہ ان کے حق میں دائمی ہے اور ذاکر کو موت نہیں ہے جیسے غافل بظاہر زندہ ہو کر بھی مردہ ہے۔

عمامہ نمازوں کیلئے

ایک وعظ میں فرمایا کہ عمامہ تین ذراع (۱'۱/۲ گز عرفی) عام استعمال کے لئے ۷ ذراع نمازوں کے لئے اور ۱۲ ذراع کا جمعہ' عیدین اور وفود کے لئے ماثور رہے اس کو علامہ جزری نے امام نووی سے نقل کیا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح ان کے دستخط سے یہ عبارت دیکھی ہے اور لکھا کہ میں عرصہ تک اس تلاش میں رہا کہ عمامہ کے بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم ہو۔

حنفی نماز میں اتباع سنت

فرمایا:۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیوں کی نماز میں کوئی چیز خلاف سنت نہیں ہے۔ البتہ شوافع حنابلہ اور مالکیوں کی نماز میں بعض بعض چیزیں ایسی دیکھتا ہوں جو خلاف سنت ہیں باوجود یکہ وہ نبیہ صلوۃ میں اور صفت صلوۃ میں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ مقابلے کرنے مذاہب کے آدمیت سے باہر ہیں۔ مگر مجبوراً کہنا پڑتا ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ حدیث پر ہمارا ہی قبضہ ہے۔ حنفی کو حدیث سے کچھ تعلق نہیں ہے جبکہ حنفیوں کو کوفہ میں ہزاروں صحابہ کا حدیثی ذخیرہ ملا ہے اور سب سے بڑے حضرت ابن مسعودؓ کا کہ وہ بھی کوفہ میں آ گئے تھے۔

ذکر اعمال

فرمایا:۔ حدیث میں ہے کہ دنیا اور تمام معاصی زنا' سرقہ وغیرہ بھی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور علامہ منذری کی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں حضرت ابوالدرداء سے حدیث مروی ہے کہ حق تعالیٰ محشر میں ندا فرمائیں گے۔ ''جو عمل خدا کے لئے کئے گئے ہیں ان سب کو جنت میں لے جاؤ اور جتنے عمل غیر خدا کے لئے کئے گئے ان سب کو جہنم میں لے جاؤ۔'' چنانچہ حجر اسود' مقام ابراہیم' کعبہ مکرمہ اور مساجد اور دوسری متبرک اشیاء سب جنت میں پہنچائی جائیں گی۔

علاقہ جنت

فرمایا:۔ ساتویں آسمان سے عرش تک جنت کا علاقہ ہے اور نیچے سب دوزخ کا علاقہ ہے لیکن بعض چیزیں جنت کی عاریت آئی ہوئی ہیں۔ جیسے حدیث میں ہے ما بین منبری و بیتی روضۃ الخ یعنی وہ حصہ جنت سے آیا ہوا ہے اور وہیں چلا جائے گا۔

حدیث بخاری میں ہے کہ خدا سے جنت الفردوس مانگو کیونکہ فردوس کی چھت عرش ہے۔ اور عند سدرۃ المنتہیٰ آیا ہے اور وہ بروئے حدیث ساتویں آسمان پر ہے۔

جزاء وسزاء عین اعمال ہے

فرمایا:۔ آخرت میں اعمال کا ثمرہ جو ملے گا وہی عمل ہوں گے۔ ان کی ایک صورت ہے عالم دنیا کی اور دوسری عالم آخرت کی۔ عمل ایک ہی ہے لیکن مکان کے اعتبار سے فرق ہے کہ وہی عمل وہاں جزاء کی صورت میں ہوگا اور اس کی دلیل آیت قرآنی وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِراً ہے۔ جس کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا لیکن میں کہتا ہوں کہ بعینہ اپنے کئے ہوئے اعمال ہی کو آخرت میں موجود پائیں گے اور یہ مفہوم دوسری آیات واحادیث سے بھی مؤید ہوتا ہے۔

اور فرمایا کہ اسی سے منشق ہو کر تقدیر بھی نکلی ہے۔ یعنی جبر وقدر کا مسئلہ بھی اسی سے حل ہو جاتا ہے کہ جزاء جب عین عمل ٹھیری تو اچھے عمل کا ثمرہ اچھا اور برے کا برا ہونا ہی چاہئے۔

دانہ خلاف تخم نے ہر چہ بود ز جبر وقدر　　آنچہ کہ کشتۂ درو حطہ ز حطہ جو ز جو

یہ بھی واضح ہو کہ افعال عباد بطور شیٔ واحد ذو وجہین ہیں نہ کہ شیٔ واحد ذو جزئین کہ خلق و کسب دو چیزیں الگ الگ ہوں اور ان کا فرق کر کے دکھلایا جائے۔

پھر فرمایا کہ امام غزالیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ایک مخزن ہے آگ کا جس کو تمام عالم میں پھیلا کر دوزخ بنا دیا جائے گا۔

اور موجودہ سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ پانی و ہوا میں بھی بجلی ہے اگرچہ ضعیف ہے اور زمین میں بھی بجلی ہے۔ گویا یہ سب چیزیں نار بننے کے لئے مستعد ہیں۔

پھر اس کے ساتھ میری رائے یہ ہے کہ ہمارے ان اعمال میں بھی نار بننے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے۔ لہذا یہ اعمال بد بھی نار بن جائیں گے۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِراً وَّلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَداً. (کہف)

اس کے بعد فرمایا کہ قبر میں تمام اعمال مصور ہو کر آئیں گے۔ چنانچہ ابوداؤد و مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ قبر میں ایک شخص حسین وجمیل شکل والا بہترین پاکیزہ لباس میں مردہ کے پاس آئے گا اور وہ عمل صالح ہوگا اور ایک شخص بدصورت ہیبت ناک شکل میں آئے گا اور وہ عمل بد ہوگا۔

نیز صحیح ابن حبان میں حدیث ہے کہ قبر میں وحشت کے وقت قرآن مجید سر کی طرف سے، زکوٰۃ پیروں کی طرف سے، نماز داہنی جانب سے اور روزہ بائیں طرف سے حفاظت کریں گے اور مونس ہوں گے۔

اور ترمذی شریف میں ہے کہ نماز برہان ہے، اس سے میرا ذہن گیا کہ داہنی طرف اس لئے ہے کہ برہان بھی دستاویز ہے جو داہنے ہاتھ میں ہوا کرتی ہے اور روزہ بطور ڈھال ہے کہ بائیں ہاتھ میں ہوا کرتی ہے۔ قرآن مجید سر کی طرف سے اس لئے کہ بادشاہ کا کلام ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بچہ کو قرآن مجید پڑھائے گا اس شخص کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔

اور چونکہ چل پھر کر مال کمایا تھا۔ (جس سے زکوٰۃ دی) اس لئے صدقہ پیروں کی طرف سے حفاظت کرے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ قرآن حجت کرے گا خدا کے سامنے یعنی بخشوانے کے لئے مگر یہ جب ہے کہ اطاعت کی ہوگی اور قرآن کے مطابق عمل کئے ہوں گے ورنہ وہ پیچھے پیچھے ہوگا یعنی مدعا علیہ بنائے گا۔ **والقرآن حجة لک او علیک**

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف ہے۔ محشر میں پیشی کے وقت داہنی طرف اللہ اکبر بائیں طرف سبحان اللہ پچھلی طرف الحمد للہ اور سامنے سے لا الہ الا اللہ یہ چاروں کلمات رفیق ہوں گے۔

یہ ترتیب اسی لئے ہے کہ اللہ اکبر اعلان کی چیز ہے چنانچہ نعرۂ تکبیر جہاد وغیرہ میں ہے اور علم جہاد بھی داہنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا داہنی جانب مناسب ہے۔

سبحان اللہ تسبیح ہے نقائص وعیوب سے اور صفت سلبی ہے۔ لہٰذا ڈھال کی جگہ (بائیں طرف) مناسب ہے۔ الحمد للہ یہ آخر میں اور ہر کام سے پیچھے ہوا کرتا ہے جیسے کھانے کے بعد اور ترازو میں بھی آخر میں ہوگا۔ لہٰذا پیچھے ہونا مناسب ہے۔

اور **لا الہ الا اللہ** چونکہ ہادی وراہنما ہے اس کا سامنے ہی ہونا مناسب ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جس قدر نیکیاں ہیں وہ محشر میں سواریاں ہو جائیں گی اور بدیاں بوجھ ہو جائیں

گے۔اسی لئے قرآن مجید میں اوزار کا لفظ ہے یعنی بوجھ کیونکہ نیکیوں پر بہ مشکل اپنے آپ کو چڑھایا تھا اور بدیوں پر لذت کی وجہ سے بطوع ورغبت سوار ہوتا تھا۔

عبدیت سب سے اونچا مقام ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب میں سے سب سے بڑا لقب عبدہ ہے اور عارفین نے سب سے بڑا مقام عبدیت ہی کا بتلایا ہے۔(فیض الباری ص ۱۵۵/۴ میں بھی عبودیت سیدنا آدم علیہ السلام کو مناظر خلافت قرار دیا گیا ہے۔اس کا بھی مطالعہ کریں (مؤلف)

حضرات علماء اسلام کا ارشاد ہے کہ حضور علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی تو دولت معراج حاصل ہوئی اسی لئے واقعہ اسراء میں عبد کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی تو دولت شفاعت پائی۔واللہ اعلم۔

امام رازیؒ نے اپنے والد ماجد سے نقل فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم سلیمان انصاری کو یہ کہتے سنا کہ شب معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کونسا لقب و وصف سب سے زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا وصف عبدیت (تیرا بندہ ہونا) اس لئے سورۂ اسراء میں آپ کا یہی پسند کردہ لقب نازل ہوا۔(بحوالہ سیرۃ المصطفے ص ۳۱۲/۱)

مطالعہ کتب کی اہمیت

فارغ التحصیل طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ گھر جا کر مطالعہ کتب ضرور کرتے رہنا کیونکہ علم کسب ومحنت ہی سے حاصل ہوتا ہے آدمی کو پہلے ہی سے کتاب دیکھنے کا قصد کر لینا چاہئے ورنہ علم نہ پڑھے ہدایہ بخاری شریف وغیرہ پر نظر رکھے اور علماء عارفین کی کتابیں بھی دیکھے بہت سی جگہ احادیث حقیقت کو انہوں نے محدثین سے بھی زیادہ اچھا سمجھا ہے۔مثلاً احادیث متعلقہ احوال بعد الموت لیکن جو عارف شریعت نے ناواقف ہو اس کی کتاب دیکھنا مضر ہوگا۔سنا ہے کہ پہلے لمعات اور اس کی اس شرح عارف جامی کی دہلی کے علماء کو پڑھائی جاتی تھی میں کہتا ہوں کہ حجۃ اللہ البالغہ اور الطاف قدس بھی مطالعہ میں رکھنا۔

دور حاضر کے مفسرین کی بے بضاعتی

افسوس کہ قریبی دور کی متعدد تفاسیر اردو میں ایسی شائع شدہ ہیں جن کے مصنف قاعدے سے پورے عالم بھی نہیں ہیں جبکہ ''کلام الملوک ملوک الکلام'' کے قاعدے سے سارے بادشاہوں کے بادشاہ کے کلام کو سمجھنے کے لئے اور سمجھانے کے لئے ضرورت ہے مفسر قرآن مجید کو جامع معقول ومنقول بحر العلوم ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ہمارے دور میں حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت علامہ عثمانی وغیرہ تھے اور ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے حل مشکلات القرآن کے لئے جو طریقہ اور نمونہ پیش فرمایا وہ بھی اہل علم و مفسرین کے لئے بہترین لائحہ عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حق العبد

مولوی حسن شاہ صاحب تلمیذ دورۂ حدیث نے دریافت کیا کہ ایک شخص پر کسی کا مالی حق ہے اور صاحب حق زندہ ہے اور یہ شخص اس قدر مال صدقہ کرنا چاہتا ہے تو حق ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جب تک صاحب حق یا اس کا کوئی وارث زندہ ہے اسی کو دینا ضروری ہے اور گو فقہاء نے نہیں لکھا مگر میرے نزدیک صدقہ بھی کر دے گا تو تخفیف ضرور ہو جائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی طرح سے وہ مال اسکے گھر پہنچا دے تب بھی اسکا حق ادا ہو جائیگا۔

فقہ سب سے زیادہ مشکل فن ہے

فرمایا:۔ علوم اسلامیہ میں سے فقہ سب سے زیادہ مشکل ہے اور میں ہر علم میں اپنی رائے رکھتا ہوں سوائے فقہ کے کہ اس کے اجتہادی مسائل میں تفقہ کرنا میری استطاعت وقدرت سے باہر ہے شاہ عبدالعزیز صاحب اور علامہ شامی معاصر ہیں لیکن تفقہ میں شاہ صاحب بڑھے ہوئے ہیں اور جزئیات پر حاوی شامی زیادہ ہیں اور نقل کا سامان بھی ان کے پاس زیادہ ہے۔

نوٹ۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے ملفوظات بنام ''ملفوظات محدث کشمیری'' اور آپ کی سوانح بنام حیات کشمیری ادارہ سے طبع شدہ ہیں۔

مختصر سوانح

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

آپ دارالعلوم دیوبند کے پانچویں صدرالمدرسین تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ علم وفضل کے ساتھ غیر معمولی مقبولیت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے خلفاء مجازین میں سے تھے۔ علم سے فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کے ساتھ ۱۳۱۶ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور اٹھارہ سال مدینہ منورہ میں رہ کر مختلف علوم وفنون اور بالخصوص حدیث شریف کا درس دیا۔ زندگی کمال زہد وقناعت کی تھی۔ جو کمال صبر وتحمل سے اس مدت میں بسر ہوئی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ۱۳۱۸ھ میں ہندوستان تشریف لائے پھر ۱۳۲۰ھ میں واپسی تشریف لے گئے بعد ازاں ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۳۲۹ھ تک درس دیا پھر اسی سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔ ۱۳۳۱ھ میں پھر ہندوستان واپس تشریف لائے اور اسی سال مدینہ پاک واپس تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ حجاز میں اسیر کر کے مالٹا بھیج دیئے گئے۔ ۱۳۳۸ھ میں مالٹا سے رہا ہو کر حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور اسی سال اکابر کے حکم پر جامعہ اسلامیہ امروہہ میں صدارت تدریس کی خدمت انجام دیں۔ پھر ۱۳۳۹ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس رہے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جامعہ اسلامیہ سلہٹ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہو گیا۔

سلہٹ میں آپ ۱۳۳۵ھ تک قیام پذیر رہے۔ حضرت الاستاذ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ڈابھیل تشریف لے جانے پر آپ شوال ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم

دیو بند کے صدر مدرس بنائے گئے۔ آپ بڑے درجہ کے محدث تھے۔ حدیث کے مشہور اسکالر تھے۔ آپ کا درس حدیث بہت مقبول تھا۔ کئی تصانیف فرمائیں جو سیاست وتصوف پر ہیں۔ ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۷۷ھ تک بتیس برس آپ دارالعلوم میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے۔ اس دوران میں ۴۴۸۳ طلباء نے آپ سے بخاری شریف اور ترمذی پڑھ کر دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آپ ان تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنی ہمت مردانہ سے سیاسی کام بھی پوری تندہی سے انجام دیتے رہے۔ اسی دوران آپ جمعیت علماء ہند کے بار بار صدر بنائے گئے۔ آپ جمعیت علماء اور کانگریس کے قائدین میں سے تھے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ کئی مرتبہ جیل گئے اور آخر کار ملک کو آزاد کرایا۔ بہر حال مجموعی حیثیت سے آپ عالم، فاضل، شیخ وقت، مجاہد، جفا کش، جری اور اولوالعزم فضلاء اور دارالعلوم دیو بند میں سے تھے۔ آپ کا درس حدیث مضامین اور جامعیت کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا منفرد درس ہوتا تھا۔ اور اسی لئے اس کی عظمت وشہرت اور کشش کی بدولت سال بسال طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ واصل بحق ہوئے۔ انا للہ جنازہ دارالحدیث میں لا کر رکھا گیا اور مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قبرستان قاسمی میں سپرد خاک کئے گئے۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین! (پچاس مثالی شخصیات)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

بیان سیرت کا انداز

مجامع عامہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فضائل اور محاسن اخلاق واعمال اور تعلیمات بیان ہونے چاہئیں جن کو عوام ادراک کر سکیں اور ان میں جذبہ عمل واتباع پیدا ہو اور اپنی اصلاح کے درپے ہوں۔

تکمیل ایمان

نہ فقط اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا ایمان بغیر رسولؐ کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ فقط رسول پر ایمان بغیر اللہ کے اور اس کی توحید کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ بعض رسولوں پر ایمان اور بعض پر عدم ایمان معتبر ہے' اس لیے یہ قول کہ صرف لا الٰہ الا اللّٰہ کا قائل یا عامل قابل نجات ہے اس کو اقرار برسالت کی ضرورت نہیں باطل ہے۔

شان صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگر چہ ظنی ہیں' مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں' اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات واحادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔

تاثیر قرآن

غفلتوں کو دور کرنے والا' قلوب اور ارواح کو مانجنے والا' ان کو رنگ دینے والا اس میں رقت اور خشیت پیدا کرنے والا' ان سے قساوت اور تاریکی اور سیاہی آثام دور کرنے والا ملائکۃ اللہ اور سکینت کو کھینچ کر لانے والا رضائے باری سبحانہ وتعالیٰ کا موجب یہ قرآن ہے۔

نماز اور حضور قلب

صحت نماز کے لیے حضور قلب کا صرف ادنی درجہ شرط ہے اور وہ یہ کہ کم از کم کسی رکن میں خیال ہو کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں۔

شوق مدینہ منورہ

ہندوستان میں رہتے ہوئے شوق مدینہ میں بیقرار رہنا' اور اسی عشق میں مرنا ہزار مرتبہ بہتر ہے اس سے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر ہندوستان کے لیے بے چین ہو۔

انسانی طبع کا خاصہ

انسان کوئی کام خواہ دنیاوی ہو یا دینی' جسمانی ہو یا روحانی جب شروع کرتا ہے' طبیعت بوجہ عدم عادت اس سے گھبراتی ہے اور الجھتی ہیں پھر آہستہ آہستہ اس سے مناسبت پیدا ہوتی رہتی ہے' اور آخر کار اس سے الفت پیدا ہو کر طبیعت ثانیہ کا ظہور ہو جاتا ہے۔

اسلام کی تعلیم

(انسان) گھر بناتا ہے۔ کھیتی کرتا ہے' اناج جمع کرتا ہے' آٹا پیتا ہے' روٹی پکاتا ہے' لقمے توڑتا ہے' وغیرہ وغیرہ اور کسی بات میں تقدیر کو پیش نہیں کرتا۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ جب آخرت کا کام یا کوئی دوسرا بڑا کام سامنے آجاتا ہے تو تقدیر پر الزام رکھ کر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہتے ہیں' اسلام کی یہ تعلیم نہیں' اسلام جدو جہد کرنا اور اسباب وذرائع کو عمل میں لانا ضروری بتاتا ہے۔

تعلیم قرآن کی عظمت

قرآن شریف کا مشغلہ اور اس میں دل لگنا اور اس کے پڑھنے میں کیفیات عجیبہ اور سرور کا پیدا ہونا اور اس طرح لذت اور لطف کا ظہور کو چھوڑنے کو جی نہ چاہے' نہایت عظیم الشان نعمت ہے۔

استقلال کی برکت

جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو اس میں طبیعت کا گھبرانا' اور نفس پر بوجھ پڑنا ضروری ہے مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی ہو جاتی ہے۔

بندہ کا کام

تمہارا یہ کام ہے کہ اس کریم کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے رہو' کیونکہ جو دروازہ پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے۔

ہماری ظاہری تواضع

ہم تواضع اور انکساری کے الفاظ اپنی زبان سے منافقانہ طریق پر لکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم ذرہ بے مقدار ہیں ہم عاصی گنہگار ہیں ہم سب سے بدتر ہیں' ہم ناچیز ہیں' ہم فدوی ہیں' ننگ خلائق ہیں' وغیرہ وغیرہ مگر ہم کو اگر کوئی شخص جاہل یا بددین یا گدھا' یا کتا' یا سور' یا بے ایمان' یا منافق' یا بدمعاش' یا چور یا جھوٹا وغیرہ کہہ دیتا ہے تو ہمارے غصہ کا پارہ اس قدر چڑھ جاتا ہے کہ مارنے اور مرنے بلکہ اس سے بھی تجاوز کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں' کیا سب جھوٹ اور نفاق نہیں ہے۔

اکرام مسلم

کسی عام مسلمان کو بھی حقارت سے نہ دیکھئے' اگر کوئی عمل اس کا غلط ہو اس پر گرفت کیجئے مگر اس کی حقارت قلب میں ہرگز نہ لائیے۔

جامع نصیحت

مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح میں نہایت خوش اخلاقی، شیریں زبانی اور عالی حوصلگی کا ثبوت پیش کیجئے اور جس قدر جدوجہد اس میں ممکن ہو اس میں کوتاہی روا نہ رکھئے۔

معاملات کی درستگی ضروری ہے

حساب کا صاف رہنا اور پیسہ پیسہ کا حساب لینا ازبس ضروری ہے یہی محبت اور یگانگت ہے، معاملات کو بالکل صاف رہنا چاہیے۔

سب فانی اللہ باقی

خواہ اپنے اعضاء ہوں، یا اپنی اولاد، یا رشتہ دار، یا ماں، باپ وغیرہ سب کے سب فانی اور جدا ہونے والے ہیں، صرف ایک ذات رب الارباب کی باقی رہنے والی وفا کرنے والی حقیقی معنوں میں نفع دینے والی ہے، اسی سے اور صرف اسی سے دل لگائیے۔

جو چمن سے گزرے تو اے صبا یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

مدار نجات نسب نہیں عمل ہے

میرے متعلق نسبی حیثیت سے سید ہونے کا انکار جن حضرات نے کیا ہے وہ اس کے ذمہ دار ہیں، میں تو اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا بھی نہیں ہوں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مدار نجات نسب نہیں ہے، عمل ہے، اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجہ کا ہے مگر اعمال قبیح ہیں تو مثل پسر نوح علیہ السلام وہ راندہ درگاہ خداوندی ہے اور اگر چمار زادہ یا بھنگی زادہ ہے، مگر وہ مسلمان متقی ہے، تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال وصہیب رضوان اللہ علیہما ہے۔

دنیا وآخرت کا فرق

دنیا کی بے عزتی اور دنیا کی تکالیف خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں' آخرت کے عذاب کے سامنے خواہ وہ ایک منٹ یا ایک سیکنڈ کے لیے ہو اتنی بھی نسبت نہیں رکھتیں جو کہ ذرہ کو پہاڑ کے سامنے ہے' پھر ان تکالیف دنیاویہ کی وجہ سے آخرت کا عذاب دائمی خودکشی کے ذریعہ سر لینا کس قدر جہالت اور حماقت ہے۔

طالب خدا سست کیوں؟

دنیا کا طلب گار تو دنیا کی طلب میں ذرا بھی جھجک (محسوس) نہیں کرتا' اور بغیر شرم و حیا کے دن ورات سرگرم رہتا ہے مگر خدا کا طالب شرم کرے (کہ) لوگ مضحکہ اڑائیں گے کس قدر تعجب کی بات ہے' اگر آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی محبوب حقیقی ہے اور اس کے علاوہ سب فانی اور بیکار ہیں تو یقیناً اس راہ میں ہر چیز کو فدا کرنا ضروری سمجھیے۔

عشق چوں خام است با شدبستہ ناموس و ننگ
پختہ مغزاں جنوں را کے حیا زنجیر پاست

محبت کی قسمیں

محبت عموماً دو قسم کی ہوتی ہے' محبت اجلال اور محبت شفقت۔ قسم اول میں والد سب سے بڑھا ہوا ہے' قسم ثانی میں ولد سب سے بڑھا ہوا ہے' ہر دو محبتوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور عقلی محبت سب سے بالا ہونی مطلوب ہے۔ یعنی انسان کو اپنی نفسانی خواہشات اور راحات سے پھیرنے والی یہ محبتیں ہوتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور اتباع میں ان دونوں کے پھیرنے سے زیادہ تر پھرنا از بس ضروری ہے۔

برکات نبوی

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا' روح پر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

خودکشی حرام ہے

خودکشی کرنی اوراس پرعزم وارادہ کرلینا انتہائی بزدلی' انتہائی ظلم اور انتہائی گناہ ہے۔

اتباع شریعت

میں نے اپنے علم اور ارادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا' میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

اطاعت والدین

والدین کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے جو کہ از قسم معصیت نہ ہو' لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گزاری اور حسن معاشرت ضروری ہے۔

عظمت قرآن

قرآن مجید ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اس عالم ظاہری میں اس طرح لکھی ہوئی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کلام قدیم کو ان الفاظ اور عبارات کے لباس میں ظاہر فرمایا ہے۔

شان صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے درجہ پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کی شان میں فرمایا جاتا ہے۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ رضوانا معیت اور دوام حضور بڑی چیزیں اور انعام عظیم ہیں مگر مقصود اصلی رضائے خداوندی ہے۔ اگر شہنشاہ کی درباداری اور حاضر باشی حاصل ہو جائے اور معاذ اللہ رضائے شاہی نصیب نہ ہو تو خسارہ ابدی ہے۔

فضل خداوندی

اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے مقرب بندوں کو واسطہ بنا کر فیض پہنچاتا ہے اور ان کی صورت روحانی کو ظاہر کرتا ہے' اشخاص کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے' یہ قدرت کے کارخانے ہیں' تعجب کی بات نہیں۔

فضیلت ذکر اللہ

کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس میں تقییدات نہ ہوں مگر ذکر کیلئے کوئی قید نہیں ہے اور اکثار جس قدر بھی ممکن ہے مطلوب ہے۔

فکر نجات

اگر قبولیت عند اللہ نصیب ہو تو نجات و فلاح ہے' ورنہ سب ہیچ ہے ضرورت ہے کہ اپنی قوم کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ترقی دیں۔ نسبی حیثیت سے غرور اور تکبر بے موقع پیدا ہوتا ہے۔ وہ ترقی سے مانع ہو جاتا ہے۔

انسان پہاڑ کی طرح مستحکم ہو' جسے نہ طوفان جنبش دے سکے' نہ زلزلہ ہلا سکے۔ میرے بھائی! دل کو مضبوط' ارادہ کو مستحکم اور طبیعت کو مستقل مزاج بنائیے۔

اہم نصیحت

زبان بند رکھو اور آنکھوں سے دیکھو! کچھ نہ بولو! قدرت کو دیکھو کیا کرتی ہے، وہ بے نیاز اور بے پروانہ بھی ہے اور سب سے زیادہ رافت ورحمت والا بھی، اس کا ظاہری ہاتھ بھی ہے اور خفیہ ہاتھ بھی، کچھ فکر نہ کرو، کسی کو مت ستاؤ۔ واللہ معکم اینما کنتم۔

دل اور یاد خدا

اس ذلیل وخوار عالم دنیا میں اگر مستحق لذت وراحت ارباب خیر وتقویٰ ہوتے تو سب سے زیادہ منعم اور غنی اور راحت میں بسر کرنے والے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہوا کرتے مگر ان ہی کی پاک زندگی دیکھئے وہ سب سے زیادہ تکالیف شاقہ میں نظر آتے ہیں۔

دل میں جگہ اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کو دینی چاہئے، اس کے سوا کوئی بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ ہاں حقوق سب کے ادا کرتے رہیں اور سب کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

لمحات زندگی کی قدر

دنیا میں جو وقت بھی مل جائے، وہ نہایت غنیمت ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کو ضائع نہ ہونے دینا چاہئے، یہ زمانہ کھیتی کا ہے، اس کا ہر ہر سیکنڈ ہیرے اور زمرد سے زیادہ قیمتی ہے۔ جس قدر ہو اس کو ذکر الٰہی میں صرف کیجئے۔

حفاظت کو نصیحت

قرآن کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کتاب کی حفاظت کے لئے یاد کرنا اور پڑھنا ہو، دنیا حاصل کرنے کیلئے نہ ہو، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھایا جائے، نفس کی خرابیوں اور کثافتوں کو دور کیا جائے، اس کو آلہ حکام دنیا (دنیا کا ایندھن) نہ بنایا جائے۔ جیسا کہ بہت سے بے وقوف حفاظ آج عمل کر رہے ہیں۔

رضائے حق کی فکر

علام الغیوب کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہئے' دنیا میں ہم کتنی بھی کامیابی وشہرت حاصل کریں صرف چند روزہ ہے' اس مقدس ذات کا قرب اور رضا نامہ حاصل کرنا چاہئے جس کے یہاں دوام ابدیت ہے۔

انسانی خاصیت

آدمی کتنا بھی بزرگ ہو جائے مگر پھر بھی انسان ہے' انسانی کمزوریاں علم یا سلوک سے فنا نہیں ہوتیں' البتہ نفسانی خباثات میں کمی آ جاتی ہے (انقلاب ماہیت ہو جائے تو دو چند اجر وثواب کیونکر ہو؟)

نفس سے بدگمانی

اپنے اعمال پر مامون نہ ہو جانا اور اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی رکھنا نہایت ضروری ہے۔ جب یہ حالت طاری ہو تو توبہ اور استغفار میں مشغول ہونا چاہئے اور جب فرحت اور انبساط پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔

طریقہ اصلاح

اپنے مصلح اور ہادی سے فائدہ اور اصلاح جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اس طرح سپرد کر دے جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے (کالمیت فی ید الغسال) نیز یک در گیر محکم گیر پر عامل ہو یعنی جس شخص کا دروازہ پکڑا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے' آج یہاں کل وہاں نہ ہونا چاہئے۔ (از ملفوظات حضرت مدنی مرتبہ ابوالحسن بارہ بنکوی)

❋ ❋ ❋

مختصر سوانح

حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمہ اللہ

مولانا رسول خان صاحب ۱۸۷۱ء میں ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ دیو بند میں تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ بعد میں مولانا محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیو بند نے اپنے یہاں بلا لیا۔ آپ کے بارے میں مہتمم صاحب نے جو کلمات تحریر فرمائے وہ یوں تھے۔ مولوی صاحب ایک جامع معقول و منقول اور نہایت تجربہ کار با استعداد صالح و متدین شخص ہیں۔ سب علوم متحضر ہیں۔ تقریر نہایت صاف اور طرز بیان موثر و دل آویز ہے۔ جب دارالعلوم دیو بند میں کانگریس کا زور بڑھ گیا تو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے مشورہ اور اجازت سے اورنٹیل کالج لاہور تشریف لے آئے۔ تقریباً 10 سال تک درس و تدریس کی اعلیٰ خدمات انجام دے کر ستمبر ۱۹۵۴ء میں سبکدوش ہوئے اور نٹیل کالج لاہور کے آخری چار سالوں میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی درخواست پر جامعہ اشرفیہ میں پہلے جز وقتی طور پر پڑھانا شروع کیا اور ریٹائرمنٹ کے بعد مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ میں حدیث پڑھاتے رہے اور یہ تعلق وفات تک قائم رہا۔

برصغیر پاک و ہند میں کوئی ایسا عالم ہوگا جو آپ کا یا آپ کے شاگردوں کا شاگرد نہ ہو۔ ان تلامذہ میں قاری محمد طیب صاحب، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا سید شمس الحق صاحب افغانی، مولانا خیر محمد صاحب، مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک اور مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حسن خاتمہ

ایک سو پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جانے کے باوجود کبھی چشمہ استعمال نہیں کیا۔ ۱۳۹۱ھ میں اپنے آبائی وطن اچھڑیاں تشریف لے گئے۔ انتقال سے ایک دن پہلے رات کے وقت فرمایا کہ وہ دیکھو شیطان کمرے میں گھس آیا ہے۔ پھر بڑی سختی اور رعب کے ساتھ فرمایا اس شیطان کو باہر نکالو۔ اہل خانہ میں سے ایک آدمی کو کہا کہ لاٹھی لے کر اس کو مارو اور خود انگلی کے اشاروں سے بتاتے رہے اور وہ صاحب وہاں لاٹھیاں مارتے رہے حتیٰ کہ شیطان بھاگ گیا اور آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ وہ دفع ہو گیا پھر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ملائکہ مبشرین کے جرگہ سے مصافحہ کر رہے ہیں اور فرمانے لگے کہ معلوم ہے کہ یہ جو جرگہ آیا ہے اس کی غرض کیا ہے اتنے میں آپ کی بڑی صاحبزادی نے آپ سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو فرمایا نہ جاؤ آج میری آخری رات ہے کل تو میں آپ سے رخصت ہو جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۴ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ (بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مولانا محمد رسول خان رحمہ اللہ کے انمول اقوال

حضرت کا طرز استدلال

آپ منقولات کے بھی علامہ فہامہ تھے مگر استدلال میں زیادہ طور سے معقولات کا پہلو نمایاں ہوتا۔ صرف ایک مثال درج کی جاتی ہے۔ کتاب الایمان کے درس کے دوران فرعون کے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی اور منصور کے انا الحق کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بظاہر فرعون اور منصور کے الفاظ ایک ہی نوعیت کے نظر آتے ہیں مگر فرعون تو ملعون ہے اور منصور کو مقام عزت حاصل ہے۔ اس کا فرق یہ ہے کہ فرعون نے محمول کو موضوع میں فنا کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور منصور نے موضوع کو محمول میں فنا کر دیا۔ پھر خود ہی حضرت نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ فرعون کا مطلب یہ تھا کہ دنیا میں صرف میں ہی میں ہوں۔ اگر رب بھی کوئی ہے تو وہ بھی میں ہی ہوں مگر منصور کا یہ اقرار اور اعتراف تھا کہ دنیا میں صرف حق ہی حق ہے اگر میں بھی کچھ ہوں تو حق ہی ہوں۔ کس قدر مدلل جواب تھا۔ نور اللہ مرقدہ۔

قومیت کی بنیاد

قومیت کی بنیادیں چار ہیں۔ زبان، مذہب، نسل اور وطن افغانوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان میں یہ چاروں عناصر یک جا پائی جاتی ہیں۔ ان کی زبان بھی ایک ہے۔ یعنی پشتو، علاقہ بھی ایک ہے، مذہب بھی ایک ہے اور نسل بھی ایک ہے۔

چند نصائح

ایک مجلس کے نصائح حسب ذیل ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ شغف پیدا کرنا چاہئے‘ جس قدر ہو سکے فہم کے ساتھ اس وقت تک تلاوت کیا کرو۔ جب تک نشاط ہو۔ نشاط ختم ہو جائے تو تلاوت موقوف کرو۔

بیعت کا مقصد خدمت نہیں اصلاح نفس ہے۔

اعمال صالحہ کی نیت ہونا چاہئے اس کا اثر اعمال پر ضرور پڑتا ہے۔ بشرطیکہ نیت صادق ہو اور اعمال پر اثر نیت کی صداقت کی علامت ہوتی ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وقت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہئے۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی شہادت

بعض ثقہ علماء کی روایت ہے میں نے خود یہ روایت ان سے سنی ہے کہ مولانا مرحوم جس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ اس وقت مولانا الامام الحجۃ شیخ محمد انور شاہ نور اللہ مرقدہ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس تھے۔ مولانا محمد انور شاہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس دیوبند کا ہر مدرس کتابوں کے مغلق مقامات اور مشکل مسائل حل کرنے کیلئے آئے ہیں اور آتے رہتے ہیں مگر یہ مولانا محمد رسول خان رحمہ اللہ میرے پاس پوچھنے کیلئے نہیں آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رسول خاں مرحوم کتب ومسائل پر اتنے حاوی تھے کہ حل مشکلات وفتح مغلقات میں انہیں کسی غیر کے تعاون کی حاجت نہ تھی۔

انکساری

حضرت ترمذی شریف کا درس دیتے۔ اس میں صفائی کے متعلق بھی حضرت طلبا کو نہایت شفقت کے ساتھ تلقین فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ دارالحدیث کی صفائی اور کوڑا وغیرہ کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس قسم کا کوڑا وغیرہ ناپاک اور گندی جگہ میں ڈالنا جائز نہیں۔ اس جگہ کا کوڑا بھی متبرک ہے۔

اتباع سنت

ایک مرتبہ کسی نے کہہ دیا کہ حضرت وتروں کے بعد والے دو نفل حضور سے بیٹھ کر منقول ہیں۔ فرمایا یہ بھی تو روایات میں آتا ہے کہ رات میں عبادت کے دوران کھڑے کھڑے حضور کے پاؤں مبارک سوجھ جایا کرتے تھے۔ آسان سنت تلاش کرتے ہو اور مشکل سنت پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اسی طرح ایک بار کسی نے اپنے گھٹنوں میں درد کی شکایت کی فرمایا دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر نماز کے دوران سنت کے مطابق رکوع کیا کرو تو یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ پھر فرمایا میرا تجربہ یوں ہی ہے۔

نام کا مطلب

حضرت قدس سرہ سلسلہ سلوک میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سبق کے دوران اس کا ذکر آیا کہ حضرت کے نام پر بعض ناقدین نے اعتراض کیا ہے کہ رسول خان کا کیا معنی؟ حضرت نے فرمایا کہ دیوبند کے قیام کے زمانہ میں مجھے اپنا نام بدلنے کا خیال ہوا جس کا میں نے ذکر بھی کر دیا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا ان کے نام کے معنی میں کرتا ہوں۔ رسول سے مراد ہادی اور خان سے اشارہ قوم افاغنہ کی طرف ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ خوانین لوگوں کا ہادی و رہنما۔ حضرت نے فرمایا بس میں نے نام کی تبدیلی کا ارادہ چھوڑ دیا۔

عذاب قبر سے حفاظت کا عمل

وصیت۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے دفن کرنے سے پہلے سورۃ القدر سات مرتبہ اول و آخر درود شریف سات مرتبہ پڑھ کر مٹی پر پھونک کر میری قبر پر چھڑک دینا۔ اس کی برکت سے عذاب قبر سے آدمی محفوظ ہوتا ہے۔ (تذکرہ مولانا رسول خان رحمہ اللہ مرتبہ قاری فیوض الرحمٰن)

مختصر سوانح

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز رہے تھے۔ آپ شریعت وطریقت کے جامع اور علم وعمل اور زہد وتقویٰ کے مینار تھے۔ انہوں نے اکابر سے فیض حاصل کیا۔ خصوصاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے آپ کا علمی وروحانی رشتہ بہت قریبی رہا۔ ان کے بعد حضرت حکیم الامت تھانویؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کے علوم وفیوض سے بھی مالا مال ہوئے پھر زندگی بھر درس وتدریس، تبلیغ وارشاد اور اصلاح وتربیت میں مصروف رہے۔ بہت سی تصانیف اپنے قلم سے تالیف کیں۔ ہزاروں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے یہاں اتباع سنت اور عظمت سلف کا خاص اہتمام تھا۔ ۱۳۸۸ھ سے مستقلاً مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہاں کے زمانہ قیام میں امراض و اعذار کی وجہ سے درس وتدریس کا سلسلہ تو قائم نہ فرما سکے البتہ سند حدیث کی اجازت لینے والوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں علمائے عرب نے بھی آپ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کی شب میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں ان کے شیخ عربی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری فرمادی کہ عمر کے آخری لمحات میں مدینۃ الرسولؐ میں بسر ہوں اور جنت البقیع میں اپنے شیخ کے قدموں میں مدفون ہوں۔ یہ ان کے لئے تو ان کی بہت ہی بڑی سعادت ہے۔ مگر ہمارے لئے تو ایک نا قابل تلافی نقصان ہے سب ہی بزرگ واکابر اور معاصر اٹھ چکے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہماری حالت پر رحم فرمائے۔ اور ان کو درجات عالیہ سے نوازے۔ آمین (پچاس مثالی شخصیات)

شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

والد کا انداز تربیت

میری عمر تین چار سال کی تھی' اچھی طرح سے چلنا بھی بے تکلف نہیں سیکھا تھا' سارا منظر خوب یاد ہے اور ایسی باتیں اوقع فی الذہن ہوا کرتی ہیں' میری والدہ نور اللہ مرقدھا کو مجھ سے عشق تھا' ماؤں کو محبت تو ہوا ہی کرتی ہے' مگر جتنی محبت ان کو تھی اللہ ان کو بہت بلند درجے عطا فرمائے' میں نے ماؤں میں بہت کم دیکھی' اس وقت انہوں نے میرے لئے ایک خوبصورت تکیہ چھوٹا سا سیا تھا۔ ایک بالشت میری موجودہ بالشت سے چوڑا اور ڈیڑھ بالشت لمبا' اس کی ہیئت بھی کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس کے اوپر گوٹہ' گوکھرو کرن بنت وغیرہ سب کچھ ہی جڑا ہوا تھا۔ نیچے لال قند کا غلاف اور اس پر سفید جالی کا جھالر' بہت ہی خوشنما' وہ مجھے اتنا محبوب تھا کہ بجائے سر کے میرے سینے کے اوپر رہا کرتا تھا' کبھی اس کو پیار کرتا' کبھی سینے سے چمٹایا کرتا' والد صاحب نے آواز دے کر فرمایا کہ زکریا مجھے تکیہ دے دے۔ مجھ میں پدری محبت نے جوش مارا اور اپنے نزدیک ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا کہ میں اپنا تکیہ لے آؤں۔ فرمایا کہ ورے آ میں انتہائی ذوق وشوق میں کہ ابا جان اس نیاز مندی اور سعادت مندی پر بہت خوش ہوں گے' دوڑا ہوا گیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر اور داہنے ہاتھ سے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آج تک تو اس کی لذت بھولا نہیں اور مرتے

وقت تک امید نہیں کہ بھولوں گا اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں، کچھ کما کر ہی کہنا کہ اپنا لاؤں۔ اللہ ہی کا فضل وکرم ہے اور محض اس کا ہی لطف واحسان ہے کہ اس کے بعد سے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بہ دن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

اخبار بینی سے نفرت

اس ناکارہ کی ابتدائی مدرسی کے زمانے میں مظاہر علوم کا کوئی طالب علم اخبار دیکھنا جانتا ہی نہیں تھا۔ دارالعلوم کے بھی دو چار طالب علموں کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اخبار کیا چیز ہے۔ اس زمانے میں ہم لوگوں کے تفریحی معمولات اکابر سلسلہ کی کتب بینی تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف گویا ہم لوگوں کیلئے اخبار تھے۔ عام طور سے مدرسین اور اوپر کے طلبا کے شوق وذوق ان اکابر کی کتابوں کا مطالعہ تھا۔

اب اس مبارک مشغلہ کے بجائے اخبارات، لغویات، دوستوں کا مشغلہ رہ گیا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اولاد کی محبت

ہمارے خاندان میں عموماً چوتھے یا پانچویں برس بچہ پڑھنے بیٹھ جاتا تھا مگر میں سات برس کی عمر یا اس سے زائد پر بھی پڑھنے نہیں بیٹھا۔ میری دادی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب پر خوب خفا ہوتیں، مجھے ان کی خفگی کے الفاظ بھی خوب یاد ہیں کہ یحییٰ! اولاد کی محبت سب کو ہوا کرے مگر اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہو جایا کرتے۔

حدیث وفقہ سے تعلق

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے بار بار ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھے فقہ، حدیث اپنے اور حضرت کے علاوہ کسی سے پڑھنے نہیں دوں گا۔ منطق ونطق جس سے چاہے پڑھ لے، اس لئے

کہ تو بے ادب اور گستاخ ہے حدیث اور فقہ کے علاوہ کسی اور کتاب کے استاد کی بے ادبی کرے گا اور وہ علم ضائع ہو جائے گا۔ بلا سے لیکن حدیث اور فقہ کی کوئی کتاب ضائع ہو جائے یہ مجھے گوارا نہیں۔ اس لئے میں نے فقہ کی ابتدائی کتابیں تو اپنے چچا جان سے پڑھی ہیں اور انتہائی اپنے والد صاحب سے اور حدیث کی کتابیں صرف اپنے والد صاحب اور حضرت قدس سرہ سے۔

سفارش میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا معمول

میری بری عادتوں میں سے ایک نہایت شدید اور بدترین عادت یہ ہے کہ مجھے سفارش سے ہمیشہ وحشت رہی۔ میں نے سنا کہ میرے دادا صاحب نور اللہ مرقدہ جب نواب چھتاری کے یہاں جاتے تو اپنے ساتھ اتنی درخواست لاتعد ولاتحصی لے جاتے کہ حد نہیں۔

اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کو تو ہمیشہ خود بھی دیکھا کہ حضرت قدس سرہ سے جو شخص جہاں بھی سفارش چاہتا ہے مہتمم مدرسہ ہو چاہے وزیر اعلیٰ صوبہ ہو یا وزیر اعلیٰ مرکز فوراً اس کے نام کی سفارش کر دیتے۔ میں تو بعض دفعہ عرض کر دیتا تھا کہ آپ سے اگر کوئی یہ سفارش کرائے کہ پنتھ صاحب وزیر اعلیٰ استعفیٰ دے کر مجھے اپنی جگہ وزیر اعلیٰ کر دیں تو آپ اس کی بھی سفارش فرما دیں' حضرت ہنس دیتے۔

اخبار بینی سے پرہیز

میرا اور میرے اکابر کا جو دستور رہا وہ طلبا کو اخبار بینی' جلسہ بازی اور مجلس سازی ان سب چیزوں کو طالب علم کیلئے میں مہلک سمجھتا ہوں ہماری طالب علمی کے زمانے میں بلکہ ابتداء مدرسی کے زمانے میں بھی طلبا تو طلبا مدرسین کے یہاں بھی اخبار بینی کا دستور نہ تھا' پہلے بھی اس سلسلہ میں لکھوا چکا ہوں' میرے خیال میں طلبا کی اسٹرائکوں میں اور ان فسادات اور ہنگاموں میں جو مدارس عربیہ میں کثرت سے ظہور پذیر ہیں۔ اخبار بینی کو بہت دخل ہے۔ وہ اخبارات میں سکولوں کے' مزدوروں کے قصے پڑھتے ہیں اور بیوقوف یہ نہیں سمجھتے کہ وہ وارثان انبیاء علیہم السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لیوا ہیں'

وہ اس قابل تھے کہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دانتوں سے مضبوط پکڑ کر دنیا کے مقتداء بنتے اور وہ احمق دوسروں کا تھوکا چاٹ کر دوسروں کے مقتدی بنتے ہیں۔

تقریبات میں شرکت سے پرہیز

شادیوں میں جانے سے مجھے ہمیشہ بچپن سے وحشت سوار رہی' حالانکہ بچپن میں ان کا بہت شوق ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ پر مجھے عمل کرنا پڑتا تھا اور اس میں کچھ کذب یا توریہ نہیں تھا کہ امراض ظاہرہ سے زیادہ امراض باطنہ کا شکار رہا اور جوں جوں امراض باطنہ میں کمی ہوتی رہی امراض ظاہرہ اس کا بدل ہوتے رہے۔ اس لئے انی سقیم سے کوئی دور بھی خالی نہیں تھا اور کبھی کبھی شیخ الہند قدس سرہ کے اسوہ پر بھی عمل کرنا پڑا۔ اگرچہ یہ سیہ کار اپنے اکابر کا اتباع کسی جگہ بھی نہ کر سکا۔

زمانہ طالب علمی کی اہمیت

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا تجربہ یہاں تک ہے کہ انگریزی طلبہ میں بھی جو لوگ طالب علمی میں اساتذہ کی مار کھاتے ہیں وہ کافی ترقیاں حاصل کرتے ہیں۔ اونچے اونچے عہدوں پر پہنچتے ہیں غرض جس سے وہ علم حاصل کیا تھا وہ نفع پورے طور پر حاصل ہوتا ہے اور جو اس زمانہ میں استادوں کے ساتھ نخوت و تکبر سے رہتے ہیں وہ بعد میں اپنی ڈگریاں لئے ہوئے سفارشیں ہی کراتے ہیں کہیں اگر ملازمت مل بھی جاتی ہے تو آئے دن اس پر آفات آتی رہتی ہیں بہر حال جو علم بھی ہو اس کا کمال اس وقت ہوتا ہی نہیں اور اس کا نفع حاصل ہی نہیں ہوتا جب تک اس فن کے اساتذہ کا ادب نہ کرے چہ جائے کہ ان سے مخالفت کرے۔ (آپ بیتی ص ۶۲)

طلبا اور مدارس

ایک اور مقام پر حضرت شیخ الحدیث مدارس کے طلبہ تنظیموں کے وجود کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ناکارہ مدارس عربیہ میں جمعیۃ الطلبہ کا انتہائی مخالف ہے۔ اس کی قباحت

تو طالب علمی کی زمانہ ہی سے میرے دل میں پڑی ہوئی ہے۔ مگر دن بدن تجربات نے مجھ کو تو اس سے اس قدر متنفر بنا دیا کہ اس کے نام سے نفرت' اس کے شرکاء سے طبیعت میں انقباض ہوتا ہے۔ اس ناکارہ کا اپنے اکابر کے ساتھ ایک معمول ہمیشہ رہا ہے کہ یہ ناکارہ صحابہ کرامؓ کی طرح کہ وہ ہر فعل کو یوں فرماتے تھے **کیف افعل مالم یفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم** یعنی جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں اور علامہ منذری نے لکھا ہے کہ برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہوتی ہے۔ میرے اکابر جو حقیقی معنی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثین و نائبین ہیں اور ان کے اقوال وافعال کو میں نے سنت کے بہت ہی زیادہ موافق پایا ہے اور اس کے خلاف میں ہمیشہ نقصان ہی پایا ہے۔ ان سب اکابر کو بھی میں نے ہمیشہ طلبہ تنظیموں کے خلاف ہی پایا۔ ان تنظیمات سے وابستہ طلباء میں اکابر کی بے حرمتی' اکابر مدرسہ اور اساتذہ کرام کی حکم عدولی' توہین وغیرہ کے مناظر گزرے جب سے تو اس سے بہت ہی نفرت بڑھ گئی۔ ان طلباء میں اکابر کا احترام تو بالکل ہی نہیں رہتا۔ علوم سے مناسبت بھی قائم نہیں رہتی' اچھی تقریر تو مشق سے پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتے ہیں اور اساتذہ پر تنقیدات شروع کر دیتے ہیں جس سے علم سے محرومی طے شدہ ہے۔

ختم بخاری میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا معمول

مولانا عبدالرحمٰن مظاہری مدظلہ لکھتے ہیں ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ عام لوگوں کو ایسا موقع بہت کم دیا کرتے تھے کہ وہ اختتام بخاری کیلئے جمع ہوں حتیٰ کہ طلباء کو بھی واضح طور پر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ حضرت شیخ کس دن اختتام کرنے والے ہیں۔ بس طلبا اپنے اپنے اندازوں پر اہل شہر کو اطلاع دے دیا کرتے تھے۔ یہ شیخ الحدیث کا اپنا مخصوص مزاج تھا کہ وہ ہجوم اور شہرت سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ (کاروان حیات)

مظاہر میں اختلاف پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا ارشاد

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سہارنپور کے مدرسہ میں

اختلاف ہوا تو کچھ طلباء کا نام خارج کر دیا گیا، طلباء نے کہا ہم نہیں جائیں گے اور کمرہ خالی نہیں کیا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تمام اساتذہ کو اپنے گھر میں جمع فرمایا اور کہا کہ کیا بات ہے اور ایسا کیوں ہوا، اگر یہ نظامت کی وجہ سے ہے تو نظامت یہ رکھی، جس کا جی چاہے، اٹھا لو، میں ناظم صاحب کی طرف سے کہہ رہا ہوں، اور اگر یہ میری وجہ سے ہوا تو میں کل ہی سہارنپور چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

اور اگر جس اخلاص پر اکابر نے مدرسہ قائم کیا تھا اس کی مدت ختم ہوگئی، تو مدرسہ بند کرنے کا ہم اعلان کر دیں گے، اور پھر فتوے پوچھتے رہیں گے کہ ان عمارت کو کیا کیا جائے؟ کتب خانہ کو کیا کیا جائے؟ اس پر سب نے کہا نہیں نہیں، مدرسہ بند نہ کیا جائے۔ (ملفوظات محمود ج۔۲)

ہمارے اکابر کا فیض

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ آپ بیتی میں لکھتے ہیں شمرو ایک فرانسیسی تھا اس کی ایک بیگم تھی جس کا امراء میں بڑا درجہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس مثل والیان ملک کے فوج بھی تھی۔ میرٹھ میں جو بیگم کا پل مشہور ہے وہ بھی اسی کا بنوایا ہوا ہے۔ اس کی ایک کوٹھی تھی جو فرانسیسی وضع پر بنی ہوئی تھی وہ اپنے ملازموں کی بڑی قدردان تھی' وہ کہا کرتی تھی کہ میں تمہیں ایسا کر کے چھوڑوں گی کہ تم کہیں کے نہیں رہو گے' تمہیں کوئی بھیک بھی نہیں دے گا' وہ کہتے کہ حضور اتنی عنایت کرتی ہیں اور حضور کے یہاں ہم تعلیم یافتہ ہیں تو ہمیں ملازمت کی کیا کمی' وہ کہتی کہ دیکھ لینا۔ چنانچہ یہ دیکھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ملازم کسی اور کی ملازمت نہ کر سکے۔ نہ ویسا کوئی قدردان ملا نہ نوکری کر سکے۔ اس کے مرنے کے بعد وہ لوگ واقعی بھوکے مرے۔ ہمارے بزرگوں نے بھی ہمیں اس طرح نکما کر دیا' اب کوئی پسند ہی نہیں آتا۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے تم بھی بدل جاؤ۔ بھائی ہم سے تو اب بدلا نہیں جاتا تمہیں اختیار ہے کسی نے کہا ہے:

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ بدل گیا ہے تو بھی بدل جا لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں:

زمانہ با تو نسازد تو باز مانہ مساز

اور زمانہ کیا بدلتا اگر در حقیقت دیکھا جائے تو زمانہ ہمارا تابع ہے۔ ہم ہی تو زمانہ کو بدلتے ہیں' زمانہ بیچارہ ہمیں کیا بدلے گا' جب ہم اپنے آپ کو بدل دیتے ہیں تب ہی زمانہ بدلتا ہے۔ زمانہ ہم سے علیحدہ کوئی چیز تھوڑا ہی ہے تو جب زمانہ کو ہم خود بدل سکتے ہیں تو ہم اس کو محفوظ بھی کر سکتے ہیں یہ اکبر حسین جج کا نکتہ ہے۔ بڑی اچھی بات ہے' کہتے تھے کہ لوگ زمانہ کی برائی کرتے ہیں کہ بھائی کیا کریں زمانہ ہی بدل گیا ہے۔ جب تم سب بدل گئے تو یہی زمانہ کا بدلنا ہو گیا' زمانہ کوئی مستقل چیز تھوڑا ہی ہے زمانہ تو تم خود ہو۔ واقعی سچ کہا ہے' زمانہ کی حقیقت تو خود ہم ہی ہیں' ہم اگر نہ بدلیں تو زمانہ بھی نہ بدلے۔ کیا اچھی بات کہی' بڑا حکیمانہ دماغ تھا۔

علم وذہانت کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب کے متعلق ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں بعض علماء کے درمیان بعض مسائل میں بحث ہو گئی اور آپس میں طے نہ کر سکے۔ شاہ دہلی نے اس کو قلم بند کرا کر ایک شتر سوار کے ہاتھ کاندھلہ مفتی صاحب کے پاس بھیجا' شتر سوار مغرب کے وقت پہنچا اور مفتی صاحب کی خدمت میں وہ سوالات پیش کیے۔ مفتی صاحب نے اسی مجلس میں برجستہ ان کے جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر طلبہ کے حوالے کیے کہ ان حوالوں کو اصل کتب سے ملالیں اور خود کھانا کھانے اندر تشریف لے گئے۔ اتنے میں حضرت مفتی صاحب کھانا کھا کر تشریف لائے' طلبہ نے حوالوں کا کتابوں سے مقابلہ کر لیا تھا اور اسی وقت جوابی لفافہ میں بند کر کے شتر سوار کے حوالہ کر دیا۔ شتر سوار نے عرض کیا کہ حضور شاہی حکم یہ ہے کہ جواب ملنے تک ٹھہرنا' اس کے بعد دیر نہ کرنا حضور میں صبح کا چلا ہوا ہوں' تھک رہا ہوں' حضور جواب صبح کو عطاء فرمادیں۔ چنانچہ مفتی صاحب نے صبح کو عطاء کیا اور وہ شام تک دہلی پہنچ گیا اور جب ان جوابات کو علماء کرام کے سامنے رکھا گیا تو سب نے ان کی صحت کو تسلیم کیا اور حیران رہ گئے کہ ایسے مغلق مسائل کا اتنا مدلل جواب اس تھوڑے سے وقت میں کس طرح لکھا گیا۔

اکابر کی ذکاوت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہم سبق اور ساتھی بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ اللہ جل شانہ نے فلک علم کے ان منیرین کو وہ ذکاوت عطا فرمائی تھی کہ میر زاہد قاضی، صدرا، شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کہیں کوئی لفظ دریافت کرنا ہوتا تو دریافت کر لیتے تھے باقی ترجمہ تک بھی نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے دوسرے شاگردوں کو یوں خیال ہوتا تھا کہ کچھ سمجھے سمجھائے نہیں یوں ہی ورق گردانی کرتے اور کتابوں کے ختم کرنے کا نام چاہتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے مولانا سے کہہ بھی دیا مگر مولانا مملوک العلی صاحب نے یہ جواب دیا: ''میاں میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا۔'' اور دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ گنگوہی قدس سرہ نے مشکوٰۃ شریف شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مراقدہم کو پڑھ کر سنائی یعنی ترجمہ وغیرہ کچھ نہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی ان دونوں منیرین اور قمرین کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہو جاتی اور گھنٹوں تک رہا کرتی۔ استاد نور اللہ مرقدہم بھی بہت غور سے ان دونوں کے مباحثہ کو سنتے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جاتے اور کبھی لوگوں کے ٹھٹ لگ جاتے اور خاص و عام کا مجمع ہو جاتا۔

ایک مرتبہ ایک استاد نے دونوں کی تقریر سن کر یہ کہا: ''قاسم ذہین آدمی ہے، اپنی ذہانت سے قابو میں نہیں آتا ورنہ اس مسئلہ میں رشید احمد حق پر ہے۔''

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی مدرسین کو نصیحت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ محرم ۳۵ھ کے شروع میں یہ ناکارہ مدرس ہوا۔ جب میری مدرسی کا اور میری طرف اسباق منتقل ہونے کا اعلان ہوا تو میرے عزیز محترم دوست مولوی ادریس صاحب کاندھلوی مؤلف التعلیق الصبیح نے بہت اخلاص و محبت سے ایک نصیحت کی جس نے مجھے بہت کام دیا۔ انہوں نے کہا''

میاں صاحب! ایک بات غور سے سن لو تم نے جس طرح خود پڑھا ہے مدرسوں میں یہ طرز نہیں چلنے کا۔ طالب علم دمادم شکایتیں کریں گے اور نالائق بن کر مدرسے سے الگ کر دیئے جاؤ گے میری ایک نصیحت جو مدارس کے طرز تعلیم اور طلبہ کے مزاج کے موافق ہے اور جس سے تم طالب علم کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ تم اس کی ذرا پرواہ نہ کرنا کہ طالب علم نے مطالعہ دیکھا یا نہیں دیکھا' سبق یاد کیا یا نہیں۔ اگر تم نے طلبہ سے مطالعہ پر وہ گرفت کی جو تم سے کی گئی تو تمہارے خلاف طلبہ میں شور مچ جائے گا۔ وہ یہ نہیں کہنے کے کہ ہم سے مطالعہ کی گرفت کی جاتی ہے یا ہم سے گزشتہ سبق سنا جاتا ہے۔ وہ تمہیں نالائق ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور تمہارے خلاف پڑھا نہ سکنے کی' سمجھا نہ سکنے کی شکایت کریں گے۔ اس لئے میری مخلصانہ نصیحت کو اہتمام سے سن لو کہ جو تمہارے منہ میں آئے کہتے چلے جانا' یہ نہ سوچنا کہ یہ طالب علم کی استعداد کے موافق ہے یا اس سے اونچی بات ہے۔ یہ بھی نہ پوچھنا کہ کل میں نے کیا کہا تھا' کس نے یاد کیا کس نے نہیں''۔ (آپ بیتی)

تین بزرگوں کی عجیب حکایت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخر الدین صاحب چشتی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات ایک شہر میں موجود ہیں' ان کا امتحان لینا چاہیے کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے۔ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے یہاں دعوت ہے' قبول فرمائیں اور ۹ بجے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لائیں' میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں' شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا' اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا ساڑھے ۹ بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔

یہاں سے اُٹھ کر یہ شخص مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہنچ گئے۔

اول نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے۔ اس شخص نے ان کو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا' ساڑھے نو بجے مولانا تشریف لائے' ان کو دوسرے مکان میں بٹھایا' پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے' ان کو تیسرے مکان میں بٹھایا' غرض تینوں حضرات بیٹھ گئے تو یہ شخص پانی لے کر آیا' ہاتھ دھلائے اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی کھانا لے کر حاضر ہوتا ہوں' کئی گھنٹے گزر گئے اس شخص نے خبر نہ لی' آ کر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون گیا اور کون بیٹھا ہے' جب ظہر کا وقت قریب آ گیا اور اس نے سوچا کہ مہمانوں کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا' حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہوگئی تھی اس لیے کھانے کا انتظام نہ ہوسکا۔ دو پیسے نذر کیے اور کہا ان کو قبول فرمائیے۔ شاہ صاحب نے خوشی سے لے لیے اور فرمایا کیا مضائقہ ہے' بھائی گھروں میں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے' شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں' یہ فرما کر چل دیئے۔ پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہاں کہا تھا اور دو پیسے نذر کیے۔ مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھروں میں ایسے قصے پیش آ جایا کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا' دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے' دونوں کو رخصت کر کے یہ شخص حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں پہنچا اور وہی عذر بیان کر کے دو پیسے نذر کیے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اُٹھا کر جیب میں ڈال لیے اور پیشانی پر بل ڈال کر فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مگر پھر ہمیں ایسی تکلیف مت دیجئے' یہ فرما کر تشریف لے گئے۔

اس شخص نے یہ قصہ اور بزرگوں سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فن درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہو کر قبول فرمائی اور ان سے کم درجہ شاہ ولی اللہ کا ہے کھڑے تو نہیں

ہوئے مگر بخوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر مرزا صاحب کا نذر کی قبولیت کے ساتھ ملال بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرما کر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا: ''اس زمانہ کے بزرگوں کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا ہوا ہے کہ باوجود اس قدر نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر وتحمل فرمایا اور کچھ مضائقہ نہیں' جواب عطا فرمایا۔''

تدریس کا دستور العمل

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اہل مدارس کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے مدرسہ کے طلبہ تعداد میں بہت زیادہ ہوں بندہ کو پسندیدہ نہیں بلکہ ہر جماعت میں اتنے طلبہ لیے جائیں جن کو ایک مدرس سنبھال سکے اور زائد کو انکار کر دے جہاں طلبہ کی کثرت ہے وہاں مدارس کی کثرت بھی کچھ کم نہیں ہے۔ بعض مدارس کے مدرسین ومہتمان طلبہ کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ دوسو (۲۰۰) طلبہ کی جماعت میں سے مدرسین لاعلی التعیین کسی طالب علم سے کہہ دے کہ عبارت پڑھو۔ اس سے کم از کم عبارت اور مطلب دریافت کرے اور کوتاہی پر تنبیہ کرے تاکہ پھر ہر طالب علم کو یہ فکر پیدا ہو کہ نہ جانے کل کس کا نمبر آ جائے۔ میرے والد صاحب کا یہ طرز تعلیم ان کے مخصوص شاگردوں میں خاص طور سے میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ اور مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی من اجل خلفاء مرشدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ جو میرے والد صاحب کے خاص طور سے شاگرد رشید تھے اور انہوں نے تین برس میں ساری کتابیں میرے والد صاحب سے پڑھی تھیں اور حضرت تھانوی قدس سرہ کی میرے والد صاحب سے اس طلب پر کہ مجھے اپنے دو عزیزوں کے واسطے (یعنی مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان اور مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ اشرفیہ جو بعد میں کراچی تشریف لے جا کر انتقال فرما گئے) ایک اچھا مدرس چاہیے۔ اس پر میرے والد صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب کو تجویز کیا تھا جس کی تفصیل اکمال الشیم کے مقدمہ میں مذکور ہے۔ مولانا شبیر علی صاحب اُستاد مولانا عبداللہ صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:

میرے استاد محترم (یعنی مولانا عبداللہ صاحب) کے استاذ الاستاذہ (مولانا محمد یحییٰ صاحب) نے عمر بھر کسی کو پڑھایا نہیں بلکہ گھول کر پلایا ہے تو شاگرد رشید کیوں نہ ایسے ہوتے۔ چنانچہ جب استاذ کے سپرد کیا گیا تو اول مجھے کچھ اردو پڑھائی پھر فارسی شروع کرادی۔ اس زمانے میں آمدنامہ وغیرہ سے فارسی شروع کرائی جاتی تھی مگر استاذ محترم کو تو گھول کر پلانا تھا۔ لہٰذا میری تعلیم کے لیے ایک مستقل کتاب تیسیر المبتدی شروع فرمائی' گھول کر پلانے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب میری عمر چودہ (۱۴) سال کی تھی تو ہدایہ مشکوٰۃ وغیرہ سب مجھے گھول کر پلا چکے تھے۔

طلبہ کی تربیت اور اس کی اہمیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر و برکات موجود تھیں' ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی مگر ایک ایسی چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا۔ ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے۔ اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہی چیز نہیں جو اس وقت تھی گویا جسد ہے روح نہیں۔'' (آپ بیتی)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا طرز تعلیم اور اصول عشرہ

اس ناکارہ کو اپنے مدرسی کے زمانہ بالخصوص حدیث پاک کی تدریس کے زمانہ میں جو ۴۰ھ سے شروع ہو گیا تھا' حدیث کے متعلق مقدمۃ الحدیث' مقدمۃ الکتاب پر مختصر کلام کے بعد اپنے اصول عشرہ خاص طور سے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور پہلے دن یہ دس اصول بتا کر (اس ناکارہ کی بداخلاقی کا زور تھا) اس لیے صاف یہ بھی کہہ دیا کرتا تھا کہ میں ان چیزوں کے خلاف زبان سے نہیں کہوں گا ہاتھ سے کہوں گا۔ اس زمانہ میں اس ناکارہ کی علمی سلسلہ میں تو زبان زیادہ چلتی تھی لیکن طلبہ کی عملی حالت پر بجائے زبان کے ہاتھ زیادہ

چلتا تھا۔اس ناکارہ کے اصول عشرہ جن پر مجھے خاص طور سے زور تھا وہ یہ ہیں:

(۱)...... سبق کی غیر حاضری میرے یہاں سخت ترین جرم تھا۔ میرے حاضری کے رجسٹر اس زمانے کے موجود ہیں سالوں کے درمیان میں (ب) بیماری کی تو کہیں کہیں ملے گی یا (ر) رخصت کی لیکن (غ) غیر حاضری کا برسوں میں بھی تلاش سے مشکل سے ملے گا۔

(۲)...... صف بندی کا اہتمام نماز کی صفوف کی طرح سے کسی کا آگے بیٹھنا کسی کا پیچھے بیٹھنا بے ترتیب بیٹھنا اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا۔

(۳)...... وضع قطع کے اوپر بھی اس سیہ کار کو بہت ہی زیادہ شدت سے اہتمام رہتا تھا۔علماء سلف کی وضع قطع کا خلاف اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا بالخصوص ڈاڑھی کے معاملہ میں اول تو اس زمانہ میں مدرسہ کا فارم داخلہ ہی ایسے شخص کو نہیں ملتا تھا جو ڈاڑھی منڈاتا تھا لیکن اگر کسی مجبوری سے یا طالب علم کے عہد و پیمان پر داخلہ کا فارم مل بھی جاتا تو اس سیہ کار کے سبق میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔

(۴)...... اس ناکارہ کی عادت یہ تھی کہ ''کتاب الحدود'' وغیرہ کی روایات میں جو فحش لفظ آ گیا جیسا ''انکتھا یا امصص بظر اللات'' وغیرہ الفاظ ان کا اردو میں لفظی ترجمہ کرنے میں مجھے کبھی تامل نہیں ہوا۔میں نے کنایہ سے ان الفاظ کا ترجمہ کبھی نہیں بتایا' میرے ذہن میں یہ تھا کہ جیسا اردو میں ان کا ترجمہ ہے ویسے ہی عربی میں ان کے اصل الفاظ ہیں۔ میں اپنی ناپاک اور گندی زبان کو سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک زبانوں سے اونچا نہیں سمجھتا تھا لیکن اسباق کے شروع میں اپنے اصول عشرہ میں اس پر نہایت شدت سے متنبہ کرتا تھا کہ ان فحش الفاظ پر اگر کوئی شخص ہنسا جس سے وہ حدیث پاک کے ترجمہ کے بجائے گالی بن جائے تو سبق ہی میں پٹائی کروں گا اور میں خود بھی ترجمہ کرتے وقت ایسا منہ بناتا تھا جیسا بڑا غصہ آ رہا ہو جس کی وجہ سے اول تو طالب علم کو ہنسنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی لیکن اس پر بھی اگر کوئی بے حیاء تبسم بھی کر لیتا تو میں اس کی جان کو آ جاتا تھا۔

(۵'۶)...... کتاب کے اوپر کہنی وغیرہ رکھ دینا بھی جیسا کہ بعض طالب علموں کی عادت ہوتی ہے اس سیہ کار کے یہاں نہایت بے ادبی اور گستاخی تھی اس پر پہلے ہی دن نہایت زور

سے نکیر اور تنبیہ کر دیا کرتا تھا اور اس سے بڑھ کر نمبر ۲ کتاب پر کہنی رکھ کر اور ہاتھ پر منہ رکھ کر سونا تو اس سے بھی بڑا سخت ظلم تھا۔ اس پر نہایت شدت سے تنبیہ تو پہلے ہی دن کر دیتا تھا اور اس زمانہ میں اس سیہ کار کا بدن چونکہ نہایت ہی ہلکا پھلکا سوکھی لکڑی کی طرح سے تھا اس لیے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ طالب علم نے حدیث پڑھی اور میں نے تقریر کی اور جب طالب علم نے دوسری حدیث شروع کی تو میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر نہایت پھرتی سے سونے والے کو ایک تھپڑ مار کر اپنی جگہ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ دورہ کے طلبہ نہایت متحیر رہ جاتے کہ یہ کیا ہو گیا مگر چونکہ لوگوں کو میری عادت معلوم ہو گئی تھی اس لیے وہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ کوئی غریب سو گیا ہو گا' میں اس میں اکابر مدرسین کی اولاد اور مخصوصین کی بھی بالکل رعایت نہیں کرتا تھا۔

(۷)...... حدیث پاک کے سبق میں خاص طور سے بیٹھنے پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا کہ چوکڑی مار کر نہ بیٹھیں' دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں' حدیث پاک کی کتابوں کا نہایت ادب ظاہراً و باطناً ملحوظ رکھیں' کسی نقل و حرکت سے حدیث کی کتاب کی بے ادبی ظاہر نہ ہو۔

(۸)...... لباس پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع میں کر دیتا تھا۔ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں سینکڑوں مذاہب سینکڑوں طریقے لباس کے ہیں مگر ایک چیز میں تم خود ہی غور کرو کہ مقتداؤں کا لباس ایک ہے یعنی لمبا کرتا' لمبا چوغا' چاہے مسلمان ہو چاہے پادری ہو' چاہے مجوس ہو' چاہے ہنود ہو' بالخصوص اونچا کرتا سرین تک اور تن پائجامہ کی تو میں بہت تشنیع کیا کرتا تھا کہ ایسے لوگوں کو نماز کی صف اول میں ہرگز نہیں کھڑا ہونا چاہیے کہ وہ زبان حال سے دوسروں کو بے حیائی کے ساتھ اپنے اعضاء مستورہ کا حجم دکھلا رہے ہیں۔

(۹)...... آئمہ حدیث اور آئمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام اور ان پر اعتراض چاہے قلبی ہی کیوں نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے بعض لوگ حنفیت کے زور میں دوسرے آئمہ پر اور بعض بیوقوف آئمہ حدیث پر تنقیدی فقرے کہتے ہیں یہ مجھے بہت ناگوار ہوتا تھا۔

(۱۰)...... مجھے اس پر بھی بہت زور تھا اور ابتداء ہی میں طلبہ کو اس پر متنبہ کر دیا کرتا تھا کہ معاصر مدرسین کا کوئی قول آپ نقل کریں تو شوق سے مگر مدرس کا نام ہرگز نہ لیں۔ (آپ بیتی)

مدرس کی نظر صرف اللہ پر ہو

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ اپنے اکابر کا یہ تجربہ کیا کہ وہ حضرات جو کتابیں پڑھاتے تھے ان کو اپنی حیثیت سے اونچا سمجھتے تھے اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ جو کوئی بھی کوئی کتاب پڑھاتا ہے اپنے کو اس سے اونچا سمجھتا ہے۔ وہ حضرات اپنی تنخواہ کو چاہے کتنی ہی قلیل ہو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھتے تھے اور اب جتنا بھی تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے وہ اپنے کو اس سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ دینے والی ذات صرف مالک کی ہے وہی رازق ہے وہی رب العالمین ہے اور باقی سارے ذرائع چاہے وہ مدرسہ ہو' ملازمت ہو' تجارت ہو' یہ سب مالک کے قاصد ہیں' مالک کے یہاں سے جو مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کے رہتا ہے چاہے وہ مہتمم مدرسہ کے ذریعہ سے پہنچے یا تجارت کے ذریعے سے پہنچے یا کسی کے ذریعے سے ہدیہ پہنچے۔

اگر آدمی یہ غور سے سوچا کرے کہ مجھے اس ماہ میں کیا ملا پھر اس کا اس پر اصرار کہ وہ مدرسہ کی تنخواہ سے ملا ہے یا کسی کے ہدیہ سے یا کسی اور ذریعے سے' حماقت کے سوا اور کیا ہے۔ زبان سے تو یہ چیزیں ہم لوگ بھی کہتے رہتے ہیں لیکن دل میں جگہ کر لیں تو دین و دنیا دونوں کی راحت ہے اور اس ناکارہ کو اس کے ذاتی تجربے بارہا ہوئے۔ ہزاروں سے بھی کہیں زیادہ کہ جب بھی کسی جگہ سے آمد کا ذریعہ کوئی بند ہوا' مسبب الاسباب مالک نے دوسرا دروازہ ہاتھ کے ہاتھ کھول دیا۔ آدمی اپنی کمائی سے عمدہ غذائیں کھائے یا دوستوں کے اصرار و ہدایہ سے عمدہ غذائیں کھائے' دونوں میں کیا فرق ہوتا ہے' غذا جو مقصود تھی وہ ہر حال میں ایک ہی سی پہنچی پھر یہ سوچنا کہ فلاں کے ہاتھ سے آئی' فلاں کے ہاتھ سے نہیں آئی یا فلاں کے ذریعے آئی' فلاں کے ذریعے سے نہیں آئی بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ (آپ بیتی)

اکابر کا اپنی تنخواہوں کو زائد سمجھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

میرے حضرت کی تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی دارالعلوم دیوبند میں پچاس روپے تھے۔ ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوتی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کردیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے۔ دونوں مدرسوں میں جب بھی مدرس دوم کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئی تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت کے انکار سے ان کی ترقیاں رک جائیں گی اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔ میرے استاد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ نے کئی بار مجمع میں فرمایا: ''میں نے اپنی ساری ملازمت میں کبھی اپنی ترقی کی درخواست نہ تحریراً پیش کی نہ زبانی کبھی کسی سے کہا۔''

حضرت حکیم الامت قدس سرہ جب جامع العلوم کان پور میں مدرس اول بن کر تشریف لے گئے تو حضرت کی تنخواہ پچیس روپے تھی لیکن حضرت تھانوی اس کو زائد ہی سمجھتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

''میں طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی اپنی تنخواہ سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس روپے سوچتا تھا۔ پانچ روپے اپنی ضروریات کے لیے اور پانچ روپے گھر کے خرچ کے لیے۔ بس اس سے زیادہ تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہیں جاتی تھی نہ اس سے زیادہ کا اپنے کو مستحق سمجھتا تھا۔''

اسباق میں حاضری

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک مرتبہ اس سیہ کار کو زور کا بخار ہو رہا تھا اور مشکوٰۃ شریف کا سبق ہو رہا تھا۔ میرے حضرت قدس سرہ جدہ کے سفیر ہند کو لے کر دارالطلبہ تشریف لے گئے۔ مجھے حضرت کی تشریف آوری کا احساس نہیں ہوا۔ حدیث مصراۃ کی بحث تھی، دفعتاً حضرت قدس سرہ پر نظر پڑ گئی، میری زبان لڑکھڑا گئی اور حضرت بڑھ گئے۔ بعد میں طلبہ نے بتایا کہ حضرت تقریباً ۱۵ منٹ سے کھڑے ہوئے تھے، اسی طرح دوسرے مدرسین کے اسباق میں بھی مہمانوں کے ساتھ جاتے رہے، بعض سبقوں میں ۵ منٹ بعض میں ۷ منٹ تک کھڑے رہتے۔ مدرس بیچارے کو کیا خبر کہ آج کوئی مہمان آوے گا اور حضرت اس کو ساتھ لے آئیں گے لیکن مدرسین کو اس کا فکر مستقل سوار رہتا۔

یہ ہے اخلاص

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحبؒ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ:۔

''آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لیکر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی'' حضرت شیخ نے فرمایا کہ:۔

''اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔ (اکابر کا تقویٰ)

مال مدرسہ میں احتیاط

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت کا ارشاد تھا کہ ہم مدرسہ کے مال کے مالک تو نہیں، امین اور محافظ ہیں۔ اس لیے کسی کوتاہی پر ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ہم بمصالح مدرسہ کسی کو معاف کریں یا چشم پوشی کریں تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمادے گا لیکن ہمارے معاف کرنے سے اس کا معاف نہیں ہوگا اور اگر اپنے تعلقات کی وجہ سے کسی سے درگزر کریں تو اس کے ساتھ ساتھ ہم بھی مبتلاء معصیت ہوں گے۔

یہ ناکارہ رجب ۲۸ھ میں مدرسہ میں طالب علم کی حیثیت سے آیا تھا اور اب محرم ۹۳ھ تک طالب علمی مدرسی سرپرستی، سارے ہی مراحل طے کر چکا مگر مجھے یاد نہیں کہ ان سارے ادوار میں کسی طالب علم کی اپنے تعلق کی وجہ سے مدرسہ میں کھانا جاری کرنے کی سفارش کی ہو۔ بارہا بلکہ بیسیوں مرتبہ اس کی نوبت آئی کہ کسی طالب علم کا کسی جرم یا امتحان کی ناکامی پر کھانا بند ہوا اور اس نے حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ سے خود یا اپنے اولیاء کے ذریعے سفارش کرائی اور حضرت ناظم صاحب نے تحریر فرمادیا کہ

اگر زکریا سے سفارش لکھوادو تو میں جاری کردوں گا۔ (اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ حضرت ناظم صاحب قدس سرہ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ یہی گستاخ جرح کرے گا) اور جب وہ کاغذ یا پیام میرے پاس آتا تھا تو میرا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ مدرسہ سے تو سفارش نہیں کروں گا جب تک اس کا کھانا بند ہے میرے ساتھ کھالیا کرے۔ (آپ بیتی)

ارباب مدارس کو شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی نصیحت و وصیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مجھے اپنے اکابر کے طرزِ عمل اور ان سے ورثہ میں جو چیز ملی ہے وہ مدارس کا اہتمام' اوقاف کے مال کی اہمیت اور اس تحریر میں بھی اپنے حضرت قدس سرہ کا یہ مقولہ لکھوا چکا ہوں کہ مجھ سے تعلق کا مدار تو میرے مدرسہ سے تعلق پر ہے جس کو میرے مدرسے کے ساتھ جتنا تعلق ہے اتنا ہی مجھ سے ہے اور اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کا مقولہ بھی پہلے آ چکا ہے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں لگتا نیز اپنے والد صاحب قدس سرہ کا معمول بھی مدرسہ کے متعلق یہ تھا کہ وہ اپنا سالن سردی میں مدرسے کے حمام کے سامنے رکھا کرتے تھے' نہ حمام کے اندر ہوتا نہ اس کی آگ نکال کر اس پر ہوتا اور اس انتفاع پر چندہ کے نام سے سردی کے مہینے میں دو تین روپے جمع کراتے تھے اور بھی اکابر کے احتیاط کے سلسلہ میں قصے وہاں گزر چکے ہیں اس لیے سب سے اول اپنے عزیزوں کو اپنے دوستوں کو اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو اس کی نصیحت اور اس کی وصیت کرتا ہوں کہ مدرسہ کے مال میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے مدرسہ کے اوقات کا بہت ہی اہتمام کریں' یہ نہ سمجھیں کہ مجھے کون ٹوک سکتا ہے۔ یہ اللہ کا مال ہے اور اس کا مطالبہ کرنے والا اور اس پر ٹوکنے والا سخت ہے جس کے یہاں نہ کوئی سفارش چلے گی نہ کوئی وکالت۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس سیہ کار نے محض مالک کے فضل سے اوقات اسباق کی وہ پابندی کی جس پر سرپرستان نے بھی تحریراً استعجاب لکھا ہے۔ (آپ بیتی)

مدرسہ کی حق تلفی کا خمیازہ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جن لوگوں نے مدرسہ کے مال میں کوئی خیانت کی یا کوئی مدرسہ کے حقوق میں زیادہ کوتاہی کی وہ یا تو بیماری میں مبتلا ہوا یا کسی مقدمہ میں پھنسا یا پھر اس کے یہاں چوری ہوئی۔ میرے ایک بہت ہی مخلص اور بزرگ ایک جگہ ملازم تھے اور ڈیڑھ سو روپے تنخواہ تھی وہ پانچ سو یا سات سو تنخواہ پر بہت دور دراز تشریف لے گئے۔ ان کی تشریف بری کے تقریباً سال بھر بعد ان کے مکان پر چوری ہوئی اور زبردست نقصان ہوا' اللہ مجھے معاف فرمائے میں تو گستاخ ہوں ہی۔ میں نے ان کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ حادثہ سے رنج ایک فطری چیز ہے مگر اس حادثہ پر بجائے تعزیت کے مبارکباد دوں گا کہ یہ ضرورت سے زیادہ تحصیل مال کے لیے اتنی دور کا سفر کرنا آپ کی شان کے مناسب نہ تھا۔ آپ دینی حیثیت سے بہت اونچی جگہ تھے جس کی موجودہ جگہ ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان کا میرے پاس بڑے عتاب کا خط آیا کہ اس حادثہ فاجعہ پر ہر ایک نے رنج وغم تعزیت اظہار ہمدردی اور غم میں شرکت لکھی مگر آپ نے مبارک باد لکھی میں نے پھر لکھا کہ میں نے تو خط کے شروع میں ہی لکھ دیا تھا کہ رنج فطری چیز ہے ہونا ہی چاہیے مگر آپ کی شان کے مناسب نہ تھا کہ اہم دینی خدمت کو آپ نے چھوڑا اور بڑی تنخواہ پر دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ اس قصہ کو اگرچہ نمبر کے شروع حصے سے زیادہ تناسب نہیں مگر قریب ہی قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات تو "لاتعد ولا تحصیٰ" ہیں ان کا احصاء وشمار تو کسی طاقت بشری سے بھی ممکن نہیں۔ ایک واقعہ اور یاد آ گیا جو تحدیث بالنعمۃ کے ذیل میں ہونا چاہیے تھا مگر وہاں ذہن میں نہیں رہا۔ سہارن پور کے قیام میں مالک نے ہمیشہ ہی دوستوں کو مجھ پر ایسا مسلط کر رکھا ہے کہ اس ناکارہ کے نہلانے کے وقت بھی ابتدائے مدرسی سے ہی یا ایک دو سال بعد اتنے احباب جمع ہو جاتے ہیں' میں ان کو منع کرتا ہوں' روکتا ہوں اور خفا بھی ہوتا ہوں مگر غسل جمعہ میرا غسل میت ہی ہوتا ہے۔ بدن کو ملنے والے ہاتھ' کمر' پاؤں کو رگڑنے والے ہر ایک الگ الگ بہت سے ہو جاتے ہیں۔ ۴۴ھ میں جب یہ ناکارہ حضرت قدس

سرہ کے ساتھ ایک سالہ قیام کے لیے گیا تو مدینہ منورہ حاضری پر ابتداء کچھ اجنبیت سی تھی۔ مقامی احباب سے تعلقات زیادہ وسیع نہیں تھے۔(آپ بیتی)

طالب علم کا نصاب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کے لیے سب سے پہلے جو چیز واجب ہے وہ تصحیح نیت ہے یعنی علم کے حاصل کرنے میں مقصود صرف اللہ کی رضا ہونی چاہیے اگر مدرس بنے تو بھی پیسوں کی نیت سے نہ کرے بلکہ اشاعت علم کو اپنا مقصد سمجھنا چاہیے اور جو تنخواہ مل جائے اس کو اللہ کا عطیہ سمجھنا چاہیے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اغراض دنیا کی نیت سے علم حاصل کرنے سے بہت ہی زیادہ احتراز کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کی غرض سے حاصل کرنا چاہے اس کو جنت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ حماد بن سلمہ کا مقولہ ہے: ''جو حدیث پاک کو غیر اللہ کے لیے پڑھے وہ اللہ کے ساتھ مکر کرتا ہے اللہ جل شانہ سے کثرت سے توفیق اور ''اعانت علی الصواب والسداد'' کی دعاء کرتا رہے اور اخلاق حمیدہ اپنے میں پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کرتا رہے اور اس کے بعد انتہائی انہماک سے طلب علم میں مشغول ہو کسی دوسری طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے۔''

یحییٰ بن کثیر کا مقولہ ہے: ''بدن کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔''

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''وہ شخص کامیاب نہیں ہے جو علم کو کاہلی اور لاپروائی سے حاصل کرے بلکہ جو شخص نفس کی ذلت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔''

اور یہ تو مثل مشہور ہے ''من طلب العلی سهر اللیالی'' جو اونچا مرتبہ حاصل کرنا چاہے وہ راتوں کو بیدار رہے۔

اور طالب علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے استادوں کا نہایت احترام کرے۔ مغیرہ

کہتے کہ ہم استاد سے ایسا ڈرتے تھے جیسے لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں بھی یہ حکم ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان سے تواضع سے پیش آؤ۔

اپنے شیخ کو سب سے فائق سمجھے' حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے:

''جو اپنے استاد کا حق نہیں سمجھتا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ استاد کی رضا کا ہر وقت خیال رکھے اس کی ناراضگی سے پرہیز کرے' اتنی دیر اس کے پاس بیٹھے بھی نہیں جس سے اس کو گراں ہو' استاد سے اپنے مشاغل اور جو پڑھنا ہے اس کے بارے میں خاص طور سے مشورہ کرتا رہے اس سے نہایت احتراز کرنا چاہیے کہ شرم اور کبر کی وجہ سے اپنے ہم عمر یا اپنے سے عمر میں چھوٹے سے علم حاصل کرنے میں پس و پیش کرے۔''

اصمعی کہتے ہیں: ''جو علم حاصل کرنے کی ذلت نہیں برداشت کرے گا وہ عمر بھر جہل کی ذلت برداشت کرے گا۔''

یہ بھی ضروری ہے کہ استاد کی سختی کا تحمل برداشت کرے یہ نہایت اختصار سے مقدمہ او جز سے چند اصول نقل کیے گئے ہیں اور یہ تو نہایت مشہور مقولہ اور نہایت مجرب ہے کہ استاد کی بے حرمتی سے علم کی برکات سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور والدین کی بے حرمتی کرنے والا روزی سے ہمیشہ پریشان رہتا ہے' لوگ آج کل بہت ہی بیروزگاری اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہیں لیکن وہ غور کریں تو اپنی جوانی کے زمانہ میں والدین میں سے کسی کی بے حرمتی کی ہوگی' مجھے تو اس کا بہت تجربہ ہے۔ محدثین اپنے استاد کی جلالت شان پر بہت ہی زور دیتے ہیں۔ (آپ بیتی)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا باوضو سبق پڑھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا میرا ایک ساتھی اور دوست محمد حسن مرحوم تھا اس سے زیادہ صالح میں نے اپنے بچپن میں کسی اور ساتھی کو نہیں دیکھا ہم دونوں نے طے کر رکھا تھا کہ بے وضو کسی حدیث کو استاد کے سامنے نہیں پڑھنا ہے اور یہ کہ کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے' ہم دونوں سبق میں توأمین (جڑواں) کی طرح بیٹھتے

تھے، کبھی وضو کی ضرورت ہوتی تو کہنی مار کر وہ اٹھ جاتا تو میں کہتا حضرت یہاں پر ایک اشکال ہے تاکہ سبق آگے نہ بڑھے وہ بھی وضو کر کے آ جائے اسی طرح میں بھی کرتا تھا' چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اشکال کیا کہ حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارے فتح القدیر سے میں اپنی جگہ نمٹتا رہوں گا۔ پہلے ایک قصہ سنائے دیتا ہوں' میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سبق میں اشعار و قصے بھی سنایا کرتے تھے اور میرے حضرت مجسم و باوقار تھے میرا بھی سبق میں معمول تھا کہ ششماہی تک والد صاحب کا تابع رہتا تھا اور اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا (مولانا خلیل احمد صاحب) کیونکہ کتاب ختم کرانی ہوتی محمد حسن مرحوم کا خط بھی بہت زیادہ پاکیزہ تھا۔ (صحبتے با اولیاء)

اوقات کی پابندی

طلبہ کو چاہئے کہ اگر کسی ضرورت سے خارج مدرسہ جانا ہو تو منتظمین سے چھٹی لیں لیکن حتیٰ الامکان جہاں تک ہو سکے مدرسہ میں رہنا چاہئے' ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ افریقی طلبہ جلال آباد سے آئے ہوئے تھے انہوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم یہاں ۴ بجے تک کیلئے حاضر ہوئے ہیں کیونکہ مدرسے سے اتنے ہی وقت کیلئے ہم نے چھٹی لی ہے اس پر حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا کہ حضرت سہارنپوری سے جتنے دن کی چھٹی لے کر میں کاندھلہ جاتا ٹھیک وقت پر واپس آ جاتا کبھی اس کے خلاف نہیں کیا چاہے کوئی اہم بات پیش آ جائے۔ (صحبتے با اولیا)

❁ ❁ ❁

مختصر سوانح

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

حضرت قاری صاحب قدس سرہ کی ذات گرامی دارالعلوم دیوبند کے اس بابرکت دور کی دلکش یادگار تھی جس نے حضرت شیخ الہند حضرت تھانوی حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ اور ان جیسے دوسرے حضرات کا جلوہ جہاں آرا دیکھا تھا جس ہستی کی تعلیم وتربیت میں علم وعمل کے ان مجسم پیکروں نے حصہ لیا ہو اس کے اوصاف وکمالات کا ٹھیک ٹھیک ادراک بھی ہم جیسوں کیلئے مشکل ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت قاری صاحب مدظلہم کے پیکر میں معصومیت حسن اخلاق اور علم وعمل کے جونمونے ان آنکھوں نے دیکھے ہیں ان کے نقوش دل ودماغ سے محو نہیں ہو سکتے۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پوتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حکمت دین کی جو معرفت حضرت نانوتوی قدس سرہ کو عطا فرمائی تھی اس دور میں حضرت قاری صاحبؒ اس کے تنہا وارث تھے حضرت نانوتویؒ کے علوم کو جن حضرات نے مزاج ومذاق میں جذب کر کے انہیں شرح وبسط کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا ان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب قدس سرہ کو تصنیف اور خطابت دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا اگر چہ انتظامی مشاغل کے ساتھ سفروں کی کثرت بھی حضرت کی زندگی کا جزولازم بن کر رہ گئی تھی حساب لگایا جائے تو عجب نہیں کہ آدھی عمر سفر ہی میں بسر ہوئی ہو لیکن حیرت ہے کہ ان مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف وتالیف کیلئے بھی وقت نکال لیتے تھے چنانچہ آپ کی دسیوں تصانیف آپ کے بلند علمی مقام کی شاہد ہیں اور ان کے

مطالعہ سے دین کی عظمت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جہاں تک وعظ وخطابت کا تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا عجیب وغریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحب کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے نہ جوش وخروش نہ فقرے چست کرنے کا انداز نہ پرتکلف لسانی نہ لہجہ اور ترنم نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر موثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن انداز بیان اتنا سہل کہ سنگلاخ مباحث بھی پانی ہو کر رہ جاتے جوش وخروش نام کو نہ تھا لیکن الفاظ ومعانی کی ایک نہر سبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی اور قلب ودماغ کو نہال کر دیتی تھی ایسا معلوم ہوتا کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے بجائے ایک باوقار دریا کا ٹھہراؤ تھا جو انسان کو زیروزبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کرلے جاتا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت پائی اور کتنے غلط عقائد ونظریات سے تائب ہوئے۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی وفات بلاشبہ پوری امت کیلئے عظیم سانحہ ہے اور ہم میں سے ہر شخص پر ان کا حق ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق انہیں ایصال ثواب کریں اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر وجمیل کی دولت سے نوازیں۔ (نقوش رفتگاں)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے انمول اقوال

دل میں محبت یا نفرت کا القاء

نیک آدمی کو ساری دنیا نیک کہتی ہے کسی نے جا کے تو اس کو دیکھا نہیں کہ اس نے کیا کیا نیکیاں کی ہیں خواہ مخواہ دنیا کی زبان پر یہ ہوتا ہے کہ فلاں بڑا نیک ہے یہ اسی لئے کہ اللہ دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور بد ہمیشہ ساری بدیاں چھپا کر کرتا ہے مگر دنیا کی زبان پر ہے کہ فلاں آدمی بڑا بدکار سیاہ کار اور بیہودہ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔

حافظ قرآن کی سند متصل

اس امت کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ کا کلام مستند طریق پر موجود ہے آج قرآن کے بارے میں کوئی دعویٰ کرے کہ اس کی سند کیا ہے؟ تو امت کے علماء اپنی جگہ ہیں میں یہ کہوں گا کہ میری سند اللہ تعالیٰ سے متصل ہے مجھے یہ قرآن میرے اساتذہ نے پڑھایا ان کو ان کے فلاں استاذ نے پڑھایا اسی طرح یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبرائیلؑ نے پڑھا اور جبرائیلؑ کے سامنے حق تعالیٰ جل شانہ نے تکلم فرمایا تو حافظ کی سند حق تعالیٰ جل شانہ تک پہنچ جاتی ہے۔

خصوصی دعا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے خصوصی دعا فرمائیں میں کہتا ہوں کہ وہ خصوصی دعا کیا ہے تو کہتے ہیں کہ نام لے کر دعا فرمائیں میں کہتا ہوں کہ اگر نام یاد نہ ہو تو پھر کیا ہوگا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ ہی ہاتھ دعا کر دیں آدمی فرمائش بھی کرے اور قید بھی لگائے یہ فرمائش کیا ہوئی یہ تو آرڈر ہو گیا بس دعا کی درخواست کافی ہے۔

توبہ کی برکت

توبہ خود مستقل عبادت ہے توبہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت رکھی ہے اگر کوئی ستر برس سے کفر میں مبتلا رہے لیکن اس کے بعد توبہ کر لے تو ستر برس کا کیا ہوا کفر بالکل ختم ہو جائے گا اور وہ ایسا پاک صاف ہو جائے گا جیسا کہ کفر کیا ہی نہیں تھا مومنین کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اے مومنین سب کے سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ تو توبہ کو کامیابی کا دارومدار بتلایا گیا سارے معاصی توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔

حقوق العباد کی معافی کا خدائی طریقہ

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے البتہ جن لوگوں کے اندر نیکی کا غلبہ ہے اور حقوق کی ادائیگی کی کوشش بھی کر رہے ہیں مگر ادائیگی سے پہلے انتقال ہو گیا ان کے بارے میں حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ فلاح ابدی پائے تو حقوق مانگنے والوں سے فرمائیں گے کہ اوپر دیکھو جب وہ لوگ اوپر دیکھیں گے تو بہت بڑا عظیم الشان محل نظر آئے گا جس کی وسعت کی انتہا نہ ہوگی تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ اپنے حقوق معاف فرما دیں گے ان کو یہ محل دیدیا جائے گا تو سب لوگ کہیں گے کہ ہم نے اپنے حقوق معاف کر دیا یہ عدل خداوندی ہے کہ بندوں کے

حقوق خود معاف نہیں فرمائیں گے صرف ان کی سفارش کر دیں گے اور ترکیب ایسی کریں گے کہ لوگ معاف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

برکت کی صورتیں

برکت کے کئی معنے آتے ہیں برکت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ شی کسی طور پر دوگنی چوگنی ہو جائے۔

برکت یہ ہے کہ اولاد بڑھ جائے یا رزق بڑھ جائے یا حالات بہتر سے بہتر ہو جائیں اور اس میں برکت ہو۔

اولاد میں برکت کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عدد بڑھ جائے گی یا اتنے ہی مال سے ضرورت پوری ہو جائے اگر چہ وہ برکت محسوس نہ ہو مگر ہوتی ضرور ہے۔

اور کبھی برکت کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ شے تو اتنی ہی رہے مگر بہت سے لوگوں کو کافی ہو جائے تو یہاں پر عدداً تو کوئی چیز نہیں بڑھی البتہ کیفیتاً بڑھ گئی یعنی اتنی مقدار جو دو آدمی کے لئے نا کافی تھی مگر دس آدمی کیلئے کافی ہو گئی اور کبھی برکت کے یہ معنی آتے ہیں کہ کھانے کے مفاد ظاہر ہو جائیں یعنی اس کے کھانے سے صحت و قوت و فرحت وغیرہ بڑھ جائے تو اس میں نہ عدد بڑھی نہ مقدار بڑھی مگر اضافی طور پر برکت یہ ہوئی کہ کھانے کا مفاد ظاہر ہو گیا۔

زندگی کے دو حصے

حق تعالیٰ سبحانہ نے زندگی کے دو حصے کر دیئے ہیں ایک گھریلو زندگی اور ایک باہر کی زندگی تو باہر کی زندگی کا ذمہ دار مردوں کو بنایا ہے اور گھریلو زندگی کا عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے تو مرد کا یہ کام نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے اور بچوں کو دودھ پلائے اور ان کی پرورش کرے یہ تو عورتوں کا کام ہے اور مرد کا کام یہ ہے کہ باہر جائے اور کمائے اور ذریعہ معاش پیدا کرے اور عورتوں و بچوں کے نان ونفقہ کا انتظام کرے۔

تقویٰ کا حاصل

تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ نفس کے ہاتھ میں اپنی نکیل نہ دی جائے۔ اتباع سنت وشریعت کا

اہتمام کیا جائے فتن سے بچاؤ رکھا جائے خواہ فتن علمی رنگ کے ہوں جیسے عقیدہ وفکر کی بے قیدی اورخودرائی وغیرہ خواہ عملی ہوں جیسے فرائض وواجبات میں سستی اور کاہلی اور ممنوعات ومکروہات کی طرف میلان ورجحان دین کے بارے میں بجائے آزادی اور آزادروشی کے تقید اصل ہے۔

ادائیگی شکر کا طریقہ

ادائیگی شکر حقیقتاً کما حقہ ناممکن ہے نعمتیں لامحدود ہیں اور شکر محدود ہوگا تو لامحدود کا شکر محدود سے ادا ہو جانا عقلاً بھی ناممکن ہے اس لئے اس کی صورت یہ ہے کہ شکر کے صیغے اور اس سے اپنے عجز کا اقرار کیا جاوے کہ اے اللہ میں آپ کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں اور اپنے عجز وقصور کا معترف ہوں پس یہ ادائیگی عجز ہی شکر کے قائم مقام ہوگی اور شکر بن جائے گی۔

امیر المومنین کی حالت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر اس درجہ بے نفسی تھی کہ تنہائی میں بیٹھ کر حیرت میں ہیں کہ مجھے کس طرح خلیفہ بنادیا مجھ میں تو یہ لیاقت نہیں تھی تو ان لوگوں کے قلوب اتنے پاک اور صاف ہیں کہ سلطنت اتنی بڑی کہ سلاطین عالم کانپتے ہیں حضرت عمرؓ کا نام لے کر، اور خود حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھو تو ان کے دل میں خطرہ بھی نہیں کہ میں کوئی چیز ہوں حیرت سے خود ہی کہہ رہے ہیں کہ تو امیر المومنین؟

صبر وظیفہ قلب

صبر کا تعلق ہاتھ پیر سے نہیں بلکہ قلب سے ہے اور قلب کا وظیفہ یہ ہے کہ صبر کرے اور صبر کے معنی یہ ہیں کہ بندہ رضا کا اظہار کردے کہ جو کچھ من جانب اللہ ہوا وہ ٹھیک ہوا باقی ادھر سے امر ہے کہ جدوجہد بھی کرو اور کوشش بھی کرو ہاتھ پیر سے سعی بھی کرو یہ صبر کے منافی نہیں ہے سعی کا حاصل یہ ہے کہ اس چیز کو پانے کے لئے جدوجہد کرو جو گم ہے لیکن جو کچھ نتیجہ نکلے اس پر راضی رہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا بھی صبر ہے اس میں چون وچرا بالکل نہ کریں۔

صبر کے متعلق حضرت عمرؓ کی تدبیر

جب کوئی مصیبت آئے تو سب سے پہلے یہ غور کرو کہ یہ مصیبت میرے دین پر آئی ہے یا دنیا پر اگر دین محفوظ ہے تو خوش ہونے کی بات ہے کہ اصل سرمایہ محفوظ ہے بس اس خیال کے ساتھ صبر آ جائے گا باقی دنیا یہ تو خود ہی جانے والی ہے بعض دفعہ زندگی میں یہ چھن جاتی ہے ورنہ موت سے تو چھن جانا ضروری ہے تو جو چیز چھننی تھی وہ چھن گئی وہ جانے ہی والی تھی اور جو چیز رہنے والی تھی وہ الحمدللہ محفوظ ہے اس طرح صبر آ جائے گا کہ بڑی چیز قبضے میں ہے اور چھوٹی چیز چلی گئی۔

صبر اور قانون فطرت

یہ قانون قدرت ہے کہ مصائب کے بعد عموماً نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے ابتداء میں جو آزمائش ہوتی ہے اس کو آدمی سہہ لے پھر فتوحات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر اسی میں بھاگ نکلا تو پھر مصیبت ہی مصیبت ہے باقی حکم یہی ہے کہ مصیبت مت مانگو عافیت مانگو اور اسی کی دعا کرو لیکن اگر مصیبت آ جائے تو صبر کرو۔

نجات کا راستہ

قرآن کریم کا کہنا ہے کہ تم اپنے ایمان کو مضبوط کرو ایمان کو تعصبات میں دخل نہ دو نہ شخصیتوں کے تعصّبات کو نہ رنگ و بو کے تعصّبات کو نہ زمین کے ٹکڑوں کے تعصّبات کو اور نہ وطن اور قوم کے تعصّبات کو صرف ایک اللہ ہی پر بھروسہ کرو ایک نبی کی بات کو مانو کہ اس دور میں صرف انہی کے ماننے میں نجات منحصر ہے جس کا دور اور زمانہ ہوگا اسی کے ماننے پر نجات موقوف ہوگی۔

معیاری شخصیات کا تا قیامت وجود

کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی اور جو بھی کتاب و سنت

کے الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کرے تو ایسی شخصیتیں اپنے اپنے دور کے مناسب حال عنوانوں سے ان کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا چہرہ دکھاتی رہیں گی۔

صورت فانی سیرت باقی

دانش مند کا کام یہ ہے کہ وہ صورت کے سنوارنے کے بجائے سیرت کو سنوارے اور یہی انسان کی حقیقت ہے اور رہ گئی صورت تو وہ چند روزہ بہار ہے بڑھاپا آ جائے یا کچھ غم لگ جائے یا کوئی فکر لاحق ہو جائے یا کوئی بیماری لگ جائے تو سارا رنگ وروپ زائل ہو جاتا ہے تو صورت درحقیقت قابل التفات نہیں بلکہ اصل چیز سیرت ہے۔

صحابہ ہر تنقید سے بالاتر

سارے صحابہؓ عادل اور پاکباز ہیں اور ہماری ہر تنقید سے بالاتر ہیں ہماری ہر حالت سے اونچے ہیں ہمارا فرض ہوگا کہ ان کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان اور اپنے اعمال کو پرکھیں اگر ان کے اعمال اور ایمان کے مطابق ہو جائے تو ہمارا ایمان اور ہمارے اعمال درست ہیں ورنہ غلط ہیں اس لئے کہ علم کی روایت بھی انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے اور عمل کی روایت بھی انہوں نے ہی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے۔

صحبت اہل اللہ

اصل یہی ہے کہ دین صرف کتابوں کے ورقوں سے پیدا نہیں ہوتا' بلکہ اہل اللہ کے دلوں سے پیدا ہوتا ہے کتابیں کوئی لاکھ پڑھ لے اگر صحبت نہ ملے تو اثر نہیں کرے گا قلب کے اندر رنگ پیدا نہیں ہوگا محض کاغذ سے یہ کتاب سے نہیں اہل دل کے پاس بیٹھنے سے اثر پیدا ہوتا ہے۔

امت مرحوم کی فضیلت

میں کہا کرتا ہوں کہ اور تو میں تو محنت کر کے جنت میں داخل ہو جاتی ہیں مسلمان وہ ہے جس نے جنت کو اپنے اندر داخل کر رکھا ہے اور دنیا میں رہ کر وہ جنت بداماں ہے پس اور امتیں جنت میں داخل ہوں گی اور اس امت میں جنت خود سمائی ہوئی ہے۔

شان مسلم

مسلمان دنیا کو کچھ دینے کے لئے آیا ہے لینے یا مانگنے کے لئے نہیں آیا اور ظاہر ہے کہ وہی کچھ دے سکتا ہے جو دوسروں کے پاس نہ ہو اس کے پاس کھلی بات ہے کہ وہ دنیا کی دولت وثروت یا جاہ و مال کے ذخیرے نہیں ہو سکتے ہیں اس لئے کہ یہ سب اوروں کے پاس بھی ہیں بلکہ ان سے کچھ زیادہ ہی ان کے ہاتھ میں ہے اس لئے دینے کی ایک چیز رہ جاتی ہے اور وہ مستند دین ہے کہ اس فطرۃ الٰہیہ پر خود چل کر اقوام کو چلائیں۔

تعلیم اسلام

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا بھی ایک برابر کا عالم ہے آخرت بھی ایک برابر کا عالم ہے محض راہ گزر نہیں ہے کہ دنیا تو راستہ ہے یہاں سے چل پڑو اور آخرت میں پہنچ جاؤ بلکہ فرمایا الدنیا مزرعة الاخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے جیسا بیج ڈالو گے ویسا ہی پھل آخرت میں پاؤ گے تو دنیا گویا کھیتی کی جگہ ہے انسان کا کام ہے بیج ڈالنا ہے اچھا بیج ڈالے گا تو اچھا پھل نکلے گا برا بیج ڈالے گا تو برا پھل نکلے گا۔

گندم از گندم بروید جو از جو   از مکافات عمل غافل مشو

زندگی کیا ہے

زندگی فی الحقیقت ذکر اللہ اور اللہ کی یاد کا نام ہے جب کائنات، نباتات اور جمادات کی زندگی اسی سے ہے تو انسان کی زندگی اس سے کیوں نہیں ہوگی اس لئے انسان کو سب سے زیادہ ذاکر ہونا چاہئے تب ہی وہ زندہ ہوگا بلکہ زندہ جاوید بن جائیگا۔

کائنات کی روح

اس کائنات کی روح ذکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اسی طرح سے پوری شریعت کی روح بھی اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اگر دنیا میں سے روح نکل جائے تو دنیا ڈھانچہ بن جائے گی شریعت میں سے کوئی اس روح کو نکال دے تو شریعت عادت بن جائے گی عبادت نہیں رہے گی۔

توحید

جگر مرادآبادی کا ایک شعر ہے اور بہت ہی اچھا شعر ہے۔

سر جس پر نہ جھک جائے اسے در نہیں کہتے　　اور ہر در پہ جو جھک جائے اسے سر نہیں کہتے

کیا اچھی بات کہی مرادآبادی نے کہ سر وہی ہوگا جو ایک ہی کے آگے آگے جھکے اور ہر در پہ جو جھکے وہ سر نہیں وہ تو گیند ہے ٹھوکر ماری یہاں جھک گیا ٹھوکر ماری وہاں جھک گیا تو کیا مسلمان ٹھوکروں والی گیند بننے کے لئے آیا ہے؟ جہاں اس کو ٹھوکر دیدی وہاں جا کر پڑا وہ تو ایک آقا کا غلام ہے اور پھر سب کے اوپر مخدوم ہے اور آقا ہے ساری کائنات اس کے ماتحت ہے اور اس کے زیر حکم ہے تو بہر حال یہ ہونا چاہئے مومن کا کام یہ ہے کہ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہیں اسی سے مانگنا اسی سے فریاد کرنا لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو معبود بنالینا رب بنالینا یہ رحمان کے بندوں کا کام نہیں یہ تو شیطان کے بندوں کا کام ہے۔

طلب کی ضرورت

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور نائبان انبیاء کا یہ خاصہ رہا ہے کہ پہلے دل میں شوق اور تڑپ پیدا کرتے ہیں اس کے بعد مقصد پیش کرتے ہیں تاکہ دل میں اتر جائے بلا طلب کے اگر کوئی چیز از خود کہہ دی جائے تو عادت یہ ہے کہ دل میں اترا نہیں کرتی آدمی توجہ نہیں کرتا جب تک کہ اس کے اندر سے طلب صادق نہ ہو جیسے عارف رومیؒ نے فرمایا۔

آب کم جو تشنگی آور بدست

پانی کو زیادہ مت پکارو، اپنے اندر پیاس پیدا کرو، پیاس پیدا ہوگی تو پانی ملے گا اور پھر وہ اترے گا اور رگ رگ میں تری پیدا کرے گا پیاس نہ ہو اور پانی پی لو تو بعض دفعہ بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے''۔

علم عمل خلوص فکر

مسلمان کو متفکر پیدا کیا گیا ہے غافل پیدا نہیں کیا گیا مگر اس تفکر کو چمکانے کی ضرورت ہے فکر اس وقت تک چمکتا نہیں ہے جب تک خلوص نہ ہو خلوص چلتا نہیں جب تک عمل کا جذبہ نہ ہو عمل بنتا نہیں جب تک علم نہ ہو تو علم عمل خلوص اور فکر ضروری ہیں۔

نجات کے چار اصول

نجات کے چار اصول ہیں ایک علم دوسرا عمل تیسرا اخلاص اور چوتھا اپنی آخرت کی فکر یہ چار بنیادیں ہیں جس سے آدمیت بنتی ہے اور انسان کی انسانیت ترقی کرتی ہے گویا کہ جس طرح انسان کا بدن چار چیزوں سے مل کر بنتا ہے (آگ، پانی، ہوا اور مٹی) اسی طرح انسان کی روح بھی چار چیزوں سے مل کر بنتی ہے علم عمل اخلاص اور فکر اگر یہ آگ پانی ہوا اور مٹی نہ ہو تو انسانی جسم ختم ہو جاتا ہے اسی طرح اگر یہ چار چیزیں نہ ہوں تو یہ روح ختم ہو جائے گی۔

عالم کے لئے ضرورت اخلاق

عالم اگر کسی اللہ والے کے سامنے جھک کر اپنے اخلاق کی اصلاح نہ کرائے تو علم اس کے لئے اور زیادہ تباہی اور وبال جان کا ذریعہ بنے گا اور وہ تکبر اور نخوت اور لڑائی جھگڑا پیدا کرے گا جب تک اپنے اخلاق کو پامال کر کے اس کو بلند نہ کرے حرص کے بجائے قناعت نہ ہو کبر کے بجائے تواضع نہ ہو بخل کے بجائے سخاوت نہ ہو غرض جب تک اخلاق فاضلہ جمع نہ ہوں علم کی قدر نہیں کھل سکتی نہ علم کام دے سکتا ہے جب تک اخلاق صحیح نہ ہو تو محض علم سے آدمی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔

ضرورت شکر

انسان کی ذات میں کتنا ہی علم آجائے ذات تو انسان ہی کی ذات رہے گی ذات میں وہی کورا پن ہے وہی گندگی ہے یہی وجہ ہے کہ علم آجانے کے بعد علم بڑھتا رہتا ہے

اتنا ہی اہل علم تواضع سے جھکتے رہتے ہیں سر نیچا رکھتے ہیں اور غرور نہیں کرتے اس لئے کہ یہ جانتے ہیں کہ علم ہمارا کمال نہیں ہے غرور آدمی کرے تو اپنی چیز پر کرے دوسرے کی چیز پر آدمی کیا غرور کرے جو آ بھی سکتی ہے اور چھینی بھی جا سکتی ہے یہ ہماری چیز نہیں ہے لہٰذا اس پر اس کو شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ فخر وتکبر۔

علم محض نافع نہیں

علم آدمی کو اس وقت تک نہیں چلا سکتا جب تک اخلاق درست نہ ہوں' اخلاقی قوت سے ہی آدمی چلے گا علم کا کام فقط راستہ دکھلانا ہے اگر ایک عالم بہت اعلیٰ علم حاصل کرے مگر عمل کی طرف متوجہ نہیں تو راستہ اس نے دیکھ لیا مگر محض علم اسے راستے پر نہیں چلا سکتا جب تک کہ اس کے اندر چلنے کی اخلاقی قوت نہ ہو اخلاق میں صبر ہے شکر ہے شجاعت ہے رضا ہے تسلیم ہے یہ عملی چیزیں ہیں۔

مثالی اخوت

قرآن نے سارے انسانوں کو بھائی بھائی کہہ کر ایک عالم گیر برادری اور حقیقی مساوات کا سبق دنیا کو پڑھایا اور ان کے درمیان سے منافرت کی بیخ وبنیاد اکھاڑ کر پھینک دی کیونکہ منافرت اور وحشت دو جنس یا دو نوعوں کے افراد میں ہو سکتی ہے ایک نوع کے افراد اور ایک اصل کی دو شاخوں میں وحشت اور نفرت کے کوئی معنی ہی نہیں مجانست' موانست کی جڑ ہوتی ہے نہ کہ منافرت کی۔

جب مادۂ خلقت اور جوہر قوام بھی سب اقوام ایک ہی ہو تو عقلاً یا طبعاً اقوام عالم میں کوئی وجہ نفرت باہمی کی باقی نہیں رہتی بلکہ موانست باہمی کی بھی انتہائی حد آ جاتی ہے جس سے ایک کے درد کا دوسرے کو محسوس کرنا امر طبعی ہو جاتا ہے۔

جہاد نفس

انسان کا سجدہ فرشتوں کی ہزاروں برس کی عبادت سے عجیب بلکہ افضل ہے کیونکہ وہ

نفس کشی پر مبنی ہے نہ کہ نفس کے تقاضوں پر یہ نفس کشی اور جہاد نفس فرشتوں کو میسر نہیں وہاں نہ نفس امارہ ہے نہ ہوائے نفس کہ اس کا مقابلہ کیا جائے اور جہاد کر کے نفس کو پچھاڑا جائے۔

اخلاق وکردار

دنیا کی کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی نہ دولت سے چاہے ارب پتی بن جائے اور نہ کوئی قوم عددی اکثریت سے ترقی کر سکتی ہے کہ اس کے پاس افراد زیادہ ہوں اور نہ کوئی محض سیاسی جوڑ توڑ سے ترقی کر سکتی ہے بلکہ ملک اور قوم کی ترقی ہوتی ہے اخلاق اور کردار سے جب یہ ختم ہو جائے تو سب سے بڑا تنزل کا سبب یہ ہے۔

ضرورت تواضع

متکبر بننا درحقیقت اپنے نسب نامے کو شیطان کے ساتھ جوڑ دینا ہے اور متواضع بننا درحقیقت اپنے نسب نامے کو آدم علیہ السلام سے ملانا ہے تو جتنا ہم آدم کے بیٹے بنیں گے اتنا ہی عزت پائیں گے اور جتنا اپنے کو شیطان اور کبروانانیت سے نسبت دیں گے اتنے ہی پامال کئے جائیں گے اور ذلیل ورسوا ہوں گے۔

ضرورت فکر

آج ہمیں فکر کی ضرورت ہے بے فکر انسان کوئی انسان نہیں جس انسان کا نصب العین نہیں وہ انسان نہیں عقل مند انسان وہ ہے کہ جو اپنا نصب العین متعین کرے اور انسان کا نصب العین طاعت وعبادت خداوندی ہے دولت مند ہوگا تب بھی اطاعت کر سکتا ہے مفلسی میں ہوگا تب بھی یہ نصب العین اپنا سکتا ہے بادشاہی تخت پر ہے تب بھی یہ نصب العین قائم ہے غربت میں ہو تب بھی تندرستی میں ہو تب بھی اور انتہائی بیماری میں ہو تب بھی یہ نصب العین قائم ہے زندگی ہو تو یہ نصب العین قائم ہے موت آجائے تو بھی یہ عجیب ترین نصب العین ہے کہ جو اس لمبی عمر کے ساتھ آخر تک چلتا ہے۔ (جواہر حکمت)

مختصر سوانح

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

اپنی زندگی کے اس سب سے بڑے حادثے پر جس کے بعد سے زندگی شب وروز کے ایک کرب انگیز تسلسل کا دوسرا نام ہے کیا لکھوں؟ کس طرح لکھوں؟ کس کیلئے لکھوں؟ اپنے تاثرات کے اظہار کیلئے الفاظ ڈھونڈتا ہوں تو اپنی حالت اس بچے سے مختلف معلوم نہیں ہوتی جس کی امنگوں کی ساری کائنات لٹ چکی ہو اس کے دل میں فریاد وفغاں کے طوفان برپا ہوں لیکن اسے ایک لفظ بولنا نہ آتا ہو فرق یہ ہے کہ وہ بچہ جی کھول کے رولیتا ہے تو اسے الفاظ کی حاجت نہیں رہتی اور یہاں آنکھوں کا عالم یہ ہے کہ وہ آنسوؤں کو ترس ترس کر پتھر ہو چکی ہیں کسی کو اپنے مقدس والد ماجد کی وفات پر اشک ریز دیکھتا ہوں تو پتھرائی ہوئی نگاہیں اس پر رشک کرتی ہیں کہ

شبنم! تجھے اجازت اظہار غم تو ہے　　　تو خوش نصیب ہے کہ تری آنکھ نم تو ہے

اب جو کچھ بیت رہی ہے اسے جھیلنے کیلئے صرف دل ہے جو نہ جانے کس طرح دھڑک رہا ہے اور خدا جانے کب تک دھڑکتا رہے گا؟

بات صرف ایک باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کی نہیں ہے اگر بات صرف اتنی ہوتی تو یہ صدمہ ایسا گمبھیر نہ ہوتا دنیا میں کسی باپ کا سایہ ہمیشہ باقی نہیں رہتا اور بہت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنہیں یتیمی سے سابقہ نہ پڑتا ہو لیکن یہاں معاملہ ایسا ہے کہ ان کے سفر آخرت سے نہ جانے کتنے سائے اس غمزدہ سر سے اٹھ گئے ہیں باپ کا سایہ استاد کا سایہ شیخ ومربی کا سایہ ہادی ورہنما کا سایہ اور ایک ایسے غم خوار وغم گسار کا سایہ جس کے اٹھنے کے بعد زندگی میں پہلی بار یہ بات معلوم ہوئی کہ غم اور صدقہ کسے کہتے ہیں ورنہ سخت سے سخت صدمہ اور بڑی سے بڑی فکر ان کے قدموں میں پہنچ کر بے نشان ہو جاتی تھی اور ان کی پائنتی بیٹھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کائنات میں ہمارے لئے محبت وشفقت کے سوا کچھ نہیں۔

یہ ناکارہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر جتنا شکر ادا کرے کم ہے کہ اس نے احقر کو عمر کے چونتیس سال حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں رہنے کی سعادت عطا فرمائی اس طویل عرصے میں یوں تو بحمد اللہ ہم سب بھائیوں کو ان کے قریب رہنے کی سعادت حاصل رہی لیکن خاص طور پر حضرت مولانا محمد رفیع صاحب اور احقر کو جدائی کی نوبت بہت کم آئی کیونکہ ہم دونوں حضرت ہی کے ساتھ ایک مکان میں رہتے تھے اکثر و بیشتر سفر میں بھی معیت نصیب ہو جاتی تھی زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ دو دو ماہ کیلئے مفارقت ہوئی ایک مرتبہ ۶۳ء میں احقر کے سفر عمرہ کے وقت اور دوسری بار ۶۵ء میں حضرت موصوف کے سفر افریقہ کے وقت کہ اس سفر میں محترم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم ان کے ساتھ تھے ان دو مواقع کے علاوہ کبھی دو ماہ کی جدائی سے زیادہ سابقہ نہیں پڑا اور ان دونوں مواقع پر بھی میں ہی جانتا ہوں کہ اس مفارقت کو کس طرح برداشت کیا ہے۔

رمضان المبارک میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پر پے در پے دل کی تکلیف کے حملے ہوتے رہے اور طبیعت بہت خراب رہی عید کے بعد جب کیفیت بہتر ہوئی تو ایک روز فرمانے لگے۔

رمضان میں جب میری طبیعت زیادہ خراب تھی تو یہ امید تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے رمضان نصیب فرمادے یہ فرما کر وہ کچھ رکے اور میں سوچنے لگا کہ وہ رمضان کی موت کی آرزو کا ذکر کرنا چاہتے ہیں مگر معاً یہ محسوس ہوا کہ وہ جو کچھ اور کہنا چاہتے ہیں اور تردد ہو رہا ہے کہ یہ بات کہوں یا نہ کہوں! پھر ذرا سے توقف کے بعد رک رک کر فرمایا لیکن میرا حال بھی عجیب ہے لوگ تو رمضان میں مرنے کی تمنا کرتے ہیں لیکن میں تمنا نہ کر سکا اس لئے کہ مجھے یہ خیال لگا رہا کہ اگر رمضان میں یہ واقعہ ہوا تو اوپر والوں (گھر والوں اور تعزیت کرنے والوں) کو بڑی تکلیف ہوگی اور ان کے روزوں اور تراویح وغیرہ کے معمولات میں دشواری پیش آئے گی۔

اللہ اکبر! میں اپنے کانوں سے یہ الفاظ سن رہا تھا اور اس ایثار مجسم کو تک رہا تھا جس کی پرواز فکر ہمارے تصور کی ہر منزل سے آگے تھی عبادت وزہد کے شیدائی بحمد اللہ آج بھی کم نہیں لیکن بستر مرگ پر ان رعایتوں کا پاس کرنیوالے اب کہاں ملیں گے؟ ان کا یہ بے ساختہ جملہ ان کی پوری زندگی کے طرز فکر کی تصویر ہے وہ خود اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری — کہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

(نقوش رفتگاں)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کے انمول اقوال

سنت کے تذکرے

حیات طیبہ کے تذکرہ کے لیے صرف ایک مہینہ مقرر نہ کریں ہر مہینہ ہر ہفتہ محفلیں وعظ اور سیرت کی مقرر کر کے اہتمام سے کرائیں اور سنت کے مطابق دُرود کی کثرت کریں اور عمل کی اللہ سے توفیق مانگیں اس طرح آپ کی سنت پر جو قدم ہمارا پڑے گا دین مضبوط ہوگا۔

بدعت، گمراہی

بدعت کہتے ہیں مقاصد شرعیہ کے بدلنے کو غیر مقصود کو مقصود بنادے یا مقصود کو غیر مقصود بنادے آخرت کے عمل کے مناسب سعی وہی ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ذکر اللہ ہو تلاوت حج نماز روزہ ساری طاعتیں اگر سنت سے ہٹ کر کی گئیں وہی بدعت ہیں وہی ضلالت اور گمراہی ہیں۔

اہتمام سنت

یقین کیجئے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں۔

مضبوط روحانی عقیدہ

دنیا کا تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ نرا قانون کبھی کسی قوم کی اصلاح نہیں کر سکا جب تک قانون کی پشت پر ایک ''مضبوط روحانی عقیدہ'' نہ ہو ظلم واستحصال کو روکا نہیں جا سکتا۔

تقدیر پر ایمان

حدیث میں ہے کہ تقدیر پر ایمان رکھنا سب افکار (غموں) کو دور کر دیتا ہے۔

مقبولیت کا راستہ

اللہ کے نزدیک آج مقبولیت کے دروازے بند ہیں بجز اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آج کوئی نجات نہیں پا سکتا بغیر کامل اتباع کے۔

ذکر کی لذت

ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے زیادہ لذت کسی چیز میں نہیں ہے اگر اس میں لذت نہ آئے تو یہ بیماری ہے اس کا علاج کرو۔

کبر و عجب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کے دل سے سب سے بعد جو رذیلہ نکلتا ہے وہ کبر اور عجب ہے اس میں بڑے بڑے اولیاء مبتلا ہیں۔

ناراضگی حق کی علامت

اگر کوئی جاننا چاہے کہ مجھ سے خدا ناراض ہے یا راضی تو دیکھ لے اگر لایعنی میں لگا ہے تو ناراض ہے یہ سب سے بڑی لعنت ہے لایعنی کی اس دروازے پر سب سے سخت پہرہ بٹھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

تجدید ایمان کی ضرورت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حکیم الامت کا لقب رکھتے تھے ان سے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ کہا کرتے تھے کہ:

اجلس بنا نؤمن ساعة

''کچھ دیر کے لیے ہمارے ساتھ بیٹھ جائیے کہ ہم ایمان تازہ کرلیں۔''

شیخ کامل کی علامت

شیخ کی کرامت طالب کے اندر اہتمام دین پیدا کرنا ہے اور جس کے پاس بیٹھ کر یہ بات پیدا ہو جائے وہی شخص کامل ہے۔

قرب الٰہی کا ذریعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خدا سے پوچھا وہ عمل بتادیں جس سے بندہ آپ کا زیادہ قرب حاصل کرے اللہ پاک نے فرمایا قرآن مجید میرے قرب کا بڑا ذریعہ ہے یہ نسخہ کیمیاء ہے۔

تصحیح نیت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط میں لکھا تھا کہ جتنے بھی دن کے کام ہیں اگر ان میں نیت سیدھی ہو جائے تو سب کے سب عبادت ہو جائیں۔

خشوع وخضوع

نماز میں دو لفظ آتے ہیں ۔خشوع اور خضوع خشوع ظاہری سکون اور خضوع باطنی سکون کو کہتے ہیں ۔

آسان استخارہ

استخارہ کرنے کے بعد ندامت نہیں ہوتی میں تو چھوٹا سا استخارہ پڑھ لیتا ہوں نماز کے بعد یا سوتے وقت: ''اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ'' گیارہ مرتبہ پڑھ لیتا ہوں۔

اور یہ حدیث میں آیا ہے۔

قبولیت نماز کی علامت

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری بار وہ دربار میں گھسنے دے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس جب تم ایک مرتبہ نماز کیلئے مسجد میں گئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہوگئی اور تم مقبول ہو۔

شب قدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شب قدر میں دستور تھا کہ لمبے رکوع وسجود کرتے تھے بہتر یہ ہے کہ تراویح کے بعد کچھ آرام کرے آخری شب میں زیادہ حصہ جاگے۔

حالت اعتکاف میں غسل

اعتکاف کی حالت میں اگر حالت طبعی یا شرعی کیلئے نکلے تو جیسے راستے میں وضو کر کے آسکتے ہیں اسی طرح آتے ہوئے غسل جمعہ کر کے بھی آسکتے ہیں ہاں غسل جمعہ کے لیے نکلنا درست نہیں۔

حج بدل

مرد عورت کا اور عورت مرد کا حج بدل کر سکتے ہیں۔

وسیع النظر

وسیع النظر آدمی ڈھیلا ہوتا ہے اس کی نظر سب طرف ہوتی ہے۔

اہتمام شریعت

خدا کی قسم! جو شخص شریعت کے موافق چل رہا ہو وہ بادشاہ ہے گو ظاہر میں سلطنت نہ ہو اور جو شخص شریعت سے ہٹا ہوا ہو وہ پنجرہ میں مقید ہے گو ظاہر میں بادشاہ ہو اور فرمایا رضاء حق ہر حال میں مقدم ہے۔

دنیا کی فلاح

مسلمان جب تک دین کی حفاظت نہ کرے اس کو دنیا کی فلاح کبھی بھی نہ ہوگی۔

اولاد میں برابری

اولاد کی ضروریات زندگی الگ الگ ہوتی ہیں اس میں تسویہ ضروری نہیں ہے جس کو جیسی ضرورت پڑے حسب استطاعت پوری کردے البتہ ہبہ کرے تو برابر ہبہ کرے۔

پارسائی میں وضع قطع

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ جو آدمی تصوف میں قدم رکھے اور اللہ کے راستے میں چلے اور اللہ تعالیٰ اسے ولی کامل بنا بھی دے اس کو چاہیے کہ اپنی خاندانی وضع کو نہ چھوڑے اپنی وضع نہ بدلے اگر کوئی شخص تاجر ہے تو تاجروں کا جو لباس ہوتا ہے وہی رکھے۔ ہر ایک طبقے کا خاص لباس ایک خاص انداز کا ہوا کرتا ہے اسی کو اختیار کیے رکھو کیونکہ (بصورت دیگر) اس میں خواہ مخواہ ایک قسم کا عملی دعویٰ ہو جاتا ہے ہاں البتہ وہ وضع خلاف شریعت نہ ہو۔

دو سنگین گناہ

آج فیشن کے مارے دو انچ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر جنت کو کھوتے اور دوزخ خریدتے ہیں جو آدمی نیچا پاجامہ پہنتا ہے اس کی مغفرت نہیں ہوتی اسی طرح جو آدمی طبلہ سارنگی اور گانے میں لگا ہے اس کی بھی مغفرت نہیں ہوتی ذرا سوچو اتنے سے وقت کی لذت سے دوزخ خریدنا کیسی نادانی کی بات ہے آج گھروں میں ہر طرف گانا بجانا عام ہے۔

باطن کے گناہ

یہ جو ہم چوری شراب وغیرہ سے بچ جاتے ہیں دراصل ہم کو یہ ڈاڑھی کرتہ ٹوپی نہیں کرنے دیتے مگر اس سے زیادہ ذلیل گناہ اور عیوب ہمارے اندر ہیں اصل تو ان سے بچنا تھا۔

معاشرت کا ایک ادب

کسی پر بوجھ ڈال کر اسکے یہاں کھانا پینا نہ چاہیے اس بات کو عمر بھر یاد رکھنا۔

بیوی کی دلجوئی

بیوی کے ساتھ بد خلقی نہ کرو مگر یہ بھی نہیں کہ اس کو میاں بنا لو تھوڑی بہت بد خلقی کو گوارا کر لینا چاہیے کیا عجیب بات ہے کہ وہ شادی ہوتے ہی سارے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر شوہر کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔

نافرمانی کی حقیقت

ماں باپ کی نافرمانی اس کو کہتے ہیں جس میں انہیں تکلیف ہو۔

قناعت پسندی

آدمی قناعت پر اکتفا کرے اور ضروری سامان کے ساتھ رہے تو تھوڑی آمدنی میں بھی رہ سکتا ہے اور فرض منصبی کو بھی ایسا ہی تقویٰ والا ادا کر سکتا ہے۔

خلاصہ تصوف

سارے تصوف کا خلاصہ سنت کی پیروی کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

ظاہر کی اہمیت

انسان کا ظاہر اس کا باطن میں مؤثر ہوتا ہے اگر کوئی غم کی شکل بنائے تو تھوڑی دیر بعد دل میں حزن کی کیفیت محسوس ہو گی۔

دور فساد میں عمل

اس فتنے کے زمانے میں جو شخص نیکی پر قائم رہے اس کا اجر پچاس ابو بکر و عمرؓ اور

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر ملے گا اس زمانہ میں نیکی پر قائم رہنا انگارے کو ہاتھ میں محفوظ رکھنے کی طرح مشکل ہے۔

معیارِ شیخ کامل

لوگ اسلاف اُمت اور اکابر اولیاء اللہ کے حالات جو کتابوں میں مدون ہیں ان کو پڑھ کر وہ اپنے زمانے میں بھی اسی معیار کے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں اور جب وہ نظر نہیں آتے تو مایوس ہو کر اصلاح کا خیال ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں ولی کامل کے لیے جو کم سے کم شرائط ہیں ان کو تلاش کرتے تو ہر زمانے میں اور ہر جگہ ان شاء اللہ صادقین کاملین مل جائیں گے۔

گناہوں سے بچنے کا نسخہ

کم گوئی اور لوگوں سے کم میل جول کی عادت ڈالے گا تو وقت بھی بچے گا اور ان شاء اللہ بہت سے گناہوں سے نجات بھی مل جائے گی۔

قلب کے اصلی گناہ

قلب کے اصل تین گناہ ہیں: غضب حقد (کینہ و بغض) اور حسد یہ ایک دوسرے کے متقارب ہیں اور ان کی بنیاد غضب ہے باقی وہ دونوں اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

عفو و درگزر

حدیث میں ہے ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ لوگوں کے پاس مال ہے وہ تیرے راستے میں خیرات کرتے ہیں میرے پاس مال نہیں ہے ہاں آبرو ہے میں اسے ہی خیرات کرتا ہوں آج تک کسی نے بھی میری آبرو خراب کی مجھے ذلیل کیا میں نے ان سب کو معاف کیا ان کے نبی پر وحی آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تیرے سب گناہ معاف کردیئے گئے اس پر فرمایا کہ شدت اختیار کرنا کوئی بہادری نہیں اور عزت نہیں ہے آخرت میں ذلت ہوگی۔

اہتمام استطاعت

کہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ جو چیز اسکی طاقت میں ہے اس میں غفلت نہ کرے اور جو نہیں کرسکتا اس پر غمگین رہے تاسف کرتا رہے۔

تقویٰ کا مفہوم

تقویٰ بہت آسان ہے سارے گناہوں سے بچنے کا نام تقویٰ نہیں' گناہوں سے بچنے کی کوشش کا نام تقویٰ ہے قرآن میں ہے جتنا تم کرسکتے ہو اتنا کرو۔

گناہوں کا خیال

حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت جنید بغدادیؒ کے اساتذہ میں ہیں) کا ارشاد ہے کہ کسی گناہ کا دل میں خیال بھی نہ لاؤ یعنی عمل چاہے نہ ہو مگر دل میں سوچ کر کسی گناہ سے مزے لینا خیال پکانا یہ بھی نہ کرو۔

توبہ کی حقیقت

صغیرہ گناہ اللہ پاک نیک کام کرنے سے خود بخود معاف کردیتے ہیں اور کبیرہ گناہ بغیر توبہ وندامت اور بغیر چھوڑنے کے عہد کے معاف نہیں ہوتے پہلے کیے پر ندامت ہو آگے کے لیے عزم کریں اور عملاً اس کے پاس آئندہ نہ جائیں۔

صغائر پر اصرار

صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے پہلے دائیں کروٹ نہ لیٹا اور معلوم ہونے کے باوجود ضد یا اصرار سے ایسا کیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔

زریں جملہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پر یہ قول نقش کرایا ہوا تھا کہ "قُلُ الخیر والا فَاصُمُتُ" (نیک بات کہو ورنہ خاموش رہو)۔

جھگڑے کی نحوست

علم میں جھگڑا کرنا ایمان کے نور کو زائل کر دیتا ہے کسی نے پوچھا کہ ''اگر کوئی کسی شخص کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھے تو کیا کرے؟'' فرمایا کہ نرمی سے سمجھا دے اور جدال نہ کرے۔

کل سلوک

انسان کو چاہیے کہ کوئی بات ایسی نہ کرے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت پہنچے یہ کل سلوک ہے۔

مختصر سوانح

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ

آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ سے سلوک کی تکمیل کی ہے۔ ان کے بڑے بھائی حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ آپ کو اپنے ساتھ گنگوہ بھی لے گئے تھے۔ جہاں حضرت گنگوہیؒ سے آپ نے شرف بیعت بھی حاصل کیا اور آٹھ نو برس اپنے بھائی کے ساتھ گنگوہ میں قیام کر کے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۲۶ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند پہنچے اور ترمذی و بخاری شریف کی سماعت کی۔ ۱۳۳۴ھ میں حج بیت اللہ کیا اور پھر اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد بستی نظام الدین دہلی میں مستقل قیام پذیر ہوئے اور توکلاً علی اللہ دعوت و تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ ساتھ ہی آپ نے شب و روز محنت کر کے علاقے میں بہت سے مکتب قائم کئے اور گشت کے ذریعے عمومی دعوت و تبلیغ کا منصوبہ بنایا جو آہستہ آہستہ نہایت کامیابی سے پھیلنے لگا اور چند برسوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص کی برکت سے ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ تبلیغی جماعتیں مختلف علاقوں اور شہروں میں بھیجی جانے لگیں اور پھر پورے برصغیر میں اصلاح و تبلیغ کا کام بڑی باقاعدگی سے ہونے لگا۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعے پچیس

برس کی انتھک محنت میں میواتیوں کو ان خالص اور مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا۔ جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔''

بہر حال آپ آخر عمر تک انتھک کوششوں کے ذریعے جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے اس میں کامیاب ہوئے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کر دیئے جو آپ کے بعد آپ کی دعوت کو آپ کے نشان راہ پر چلا سکیں۔

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف اور نحیف تھے۔ متبع سنت اور زہد و تقویٰ کا مجسمہ تھے۔ آپ نے ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت بنے اور پورے انہماک اور محنت سے اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے۔ (پچاس مثالی شخصیات)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

علم کا اہم تقاضا

علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے' اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے' لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر علمی کبر وغرور ہے اور جو اہل علم کے لیے بڑا مہلک ہے ۔

ع ''کارِ خود کن کار بیگانہ مکن

دنیا کی گزرگاہ

انسان کا قیام زمین کے اوپر بہت کم ہے (یعنی زیادہ سے زیادہ عمر طبعی کی مقدار) اور زمین کے نیچے اس کو اس سے بہت زیادہ قیام کرنا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ دنیا میں تمہارا قیام ہے بہت مختصر' اور اس کے بعد جن جن مقامات پر ٹھہرنا ہے مثلاً مرنے کے بعد نفخۂ اولیٰ تک قبر میں' اس کے بعد نفخہ ثانیہ تک اس حالت میں جس کو اللہ ہی جانتا ہے (اور یہ مدت بھی ہزارہا برس کی ہوگی) اور پھر ہزارہا برس ہی عرصہ محشر میں' اس کے بعد آخرت میں جس ٹھکانے کا فیصلہ ہو۔ غرض دنیا سے گزرنے کے بعد ہر منزل اور مقام کا قیام دنیا

سے سینکڑوں ہی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ پھر انسان کی کیسی غفلت ہے کہ دنیا کے چند روزہ قیام کے لیے وہ جتنا کچھ کرتا ہے ان دوسرے مقامات کے لیے اتنا بھی نہیں کرتا۔

مبلغین کو نصیحت

تبلیغ و دعوت کے وقت بالخصوص اپنے باطن کا رخ اللہ پاک ہی کی طرف رکھنا چاہیے نہ کہ مخاطبین کی طرف گویا اس وقت ہمارا دھیان یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کسی کام اور اپنی ذاتی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے اور اس کے کام کے لیے نکلے ہیں' مخاطبین کی توفیق بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جب اس وقت یہ دھیان ہوگا تو ان شاء اللہ مخاطبین کے غلط برتاؤ سے نہ تو غصہ آئے گا اور نہ ہی ہمت ٹوٹے گی۔

دین کو مقدم رکھنے کی ہدایت

وقت چلتی ہوئی ایک ریل ہے' گھنٹے منٹ اور لمحے گویا اس کے ڈبے ہیں' اور ہمارے مشاغل اس میں بیٹھنے والی سواریاں ہیں۔ اب ہمارے دنیوی اور مادی ذلیل مشاغل نے ہماری زندگی کی ریل کے ان ڈبوں پر ایسا قبضہ کرلیا ہے کہ وہ شریف اخروی مشاغل کو آنے نہیں دیتے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ عزیمت سے کام لے کے ان ذلیل اور دنی مشاغل کی جگہ ان شریف اور اعلیٰ مشاغل کو قابض کردیں جو خدا کو راضی کرنے والے اور ہماری آخرت کو بنانے والے ہیں۔

تبلیغ کا حاصل

مولانا ہماری تبلیغ کا حاصل یہ ہے کہ عام دین دار مسلمان اپنے اوپر والوں سے دین کو لیں اور اپنے نیچے والوں کو دیں۔ مگر نیچے والوں کو اپنا محسن سمجھیں۔ کیونکہ جتنا ہم کلمہ کو پہنچائیں گے پھیلائیں گے اس سے خود ہمارا کلمہ بھی کامل اور منور ہوگا اور جتنوں کو ہم نمازی بنائیں گے اس سے خود ہماری نماز بھی کامل ہوگی (تبلیغ کا یہ بڑا گر ہے کہ اس سے مبلغ کو اپنی تکمیل مقصود ہو دوسروں کے لیے اپنے کو ہادی نہ سمجھے کیونکہ ہادی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں)

نماز سے پہلے مراقبہ

نماز سے پہلے کچھ دیر نماز کا مراقبہ کرنا چاہیے جو نماز بلا انتظار کے ہو وہ پھس پھسی ہے، تو نماز سے پہلے نماز کو سوچنا چاہیے۔

فائدہ: شریعت نے اسی واسطے فرائض سے پہلے سنن و نوافل و اقامت وغیرہ مشروع کئے ہیں تا کہ نماز کا مراقبہ اچھی طرح ہو جائے پھر فرض ادا کیا جائے مگر ہم تو سنن و نوافل اور اقامت وغیرہ کے ان فوائد اور مصالح کو سمجھتے ہیں اور نہ ان سے یہ فائدے حاصل کرتے ہیں اس لیے ہمارے فرائض بھی ناقص ادا ہوتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَتَمَامَ رِضْوَانِکَ اٰمِیْن.

علماء کا مقام ومرتبہ

فرمایا...... مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہیے۔

(۱) اسلام کی جہت سے۔ چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے یعنی محض حسبۃً للہ ملاقات کرے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی فضیلت ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے قلوب و اجسام حامل علوم نبوت ہیں اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

(۴) ان کی ضروریات کے تفقد کے لیے۔ کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہلِ اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علمِ و دین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو چاہیے کہ معتمد علماء کی تربیت اور نگرانی میں علماء کی خدمت کا فرض ادا کریں، کیونکہ ان کو خود اس کا علم نہیں ہوسکتا کہ کون زیادہ مستحق امداد ہے کون کم (اور اگر کسی کو خود اپنے تفقد سے اس کا علم ہو سکے تو وہ خود تفقد کرے)

دعا کی حقیقت

مسلمان دعاء سے بہت غافل ہیں۔ اور جو کرتے بھی ہیں ان کو دعاء کی حقیقت معلوم نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے دعاء کی حقیقت کو واضح کرنا چاہیے۔

''دعاء کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا، پس جتنی بلند وہ بارگاہ ہے اتنا ہی دعاؤں کے وقت دل کو متوجہ کرنا اور الفاظ دعاء کو تضرع وزاری سے ادا کرنا چاہیے اور یقین واذعان کے ساتھ دعاء کرنا چاہئے کہ ضرور قبول ہوگی، کیونکہ جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بہت سخی اور کریم ہے اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ زمین وآسمان کے خزانے سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔''

حکیم الامت کی خدمات

حضرت مولانا تھانوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔

اکابر کا باہمی تعلق

حضرت مولانا تھانوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے کیونکہ وہ قریب العہد ہیں، اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو اور تازہ سنی ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوئی، میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دعائیں دیں اور فرمایا تم خود بھی رو رو کر اس نعمت کا شکر کرو۔

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَتْ بِیْ اَوْ اَمْسَتْ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

خوف استدراج عین ایمان ہے

مجھے اپنے اوپر استدراج کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ خوف عین ایمان ہے (امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے اوپر نفاق کا خوف مؤمن ہی کو ہوتا ہے) مگر جوانی میں خوف کا غلبہ اچھا ہے اور بڑھاپے میں حسنِ ظن باللہ اور رجاء کا غلبہ اچھا ہے۔ فرمایا' ہاں صحیح ہے۔

کبر کی نحوست

جنت متواضعین ہی کے لیے ہے۔ انسان میں اگر کبر کا کوئی حصہ ہے تو پہلے اس کو جہنم میں ڈال کر پھونکا جائے گا جب خالص تواضع رہ جائے گا تب وہ جنت میں بھیجا جائے گا۔ بہر حال کبر کے ساتھ کوئی آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔

صوفیاء کی کتب

ہمارے بزرگوں نے غیر سالکین کو صوفیاء کی کتابوں کے مطالعہ سے منع کیا ہے ہاں جو سالک کسی محقق شیخ کے زیرِ تربیت ہو وہ مطالعہ کرے تو مضائقہ نہیں۔

صحبت اہل اللہ

مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں' پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے ''سہارنپور'' یا ''رائے پور'' کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

تبلیغ کا اہم اصول

ہماری اس دعوت و تبلیغ کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ خطابِ عام میں تو سختی برتی جائے لیکن خطابِ خاص میں انتہائی نرمی بلکہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کی اصلاح کے لیے خطابِ

عام ہی کیا جائے حتیٰ کہ اگر اپنے کسی خاص ساتھی کی کوئی غلطی دیکھی جائے تو حتی الوسع اس کی اصلاح کی کوشش بھی خطاب ہی کے ضمن میں کی جائے۔ یہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام طریقہ تھا کہ خاص لوگوں کی غلطیوں پر تنبیہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مابال اقوام'' کے عمومی عنوان سے فرماتے تھے اور اگر خطاب خاص ہی کی ضرورت سمجھی جائے تو علاوہ محبت اور نرمی کے اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ فوراً اس کو نہ ٹوکا جائے۔ ایسی صورت میں اکثر لوگوں کا نفس جواب دہی اور حجت بازی پر آمادہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس وقت کو تو ٹال دیا جائے، پھر دوسرے مناسب وقت میں خلوص ومحبت کیساتھ اس کی غلطی پر اس کو متنبہ کیا جائے۔

دینی ترقی

دین میں ٹھہراؤ نہیں۔ یا تو آدمی دین میں ترقی کر رہا ہوتا ہے اور یا نیچے گرنے لگتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ باغ کو جب پانی اور ہوا موافق ہو تو وہ سرسبزی اور شادابی میں ترقی ہی کرتا رہتا ہے اور جب موسم ناموافق ہو یا پانی نہ ملے تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہ سرسبزی اور شادابی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے بلکہ اس میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے یہی حالت آدمی کے دین کی ہوتی ہے۔

نفس کا کید

طبیعت مایوسی کی طرف زیادہ چلتی ہے کیونکہ مایوس ہو جانے کے بعد آدمی اپنے کو عمل کا ذمہ دار نہیں سمجھتا اور پھر اسے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ خوب سمجھ لو یہ نفس اور شیطان کا بڑا کید ہے۔

ملاقات کی فضیلت اور اس کی وجہ

زمانہ کے بدلنے سے دینی اصطلاحات کے معنی بھی بدل گئے اور ان کی روح نکل گئی۔ دین میں ''مسلم کی مسلم سے ملاقات'' کی فضیلت اس لیے ہے کہ اس میں دین کی باتیں ہیں۔ جس ملاقات میں دین کا کوئی ذکر وفکر نہ ہو وہ بے روح ہے۔

عہد صحابہ کی جھلک

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاملوں کے پاس سے جب کوئی قاصد آتے تو آپ ان سے عاملوں کی خیریت پوچھتے اور ان کے حالات دریافت کرتے، لیکن اس کا مطلب دینی خیرت اور دینی حال پوچھنا ہوتا تھا نہ کہ آج کل کی مروجہ مزاج پرسی۔ چنانچہ ایک عامل کے پاس سے آنے والے قاصد سے جب آپ نے عامل کی خیریت پوچھی تو اس نے کہا:

''وہاں خیرت کہاں ہے، میں نے تو ان کے دستر خوان پر دو دو سالن جمع دیکھے۔''

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرز زندگی پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوڑ گئے تھے بس اس پر قائم رہنا ہی ان حضرات کے نزدیک خیریت کا معیار تھا۔

اسلاف اور ہم

جن مقامات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوں کی بازی لگا کے بلکہ اس جانبازی کے شوق و عشق سے حاصل کرنا بتلایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین کی راہ میں اپنے کو مٹا کے جو کچھ حاصل کیا تھا تم لوگ اس کو آرام سے لیٹے لیٹے کتابوں سے حاصل کر لینا چاہتے ہو۔

ایمانی تقاضے

ایمان یہ ہے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس چیز سے خوشی اور راحت ہو بندہ کو بھی اس سے خوشی اور راحت ہو۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری اور تکلیف ہو بندہ کو بھی اس سے ناگواری اور تکلیف ہو۔ اور تکلیف جس طرح تلوار سے ہوتی ہے اسی طرح سوئی سے بھی ہوتی ہے۔ پس اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری اور تکلیف کفر و شرک سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی لہٰذا ہم کو بھی معاصی سے ناگواری اور تکلیف ہونی چاہیے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ)

مختصر سوانح

استاذ العلماء

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ

آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مخصوص خلفاء میں بلند مقام پر فائز تھے۔ ایک جید اور عالم دین اور شیخ العصر تھے۔ قدیم بزرگوں کی سادگی کے پیکر اور تواضع و انکساری کا مجسمہ تھے۔ خلوص وللّٰہیت میں سلف صالحین کی یادگار تھے۔ رشد و ہدایت اور دینی فیضان کا منبع وسرچشمہ تھے۔ اپنے حسن اخلاق اور حسن تدبیر سے ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۲ء میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیرسرپرستی میں ایک دینی درسگاہ ''مدرسہ خیر المدارس'' کے نام سے جالندھر میں قائم فرمایا۔ جس نے اپنے حسن تعلیم اور حسن انتظام سے جالندھر میں مرکزیت پیدا کر لی اور اس خطہ اراضی کو علوم نبوت سے سیرابی و شادابی ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد آپ نے پاکستان ہجرت کی اور ملتان جیسے مرکزی شہر میں اسی مدرسہ خیر المدارس کی تجدید کی۔ وہاں بھی یہ مدرسہ ایک دم اسی طرح مقبول و معروف ہوگیا جتنا اس وقت تھا۔ یہ سب کچھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔ اور دراصل حضرت مولانا کا حسن اخلاق، عمق علم اور اس پر حسن انسانیت و اخلاق اس مدرسہ کی اساس ہے اور اسی اساس پر خیر المدارس کی جدید عمارت قائم ہوئی اور اسی قدیم مقبولیت سے یہ نئی مقبولیت ظہور پذیر ہوئی۔ اور آج الحمدللہ پاکستان میں یہ مدرسہ پنجاب کا علمی مرکز ہے۔ اور حضرت مولانا کا عظیم صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ہمیشہ دارالعلوم سے وابستہ رہے اور احقر سے نہایت

قریبی تعلق اور شفقت و محبت کا معاملہ رہا۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور دین و دیانت کی عالی صلاحیتیں ان میں بدرجہ اتم جمع تھیں۔ عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے پاکستان کے مدارس دینیہ کا وفاق بنام ''وفاق المدارس'' قائم فرمایا اور تمام مدارس کو ایک لڑی میں منسلک کر دیا۔ پھر حضرت مولانا ہی اس وفاق کے پہلے صدر تسلیم کئے گئے جس کو انہوں نے کمال دیانت و راست بازی اور اخلاص و صداقت سے انجام دیا۔ اس سے جہاں آپ کا علم و فضل ملک پر واضح ہوا وہیں کمال ذہن و ذکاء کا بھی نمایاں ہوا۔ آج مدرسہ خیر المدارس پاکستان میں مرکزی حیثیت کے ساتھ کتاب و سنت اور فقہ فی الدین کی اشاعت میں امتیازی شان کا حامل ہے۔

افسوس کہ آپ ۲۰ شعبان ۱۳۹۰ھ کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت کی خبر سن کر دل پر از حد صدمہ ہوا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ حاضر ہو کر تعزیت پیش کروں مگر ایسا کرنا بہت مشکل ہے۔ پاکستان میں خاص طور پر دو چار بزرگوں پر ہی نظر پڑتی تھی اور ان ہی حضرات کی کشش ہر وقت حاضری کے لئے بے چین کرتی رہتی ہے۔ مگر یہ مخلصین و محبین سب رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ آثار قیامت ہیں۔ حق تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ اور صاحبزادوں کو ان کا سچا جانشین بنائیں۔ اور ان کے چشمہ فیض خیر المدارس کو ہمیشہ قائم و دائم سرسبز و شاداب رکھے۔ آمین ثم آمین۔ (بچاس مثالی شخصیات)

استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے انمول اقوال

ملفوظات حکیم الامت کی افادیت

ملفوظات کے دوران فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات اور مواعظ ہر عام و خاص کیلئے یکساں مفید ہیں۔

ایک دفعہ فرمایا جس شخص کو بھی اپنی اصلاح مقصود ہو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات و مواعظ کو زیر مطالعہ رکھے اور اگر پڑھ نہ سکے تو کسی سے سن لیا کرے۔

مدرسہ کو خود کفیل بنایا جائے

سب سے اہم کام فی زمانہ یہ ہے کہ مدرسہ کو خود کفیل بنایا جائے اور مدرسہ کے نام اوقاف اس قدر کر دیئے جائیں کہ مدرسہ کو کسی مزید چندہ کی ضرورت نہ پڑے۔ زمانہ کی قدریں بدلتی جارہی ہیں اور چندہ فی زمانہ اس قدر بدنام ہو چکا ہے اور چندہ سے چلنے والے اداروں کو بھی بری نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔ ہمیں چونکہ زمانہ کے اندر رہ کر زمانہ کی اصلاح کرنی ہے۔ اس لئے زمانہ کی اقدار سے بے پروائی نہیں برتی جاسکتی۔ اگر مدرسہ کے نام اوقاف اس قدر ہوں کہ اس کا سالانہ خرچ ان سے بخوبی پورا ہو سکے تو ہمیں نہ چندہ لینے کی ضرورت ہے اور نہ چندہ کی خاطر کسی اجتماع کی ضرورت۔ پھر ہمارے دو اجتماع جس میں چندہ کی ایک پائی تک کیلئے اپیل نہ ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ کس قدر موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

ہماری تجویز

اس سلسلہ میں ہماری تجویز یہ ہے کہ اہل خیر مدرسہ کے نام زمینیں اور شہری جائیدادیں وقف فرمائیں جن کی آمدنی مدرسہ پر خرچ کی جائے۔

جائیدادوں اور زمینوں کے علاوہ کارخانوں اور کمپنیوں کے حصص بھی مدرسہ کے نام وقف کئے جاسکتے ہیں۔ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ صدقہ جاریہ کے طور پر آپ اپنے بزرگ والدٗ والدہ یا مرشد وغیرہ کی روح کو ثواب کی خاطر کچھ جائیدادٗ زمین یا کارخانے کا حصہ مختص فرمائیں اور اسے مدرسہ کے نام وقف کردیں تا کہ اس کی آمدنی طلباعلم دین پر خرچ ہوتی رہے اور اس کا ثواب آپ کے بزرگوں کی ارواح مقدسہ کو بطور صدقہ جاریہ ہمیشہ پہنچتا رہے۔

اہل خیر اس طرف جتنی زیادہ توجہ فرمائیں گے اسی قدر مدرسہ کو زمانہ کی اقدار کے ساتھ مؤخر و معزز بنانے میں امداد فرمائیں گے۔

مناظرہ میں حاضر دماغی کی ضرورت

ایک مجلس میں حضرت اپنے غیر مقلدوں کے ساتھ مناظروں کے واقعات سنا رہے تھے۔ اسی دوران فرمایا مناظرے کا سب سے بڑا ہتھیار حاضر دماغی اور ہوشیاری ہے۔ صرف علم سے کام نہیں چلتا۔ پھر اپنا واقعہ سنایا کہ میں حافظ عبدالقادر روپڑی سے مناظرہ کررہا تھا۔ ایک مقام پر قرآن کی آیت غلط پڑھ گیا۔ غیر مقلد مناظر فوراً بول پڑا کہ یہ تمہارا مناظر ہے جس کو صحیح قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا۔ میں قرآن کا حافظ ہوں۔ حضرت فرماتے تھے اس پر میں نے فوراً جواب دیا کہ تمہارا مناظر صرف حافظ ہے اور میں تین حافظوں کا باپ ہوں اور میں نے اسی وقت سٹیج پر حافظ محمد شریف اور حافظ عبدالحق کو کھڑا کردیا جس پر غیر مقلد مناظر خاموش ہوگیا۔

خطابت کا دائرہ

فرمایا کہ خطیب وہ ہے کہ جب وہ ضمناً اور تبعاً اور ایک بات سے دوسری بات یاد آنے پر اور

تفریعات کا ذکر کرتے ہوئے موضوع سے دور چلا جاتا ہے تو اصل موضوع کو ترک نہیں کر دیتا۔ بلکہ پھر واپس اپنے موضوع پر لوٹ آتا ہے اور جو موضوع سے نکل کر واپس نہیں آتا وہ خطیب نہیں۔

پیر کی تین قسمیں

حضرت والا نے ایک مثال دی تھی کہ پیر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک پیر پتھر' دوسرا پیر پتر' تیسرا پیر لکڑ' پیر پتھر تو خود گم کردہ راہ پیر کی مثال ہے کہ پتھر پر بیٹھ کر جو پانی میں داخل ہوگا وہ بھی پتھر کے ساتھ ڈوبے گا۔ دوسرا پیر پتر ایسے صالح شخص کی مثال ہے جو خود تو پار ہو جائے گا جیسا کہ پتہ خود تیرتا ہے لیکن کسی کو پار نہیں کرا سکتا۔ جو اس کے ذریعہ پار ہونا چاہے گا وہ ڈوب جائے گا۔ یہ ان بزرگوں کی مثال ہے جو بھولے ہوتے ہیں۔ ان کی مثال میں فرمایا تھا کہ ایک بھولے بزرگ تھے۔ لباس بھی سبز' عمامہ بھی سبز' کسی نے ان کو دعوت دی اور مسہری پر بٹھایا جس کے سرہانے کی طرف آئینہ لگا ہوا تھا۔ کھانا سامنے آیا اور آئینہ میں اپنی صورت نظر آئی تو سمجھے کہ سامنے کوئی بزرگ بیٹھے ہیں۔ فرمانے لگے پڑھو جی بسم اللہ۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو مکرر کہا۔ اتنے بھولے تھے۔ ایسے بزرگ دوسرے کی اصلاح کیسے فرمائیں گے۔ تیسری قسم پیر کی بیان فرمائی پیر لکڑ' لکڑ کو پانی میں ڈال کر اس پر بیٹھ جاؤ تو لکڑ خود بھی پار ہو جائے گا اور دوسرے کو بھی پار کرا دے گا۔ یہ ایسے پیر کی مثال ہے جو صالح ہونے کے ساتھ عاقل و متیقظ بھی ہو۔ چنانچہ پیر ایسے ہی بزرگ کو بنانا چاہئے جو صالح اور عاقل ہو۔ جیسا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہے کہ پیر عالم الغیب نہیں ہوتا مگر اس کو عالم العیب ہونا چاہئے (یعنی غیب داں نہیں بلکہ عیب کو پہچان لینے والا) کہ طالبین اصلاح کے عیوب کی تشخیص خوب کرنا جانتا ہو۔ ورنہ بغیر عیوب کو سمجھے اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟

بدعات کا دفعیہ

مسلمان کے دو دشمن دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا وجود ہمیں نظر آتا ہے۔ یعنی کافر' دوسرے وہ جن کا وجود ہمیں نظر نہیں آتا' یعنی نفس اور شیطان' یہ دشمن پہلے کی نسبت

بڑا سخت ہے۔ اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے۔ آیت میں ظاہری دشمن یعنی کافروں کے ساتھ جہاد میں شہید ہونے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ تم ان کو مردہ نہ کہو۔ وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں۔ جو لوگ جہاد اکبر میں ختم ہو جائیں وہ بدرجہ اولیٰ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہوں گے۔ یہ بزرگان دین اولیاء اللہ جہاد اکبر میں شہید ہونے والے ہیں اور یقیناً اپنے مزارات کے اندر زندہ ہیں۔ محض ایک پردہ حائل ہے۔ ہم ان کے مزارات پر جا کر خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ ان کے مزارات کو سجدہ کرتے ہیں۔ اگر یہ پردہ حائل نہ ہوتا تو ہمارے منہ پر تھپڑ مارتے۔

انعامات خداوندی

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسان ہیں۔ وہ یہ کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، غرض کہ جسم صالح عطا فرمایا۔ سانس کا باہر آنا جانا بھی احسان ہے۔ چونکہ ہم روزمرہ کی زندگی میں بے شمار سانسیں لیتے ہیں۔ اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے احسانات شمار نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا لیکن صرف دو نعمتوں پر اپنا احسان جتایا۔ اول نعمت ایمان، دوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک۔ ایمان وہ دولت ہے کہ انسان اخلاص سے کلمہ پڑھنے کی بدولت جنتی بن جاتا ہے اور اس سے انکار پر دوزخی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے انسان جنت میں آپ کا رفیق ہوگا۔

مجاہدہ ومشاہدہ

یہ عالم ہے عالم مجاہدہ۔ اس کے بعد ہوگا مشاہدہ۔ یہ قیامت میں ہوگا یعنی جو اس دنیا میں کمایا ہے اس کا ویسا ہی پھل دیکھے گا۔ اس کی مثال کھیتی کی ہے۔ یہاں جو بوئے گا آخرت میں وہی کاٹے گا۔ حدیث میں ہے۔ الدنیا مزرعة الاخرة (دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے) تو دنیا جو ہے دار مجاہدہ ہے اور آخرت دار مشاہدہ ہے۔

تعلق مع اللہ کی دولت

تعلق مع اللہ بہت بڑی دولت ہے۔ مقصود اعظم تعلق مع اللہ ہے۔ جب بندہ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو فکر آخرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے سوا اسے کسی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اسے مال یا جان کی حفاظت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کیلئے انبیاء کرام تشریف لائے۔ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا تا کہ تعلق مع اللہ کا سلسلہ قائم رہے۔ تعلق مع اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

بعثت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ جیسے بادشاہ کے آنے کی تاریخ مقرر ہوتی ہے تو چھوٹے چھوٹے اہلکاروں کا انتظام ہوتا ہے' شامیانہ لگایا جاتا ہے' فرش بچھایا جاتا ہے اور شامیانے کو افسر دیکھنے کیلئے آتے ہیں کہ بادشاہ کے لائق بھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے آسمان کا شامیانہ لگایا گیا' زمین کا فرش بچھایا گیا' سورج اور چاند کی لالٹینیں لگائی گئیں اور سب انبیاء علیہم السلام شامیانے کو دیکھنے کیلئے آئے اور شامیانہ بدستور رہا اور جب تک ایک آدمی بھی کلمہ توحید پر ایمان لاتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے' شامیانہ بھی اسی وقت تک رہے گا جب یہ سلسلہ ختم ہوگا تو سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے۔ شامیانہ بھی نہ رہے گا اور قیامت آجائے گی' دنیا ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت شامیانے کی ضرورت نہ رہے گی۔

نماز تحفہ خداوندی

اگر پانچ نمازیں بھی معاف ہو جاتیں تو امت کیلئے کیا سوغات یا تحفہ لے جاتے۔ یہ اللہ کا تحفہ ہے۔ جس طرح آج کل لوگ اپنے دوست کو شادی میں تحفہ بھیجتے ہیں۔ اگر کوئی تحفہ

واپس کردے تو اللہ تعالیٰ کو کتنا غصہ آئے گا۔ آج کل لوگ بہت کم نمازیں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کیلئے نماز تجویز خداوندی ہے۔ باقی انبیاء علیہم السلام کی نمازیں اپنی تجویز تھیں، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔ بندہ کی تجویز اور خدا کی تجویز میں فرق ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان پر بلا کر نماز تجویز فرمائی۔

علاج حب دنیا

حب دنیا یہ ہے کہ ایسی چیز سے محبت کر لی جائے جس میں حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو۔ یہ غیر اختیاری امور قابل علاج نہیں ہوا کرتے۔ قصد السبیل رسالہ کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

زہد کی حقیقت

زہد یہ ہے کہ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی خیال کرتے ہوئے بقدر ضرورت دنیا پر کفالت کرنا اور دل کو دنیوی اشیاء کی محبت سے محفوظ رکھنا جو مال حلال ملے۔ اس کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکر ادا کرنا اور اس کا حق ادا کرنا۔

اسکی تحصیل کا طریق یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتیں جو جنت میں اہل ایمان کو ملیں گی اس کا استحضار اور دنیوی اشیاء کے فنا کا استحضار رکھا جائے کسی وقت مقرر پر چند منٹ مراقبہ اس کا کر لیا جایا کرے۔

اخلاص کی حقیقت

اخلاص جس کی حقیقت یہ ہے اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا قصد رکھنا اور مخلوق کی رضا مندی اور خواہش نفسانی کو مقصود نہ ٹھہرانا۔ طریق تحصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ رضا الٰہی کا قصد کر کے خوب کام کرتے رہنا اور وساوس واوہام کی طرف التفات نہ کرنا۔ (خیر السوانح)

مختصر سوانح

علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں۔ دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لئے ''پیش مردے کاملے پامال شو'' پر عمل کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جو مقام بلند نصیب فرمایا وہ ان کی ذہانت وذکاوت اور علمی استعداد سے زیادہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے فیض صحبت اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے تحصیل علم کے لئے کسی ایک مدرسے میں صرف کتابیں پڑھ لینے اور ضابطہ کی سند حاصل کر لینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے اساتذہ کی خدمت وصحبت سے استفادہ کو اپنا نصب الدین بنالیا وہ ایک ایسے وقت دارالعلوم دیوبند پہنچے تھے۔ جب وہاں امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ جیسے آفتاب و ماہتاب مصروف تدریس تھے۔ حضرت مولانا بنوریؒ اپنے تمام ہی اساتذہ کے منظور نظر رہے لیکن امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو جو خصوصی تعلق رہا اس کی مثال شاید حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے تلامذہ میں نہ ملے۔ مولانا مرحومؒ نے حضرت شاہ

صاحبؒ کی خدمت وصحبت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا۔ چنانچہ وہ ایک عرصہ تک سفروحضر میں اپنے شیخ کی نہ صرف معیت سے مستفید ہوتے رہے، بلکہ ان کی خدمت اور ان سے علمی وروحانی استفادے کی خاطر مولاناؒ نے نہ جانے کتنے مادی اور دنیوی مفادات کی قربانی دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جن غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا، ان کے پیش نظر اگر وہ چاہتے تو تحصیل علم سے فراغت کے بعد نہایت خوشحال زندگی بسر کرسکتے تھے، لیکن انہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کی صحبت اور علمی مذاق کی تسکین پر ہر دوسرے فائدے کو قربان کردیا۔ اور یہ بات خود انہوں نے احقر کو سنائی تھی کہ ''جب میرا نکاح ہوا تو بدن کے ایک جوڑے کے سوا میری ملکیت میں کچھ نہ تھا۔''

علم و دین کے لئے مولانا کی یہ قربانیاں بالآخر رنگ لائیں، حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر عنایت نے علمی رسوخ کے ساتھ ساتھ ان میں للّٰہیت اور اخلاص عمل کے فضائل کی آبیاری کی، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ دین کے خدام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مقبولیت، محبوبیت اور ہردلعزیزی کا وہ مقام بخشا جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ان کے اساتذہ، ان کے ہم عصر اور ان کے چھوٹے، تقریباً سب ان کے علمی مقام اور ان کی للّٰہیت کے معترف رہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ جیسے مردم شناس بزرگ کی خدمت میں مولانا کی حاضری تین چار مرتبہ سے زیادہ نہیں ہوئی، لیکن انہی تین چار ملاقاتوں کے بعد حضرت تھانویؒ نے ان کو اپنا مجاز صحبت قرار دے دیا تھا۔ (نقوش رفتگاں)

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے انمول اقوال

باہمی محبت و تعلق

حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ کے بے تکلف ہم درس اور آپ کے جامعہ کے مدرس مولانا لطف اللہ پشاوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہاں درس کو جاری ہوئے جب چار مہینے گزر گئے تو میں نے مولانا سے کہا کہ میری گزر بسر کھیتی باڑی پر ہے (مدرسہ میں تنخواہ کے لئے نہ رقم آئی نہ تنخواہ ملی۔ بس فی سبیل اللہ کام چل رہا تھا اور مولانا مرحوم کہیں سے قرض لے کر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا گزارہ چلاتے تھے) میری فصل کی کٹائی کے دن ہیں۔ آپ مجھے ایک ماہ کیلئے گھر جانے کی اجازت دیں تاکہ فصل سمیٹنے کا کچھ بندوبست کر آؤں۔ مولانا مرحوم نے ہنس کر فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مدرسین کیلئے میرے پاس کچھ رقم آئی ہے' ذرا انتظار کرو تاکہ تمہارے کرائے وغیرہ کا بندوبست ہو جائے' میں نے ہنسی میں کہا "بلی کو چھیچھڑوں کے خواب آیا کرتے ہیں ایک گھنٹہ بعد مولانا مسکراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا "لو مولوی صاحب چھیچھڑے آگئے ہیں" کسی صاحب نے (غالباً حاجی وجیہ الدین مرحوم نے) مدرسہ کو ٦ سو روپے چندہ بھیج دیا تھا۔ یہ مدرسین کے فنڈ میں مدرسہ کا پہلا چندہ تھا۔ اس میں سے مجھ کو بھی دو سو روپیہ دے دیئے۔ میں چھٹی پر گھر چلا آیا اور چھٹی گزار کر

واپس چلا گیا۔ نیو ٹاؤن کے قیام کے زمانہ میں ایک سال بڑی تنگی اور عسرت کا گزارا۔ تاہم سال کے آخر تک مدرسے کی حالت (مالی طور پر) قدرے اچھی ہوگئی۔

مدارس کے فنڈ میں احتیاط

مولانا مرحوم کے تقویٰ اور خدا ترسی کا یہ حال تھا کہ زکوٰۃ فنڈ صرف طلبہ کیلئے رکھتے' اس کو کبھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں وغیرہ کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے' دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوٰۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہوگئی۔ ایک دفعہ زکوٰۃ فنڈ میں ۲۵ ہزار روپیہ جمع تھا مگر غیر زکوٰۃ کی مد خالی تھی' جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی حاجی یعقوب صاحب نے کہا مدرسین کی تنخواہ کیلئے کچھ نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو زکوٰۃ فنڈ میں سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ ادا کر دی جائے' بعد میں زکوٰۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا ''ہرگز نہیں! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن نہیں بننا چاہتا' مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے کہ ان کے فنڈ میں اللہ تعالیٰ کچھ بھیج دے جو مدرس صبر نہیں کر سکتا اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے''۔

معاونین مدرسہ کو ہدایت

جب کوئی ذی ثروت صاحب خیر مدرسہ کو چندہ دینے آتا تو مولانا اس سے فرماتے کہ ''مجھے زکوٰۃ کی ضرورت نہیں' یہ تو غسالہ مال ہے' جسے اگلی امتوں میں آگ آسمان سے اتر کر جلا دیا کرتی تھی۔ میرے مدرسے کے مدرسین کیلئے اگر کچھ دینا ہے تو غیر زکوٰۃ میں سے دو''۔

جامعہ بنوریہ ایک مثالی مدرسہ

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کے یادگار مدرسہ جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

آج بحمد اللہ یہ مدرسہ حضرت کے اخلاص کی برکت سے اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا

فِی السَّمَآءِ کا منظر پیش کر رہا ہے۔ مدرسہ کے بجائے یونیورسٹی بن چکا ہے۔ لیکن حضرت نے نہ اس کا کبھی کوئی اشتہار دیا' نہ کوئی سفیر بھیجا' نہ کبھی اپنے طرز عمل سے یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اس مدرسہ کے بانی' شیخ الحدیث یا ''بڑے'' مولانا ہیں۔ بارہا فرمایا کرتے تھے: ''یہاں کوئی حضرت نہیں' نہ کوئی بڑا چھوٹا ہے ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کے خادم ہیں' اللہ تعالیٰ کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مل کر کام کرنا ہے' اگر اخلاص ہو تو مدرسہ کی درس گاہیں صاف کرنے والا چپڑاسی اور بخاری پڑھانے والا برابر ہیں''۔

شہرت سے نفرت

حضرت قدس سرہ کو نمود و نمائش اور طلب شہرت سے طبعاً نفرت تھی' مال و جاہ کے مریض کا ان کے ساتھ جوڑ نہیں بیٹھتا تھا' وہ جماعتوں کی صدارتوں اور امارتوں کے عہدوں سے بہت بلند و بالا تھے' دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عہدہ بھی ان کے شرف و مجد میں اضافہ نہیں کرتا تھا بلکہ خود ان عہدوں کا آپ کے وجود سے مشرف ہونا ان کیلئے مایہ صد افتخار تھا' وہ کسی عہدے کے خواستگار نہیں' بلکہ عہدے ان کے متلاشی تھے۔ ۱۹۷۴ء میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی امارت کیلئے آپ کو منتخب کیا گیا' جاننے والے جانتے ہیں کہ کتنی منتوں سماجتوں' کتنے استخاروں' دعاؤں اور مشوروں کے بعد آپ نے یہ منصب قبول فرمایا۔ ابھی ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی امارت قبول کئے آپ کو چند مہینے نہیں گزرے تھے کہ ربوہ اسٹیشن کا سانحہ پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک چلی اور اس نے غیر معمولی شکل اختیار کر لی اس کی قیادت کیلئے تمام جماعتوں پر مشتمل ''مجلس عمل ختم نبوت'' تشکیل پائی تو باصرار اس کی صدارت کیلئے آپ کو منتخب کیا گیا' حضرت قدس سرہ نے اس تحریک کے دوران جس تدبر و فراست' جس اخلاص وللّٰہیت' جس صبر و استقامت اور جس ایثار و قربانی سے ملی قیادت کے فرائض انجام دیئے وہ ہماری تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ ان دنوں حضرت پر سوز و گداز کی جو کیفیت طاری رہتی تھی وہ الفاظ کے جامہ تنگ میں نہیں سما سکتی۔ تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت نے کراچی سے ملتان' لاہور' پنڈی' پشاور تک کیا اس کی یاد کبھی نہیں بھولے گی۔ کراچی سے

رخصت ہوئے تو حضرت رحمہ اللہ پر بے حد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی حسن صاحب سے فرما رہے تھے ''مفتی صاحب دعا کیجئے! حق تعالیٰ شانہ کامیابی عطا فرمائیں۔ میں کفن ساتھ لے جارہا ہوں مسئلہ حل ہو گیا تو الحمدللہ' ورنہ شاید بنوری زندہ واپس نہیں آئے گا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے سوز دروں کی لاج رکھی اور قادیانی ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر جدا کر دیا۔

خداداد اخلاص

حضرت کے اخلاص وللّٰہیت' بےلوثی و بےغرضی اور بےنفسی وفروتنی کا ثمرہ تھا کہ یہ بے تاج بادشاہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کررہا تھا اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا آپ نے اپنے آپ کو جتنا مٹایا اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی اٹھایا' جس قدر اپنی پستی وفروتنی کا اقرار کیا حق تعالیٰ نے اسی قدر رفعتوں اور بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ سچ ہے ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' فوق العادت اخلاص وتواضع کے ساتھ ساتھ آپ کی خودداری واستغنا کی شان بھی نرالی تھی۔ جن دنوں ٹنڈو اللہ یار کے مدرسہ سے تعلق منقطع کر چکے تھے اور ابھی تک آئندہ کا لائحہ عمل تجویز نہیں ہوا تھا یہ دور آپ کی بے کسی اور کسمپرسی کا کربناک دور تھا۔ انہی دنوں کراچی میں ایک صاحب نے (جواب مرحوم ہو چکے ہیں) آپ سے فرمائش کی ایک مدرسہ بنایئے' اپنے ساتھ ایک استاد اور رکھ لیجئے۔ آپ دونوں صاحبوں کی سال بھر کی تنخواہ کی رقم میں آپ کے نام پر بینک میں جمع کرادیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا'' سال کے بعد کیا ہوگا؟ بولے ایک سال تک چندہ آنے لگے گا اور مدرسہ چل نکلے گا' آپ نے فرمایا'' شکریہ! میں ایسا مدرسہ نہیں بنانا چاہتا جس کی بنیاد مخلوق کے بھروسے پر رکھی گئی ہو' جب مدرسہ بنے گا تو آپ کا بھی جی چاہے تو چندہ دیجئے' پیشگی رقم جمع کرا کے مدرسہ شروع کرنا مجھے گوارا نہیں'' ایک صاحب نے کئی ہزار روپیہ حضرت کو زکوٰۃ کی مد میں پیش کرنا چاہا' آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ تو ہم صرف مستحق طلبہ پر خرچ کرتے ہیں۔ مدرسہ کے دیگر اخراجات میں زکوٰۃ صرف نہیں ہوتی۔ اس کیلئے عطیات کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ طلباء کی ضرورت کے بقدر رقم جمع ہو چکی ہے اس لئے اگر دینا ہے تو زکوٰۃ نہ دیجئے' عطیہ دیجئے' وہ صاحب کہنے لگے کہ اس کی تو

گنجائش نہیں، فرمایا پھر زکوۃ کی ہمیں ضرورت نہیں، بولے یہ روپیہ آئندہ سال طلبہ کے کام آئے گا۔ فرمایا، آئندہ سال آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خرچ بھی بھیج دیں گے۔ (شخصیات)

ارباب مدارس کو ہدایات

مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: اگر دینی مدرسہ دنیا کیلئے بنانا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے اور اگر آخرت کیلئے بنانا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔

یہ کلمات حضرت رحمہ اللہ نے پہلی مرتبہ اس وقت ارشاد فرمائے جبکہ ایک جید عالم دین نے اپنا نیا دینی مدرسہ قائم کرنے کے بارے میں مشورہ کیا اور اس کے بعد متعدد مجلسوں میں یہ حکیمانہ جملہ دہرایا۔ بلاشبہ کسی دینی ادارہ کو جو دین اور علم دین کا قلعہ ہونا چاہئے اگر دنیا کے حقیر اغراض و مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے تو کتنی بڑی محرومی اور خسران آخرت کا موجب ہوگا اور اگر اس کے قائم کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح حاصل کرنا ہو تو پھر جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی حدود میں پابند ہونے کی بنا پر قدم قدم پر دنیا کی مشقتوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کیلئے تیار رہنا پڑتا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد کوئی شعرانہ تخیل نہ تھا بلکہ ساٹھ سال کی طویل مدت تک مدارس کے ساتھ وابستگی تجربات و مشاہدات اور تقریباً چوبیس سال تک ایک عظیم دینی ادارہ کے اہتمام و ادارت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد آپ نے یہ رائے قائم کی تھی۔ حضرت رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ قائم کرنے کے بعد جو مشکلات سامنے آئیں اگر ان کا پہلے سے احساس ہوتا تو شاید مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ نہ کرتا۔

ہمیشہ آپ کی یہی خواہش و کوشش رہی کہ مدارس دینیہ صرف فلاح آخرت اور محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے ہونے چاہئیں ان میں دنیوی اغراض و خواہشات کی آمیزش کا شائبہ تک نہ ہونا چاہئے اگر آپ دیکھتے کہ کسی مدرسہ سے یہ عظیم مقصد پورا نہیں ہو رہا تو یہ چیز آپ کیلئے ناقابل برداشت ہوتی چنانچہ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار اور مدرسہ لال جیوہ کراچی کے تجربات اس پر شاہد ہیں۔

نیوٹاؤن میں مدرسہ کی بنیاد

بزرگوں کے مشوروں' استخاروں اور حرمین شریفین میں مراقبوں' مکاشفوں اور دعاؤں کے بعد مستقل دینی ادارہ قائم کرنے کا عزم فرمالیا۔اس کیلئے آپ نے جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی کے احاطے کو منتخب فرمایا اور منتظمین انجمن سے حضرت رحمہ اللہ نے گفتگو فرمائی اور کہا کہ مجھے ایک خالص دینی مدرسہ قائم کرنے کیلئے صرف جگہ دیجئے میں آپ حضرات سے مدرسہ کی تعمیر اور اس کے اخراجات کیلئے کسی مالی امداد کا طالب نہیں ہوں گا اور نہ کسی اور قسم کے تعاون کا خواستگار ہوں گا۔ منتظمین انجمن نے بخوشی یہ تجویز منظور کرلی۔اس لئے کہ انہوں نے یہ پلاٹ مدرسہ اور مسجد کے نام سے حاصل کیا تھا اور وہ خود بھی یہاں مکتب بنانا چاہتے تھے مگر ان کیلئے جامع مسجد اور اس کی ملحقہ دکانوں کی تعمیر کیلئے ہی سرمایہ مہیا کرنا مشکل اور دشوار ہورہا تھا چہ جائے کہ مدرسہ کی عمارت بنانا اس کی تعمیر کیلئے کوئی مالی امداد کرنا' منتظمین مسجد اس وقت تک صرف مسجد کی چھت ڈلوا سکے تھے نہ پلستر ہوا تھا اور نہ ہی صحن پختہ بنا تھا۔ نہ وضو خانے اور پیشاب خانے بنے تھے۔الغرض ان حالات میں بعض مخلص منتظمین انجمن مسجد نیوٹاؤن نے مدرسہ کی تعمیر کی پیش کش کو ایک غیبی امداد سمجھ کر منظور کرلیا اور سردست مسجد میں بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے کی اجازت دے دی۔

صبر آزما اور حوصلہ شکن بے سروسامانی

حضرت مولانا رحمہ اللہ محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے ایک رفیق غربت کہیے یا یار غار استاد محترم حضرت مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ العالی اور درجہ تکمیل کے دس ستم دیدہ' اذیت کشیدہ طلبا کے ساتھ جامع مسجد نیوٹاؤن میں منتقل ہوگئے اور اس وقت مسجد کے احاطہ میں صرف ٹین کی چھت کا ایک حجرہ تھا اسی حجرہ میں حضرت رحمہ اللہ اور استاد محترم حضرت مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ نے اپنا مختصر سا سامان رکھ دیا اور رات کو سونے کیلئے اپنے ایک دیرینہ دوست حاجی محمد یعقوب صاحب (جو انتہا درجہ صالح

دیندار اور حضرت رحمہ اللہ کے قدر شناس دوست تھے) کی کوٹھی پر جو مدرسہ سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر تھی چلے جاتے تھے اور طلبہ مسجد میں ہی دن کو پڑھتے اور مسجد میں ہی رات کو سوتے اور اپنا سامان خورد ونوش اور ضروری سامان بھی مسجد میں ہی رکھتے۔ مسجد اس وقت قطعاً غیر محفوظ اور ہر طرف سے کھلی ہوئی تھی طلبا کے سامان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ وقتاً فوقتاً سامان چوری ہو جاتا اسی ضرورت کے تحت موجودہ حجرہ کی پختہ چھت اور اس کے ساتھ ہی طلبہ کیلئے دوسرے حجرے کی تعمیر کیلئے خود حضرت رحمہ اللہ اپنے دوستوں سے تین سو روپے لائے اور منتظمین کو دیئے اور اس طرح دوسرا حجرہ بنا۔ سب سے بڑی مصیبت جو سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ وہ یہ تھی کہ نہ مسجد کا کوئی غسل خانہ تھا۔ نہ بیت الخلاء اور نہ ہی پیشاب کرنے کیلئے کوئی محفوظ پیشاب خانہ تھا۔ صرف عارضی طور پر وضو کیلئے ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں اور بس اس کا نتیجہ یہ تھا کہ دن میں پیشاب یا رفع حاجت کیلئے ہر دو بزرگوں کو حاجی محمد یعقوب کے گھر پر جانا پڑتا تھا جو کافی دور تھا۔

بلا معاوضہ پڑھانے والے اساتذہ

حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ نے اس مدرسہ کی ابتدا درجہ تکمیل سے کی تھی اور اپنے حلقہ احباب میں سر دست بلا معاوضہ کام کرنے کیلئے دو حضرات کو دعوت دی۔ ایک بزرگ تو مدرسہ لال جیوہ کی تکالیف سے تنگ آ کر نیوٹاؤن منتقل ہونے سے پہلے ہی ہمت ہار گئے اور وطن واپس چلے گئے صرف حضرت مولانا لطف اللہ صاحب آپ کے ساتھ نیوٹاؤن آئے اس بے سروسامانی کے عالم میں کہ نہ طلبا کے خورد ونوش کی ہی کوئی سبیل تھی نہ اساتذہ کو حق الخدمت دینے کی کوئی سبیل حضرت مولانا اپنے مخلص دوستوں سے قرض لے کر طلبہ کے خورد ونوش کا ادھورا سدھورا انتظام کرتے چنانچہ نیوٹاؤن منتقل ہونے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاجر دوست حاجی علیم الدین جوہری سے تین سو روپے قرض لیا اور جو غالباً حاجی صاحب نے دو قسطوں میں دیا۔ یہ تین سو روپے دس طلبہ پر تیس روپے فی نفر کے حساب سے ایک ماہ کے اخراجات کیلئے تقسیم کر دیئے۔ مدرسہ کی ابتداء اس طرح

ہوئی۔اسی طرح اپنے اہل وعیال کیلئے بھی جو کراچی میں مکان میسر نہ آنے کی وجہ سے ابھی تک ٹنڈو اللہ یار میں ہی تھے کچھ احباب سے قرض لے کر اور کچھ اپنی مملوک نایاب کتابیں فروخت کر کے کشائش الٰہی کے انتظار میں وقت گزارتے تھے۔

اہل وعیال کی تنہائی اور تکالیف کا ابتلاء اور صبر آزما واقعات

انسان اپنی ذات پر تو ہر طرح سختیاں برداشت کر لیتا ہے لیکن ایک غیور آدمی اپنے اہل وعیال کی تکالیف قطعاً نہیں برداشت کرسکتا وہ اپنی تمام تر توانائی کو سب سے پہلے اپنے بال بچوں کی تکالیف کو دور کرنے کیلئے وقف کر دیتا ہے مگر مولانا رحمہ اللہ انتہائی غیور ہونے کے باوجود اپنی تمام تر قوتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت وحمایت کیلئے وقف کر چکے تھے' صرف اسی لئے مدرسہ ڈابھیل کے منصب شیخ الحدیث کو بھاری تنخواہ کو' شاندار مکان کی عظیم آسائشوں کو چھوڑ کر صرف اسی توقع پر پاکستان آئے تھے کہ ڈابھیل میں حسب منشا استفادہ کرنے والے مخاطب طلبہ میسر نہ تھے آپ کا وہاں رہنا آپ کی خداداد غیر معمولی علمی عبقریت کی اضاعت کے مرادف تھا۔ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں اسکے امکانات بہت روشن تھے۔ وہاں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سابق صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور جیسے بزرگ اور مولانا بدر عالم مہاجر مدنی جیسے مولانا کے قدر شناس علماء پہلے سے موجود تھے۔ چنانچہ ٹنڈو اللہ یار میں انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ آپ تشریف لے آئے۔

دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار کے حالات ناساز گار ہوئے جن کا ذکر غیر ضروری ہے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اصلاح کی کوشش فرمائی لیکن جب حضرت رحمہ اللہ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار کی اصلاح سے مایوس ہو گئے تو کراچی تشریف لائے اور حب ندی کے پاس لال جیوہ مقام پر بعض بزرگوں کی رفاقت میں علوم دینیہ کی خدمت شروع فرمائی جب بعض رفقاء کی طرف سے ناقابل برداشت ایذا رسانیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو اصلاح کی کوششوں میں ناکامی کے بعد استخاروں' دعاؤں (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور اللہ جل شانہ کے حکم سے جامع مسجد نیو ٹاؤن کے احاطہ میں ایک مستقل دینی مدرسہ قائم کیا جس کی تفصیل آپ اس مضمون میں پڑھ

چکے ہیں۔تو یہاں بھی من جانب اللہ آپ کے صبر وضبط کی آزمائش کیلئے ابتداء انتہائی شدید ابتلاء پیش آئے۔جسمانی وروحانی تکالیف کے علاوہ سب سے بڑی روحانی تکلیف ٹنڈوالہ یار میں اہل وعیال کی تنہائی کی تھی جوسوہان روح بنی ہوئی تھی۔اس لئے کہ مولانا کے تشریف لانے کے بعد کوئی مرد نہ تھا صرف عورتیں اور بچے تھے کراچی میں اس وقت اپنا ہی کوئی ٹھکانا نہ تھا اہل وعیال کیلئے تو مکان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا اس زمانہ میں خادم کے ماموں مولانا عبدالحمید صاحب (جو حاجی سومار کی فیکٹری میں امام وخطیب ہیں) خود بازار سے روزمرہ کی ضروریات خرید کر گھر پہنچادیتے یا اپنے کسی شاگرد سے یہ خدمت لیتے۔حضرت رحمہ اللہ مہینہ میں صرف ایک دفعہ ایک دوروز کیلئے تشریف لے جاتے اور شکر' چائے صابن اور دیگر ضروری اشیاء ساتھ لے جاتے ان دنوں آمدورفت کی یہ آسانیاں میسر نہ تھیں جو آج میسر ہیں۔حیدر آباد سے میر پور خاص تک بڑی لائن نہ تھی حیدرآباد سے لازمی طور پر گاڑی تبدیل کرنی پڑتی تھی اور چھوٹی لائن کی گاڑی کیلئے بسا اوقات کئی کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑتا اور شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔بسوں کا انتظام انتہا درجہ ناقص بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

حوصلہ شکن واقعہ

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کراچی سے حیدرآباد جانے والی گاڑی لیٹ ہوگئی اور حیدرآباد کافی تاخیر سے پہنچی جس کی وجہ سے حیدرآباد سے ٹنڈوالہ یار جانے والی گاڑی نکل گئی۔اب دوسری گاڑی کیلئے رات کے ایک بجے تک انتظار کرنا پڑا' سردی کا موسم تھا بارش ہورہی تھی۔ٹنڈوالہ یار دو بجے کے بعد پہنچتے ہیں۔اسٹیشن پر کوئی سواری بھی موجود نہیں ہے اور بارش کی وجہ سے بجلی فیل ہوچکی ہے سخت اندھیرا پھیلا ہوا ہے اور کم ازکم ایک من وزن ساتھ ہے اور گھر اسٹیشن سے کئی فرلانگ دور ہے اور سامان اٹھانے کیلئے قلی بھی نہیں۔اسی حالت میں حضرت سامان سر پر اٹھا کر بارش' سردی اور اندھیرے میں گھر روانہ ہوجاتے ہیں۔حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اس رات کے شدائد نے ہمت توڑ دی اور اللہ جل شانہ سے فریاد کی کہ اے اللہ اب میرے اندر مزید سختیاں برداشت کرنے کی ہمت

نہیں رہی اب تو اپنی قدرت کاملہ سے کراچی میں مکان کا انتظام فرمادے۔

فرمایا کہ اس کے بعد جب کراچی واپسی ہوئی تو دیکھا کہ انجمن جامع مسجد کے منتظمین کو اب خود ہی حضرت رحمہ اللہ کی تکالیف کا شدت کے ساتھ احساس ہو رہا ہے کہ مولانا کیلئے فوراً مکان بننا چاہئے۔ یہ اللہ جل مجدہ کی جانب سے غیبی نصرت تھی۔ چنانچہ فرمایا کہ اس رات کے بعد صرف ایک مرتبہ ٹنڈو اللہ یار جانا ہوا اور وہ بھی گھر والوں کو اطلاع دینے کیلئے کہ کراچی چلنے کی تیاری کریں' دوسری مرتبہ تو ان کو لینے ہی کیلئے جانا ہوا۔

عظیم قربانی

اس ابتلائی دور میں اہل وعیال کا بغیر کسی ظاہری سہارے کے تنہا ٹنڈو اللہ یار میں رہنا ہی حضرت کیلئے کچھ کم تکلیف دہ نہ تھا ابتلاء پر ابتلاء یہ پیش آیا کہ وہاں کے کمینہ خصلت و کینہ پرور اور کم ظرف افراد نے حضرت کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل خانہ کو طرح طرح سے پریشان کیا حتیٰ کہ گھر میں سبزی' ترکاری وغیرہ پہنچانا بھی مشکل بنا دیا۔

اسی عالم میں حضرت کی صاحبزادی مرحومہ فاطمہ بہن کی آنکھوں میں کوئی شدید تکلیف پیدا ہوئی۔ اور حضرت کراچی میں مدرسہ کے کاموں میں مصروف اور مشکلات میں سرگردان' ادھر مرحومہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس ٹنڈو اللہ یار میں محبوس' نہ کوئی تیماردار اور نہ کوئی دوا نہ علاج کرنیوالا موجود' ایسی حالت میں ہسپتال لے جا کر مرض کی تشخیص کرانے کی طرف توجہ کون کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آنکھوں کی بینائی بالکل جاتی رہی۔ جب اہل خانہ کراچی منتقل ہوئے اور ماہرین چشم سے معائنہ کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ بینائی بالکل جاتی رہی اور علاج کے مرحلہ سے گزر چکی ہے اب ٹھیک ہونے کا بظاہر کوئی امکان نہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کو مرحومہ سے اس کی دین داری' صلاح وتقویٰ اور معذوری و بے چارگی کی وجہ سے بے حد محبت تھی رو رو کر فرماتے تھے کہ اس دینی مدرسہ کیلئے ہم نے اپنی عزیزہ لخت جگر کو بھی قربان کر دیا اللہ تعالیٰ ہماری قربانی قبول فرمائیں اور جس عظیم مقصد کیلئے ہم نے اپنے آپ کو' اہل وعیال کو قربان کیا ہے اپنی رحمت سے اس مقصد میں ہمیں کامیاب فرمائیں۔

بے مثل استغنا

جہاں خلوص اور للّٰہیت میں اتنا بلند مقام تھا وہاں استغناء اور غیرت کی شان بھی نرالی تھی اس سلسلہ میں یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمہ اللہ نے حرمین شریفین کے استخاروں کے بعد جب ٹنڈو اللہ یار سے تعلق منقطع کرلیا اور ابھی تک نئے مدرسہ کے بارے میں فکرمند تھے کہ جناب سیٹھ محمد یوسف مرحوم نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ مدرسہ بنایئے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری کو بھی بلا لیجئے۔ میں آپ دونوں حضرات کی پانچ سال کیلئے مشاہرہ کی رقم پچاس ہزار روپیہ بینک میں جمع کرا دیتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میں چند وجوہ کی بناء پر مدرسہ شروع ہونے سے قبل کوئی امداد قبول کرنے سے معذور ہوں۔ ہاں مدرسہ بن جائے تو جو امداد فرمائیں گے شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی' مرحوم جانتے تھے کہ حضرت مدرسہ بنانے کی فکر میں ہیں اور دوسری طرف بے سروسامان کا دور دورہ ہے۔ قرض سے گھر کا گزارہ چلا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت رحمہ اللہ سے بے حد اصرار کیا مگر ان کے اصرار پر حضرت کے انکار میں بھی ترقی ہوتی گئی بالآخر مرحوم نے اپنے ساتھی سے پنجابی میں کہا' سن دائیں یعنی مولانا میری بات سنتے نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے مدرسہ کا آغاز توکل علی اللہ کے بجائے توکل علی الاغیار سے ہو۔

مالیاتی نظام میں حیرت انگیز احتیاط

مدرسہ میں آنے والی رقوم اور ان کے خرچ کے سلسلہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی احتیاط کوشی جس کی نظیر اس زمانے میں کسی بڑے یا چھوٹے مدرسہ یا دینی ادارہ میں نہیں ملتی' حاجی محمد یعقوب صاحب کالیہ مرحوم خازن مدرسہ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ہدایت دی تھی کہ بنیادی طور پر مدرسہ کے دو فنڈ اور بینک میں دو علیحدہ علیحدہ اکاؤنٹ ہونے چاہئیں ایک زکوٰۃ فنڈ' دوسرا غیر زکوٰۃ کا امدادی فنڈ اور دونوں فنڈ ایک دوسرے سے علیحدہ

علیحدہ اس طرح رکھے جائیں کہ خلط ہونے کا امکان باقی نہ رہے اور دونوں قسم کی رقوم حسب ذیل طریقے پر خرچ کی جائیں۔

غیر زکوٰۃ فنڈ جس میں زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ فطر' نذر' کفارات اور دیگر صدقات واجبہ کی رقمیں بھی جمع کی جاتیں' اس فنڈ کے متعلق تو یہ ہدایت تھی کہ زکوٰۃ کا روپیہ صرف مستحق طلبہ کو خورد و نوش اور عام ضروریات کیلئے مقررہ مقدار میں وظیفہ کے نام سے نقد دست بدست دیا جائے' طلبہ مدرسہ سے ماہوار وظیفہ لے کر خوراک کی مقررہ قیمت مطبخ کے منتظم کے پاس جمع کرادیں مدرسہ صرف اس کی نگرانی کرے۔ اس کے علاوہ اس فنڈ سے طلبہ کی دوسری ضروریات' پوشاک یا موسم سرما میں لحاف اور دوا علاج وغیرہ کا انتظام کیا جائے۔

دوسری مدامدادی رقوم صرف اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں یا درسی ضروری کتابیں خریدنے پر خرچ کی جائیں اور اس میں بھی آپ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اس سے تعمیرات' غیر درسی کتب' بجلی کے پنکھے وغیرہ عمومی ضروریات پر خرچ نہیں فرماتے' بلکہ تعمیرات اور عمومی ضروریات مدرسہ کیلئے صرف اسی ضرورت کے نام سے جو رقوم آتیں وہ ان میں صرف کی جاتیں۔

غیبی نصرت

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ غیر ملکی طلباء کی ضروریات کے پیش نظر فوری طور سے وسطانی حصہ کی دوسری منزل کے دارالاقامہ کا مسئلہ درپیش تھا اور تعمیری فنڈ میں رقم موجود نہ تھی اور لاگت کا تخمینہ پونے تین لاکھ تھا اسی دوران حضرت مولانا کے احباب میں سے ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور ان کے ساتھ ایک اور اجنبی صاحب بھی تھے۔ باتوں باتوں میں تذکرہ ہوا' دوسرے روز وہ اجنبی صاحب صبح صبح دولت کدہ پر تشریف لاتے ہیں' دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

بھائی خالد احمد بنوری دروازہ پر جاکر دیکھتے ہیں اور آکر بتاتے ہیں کہ ایک غریب قسم کا آدمی کھڑا ہے اور ملنا چاہتا ہے۔ حضرت مولانا نے اندر آنے کیلئے فرمایا تو ان صاحب نے پتلون کی جیب میں سے نکال کر 65 ہزار روپیہ تعمیری فنڈ میں دیا اور دوسرے روز مزید رقم لانے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دوسرے روز سوا دو لاکھ کی رقم خدمت میں پیش کی اور اس طرح

دارالاقامہ کی تعمیر کی فوری ضرورت اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی اس کے بعد تو ان صاحب کو حضرت مولانا کے ساتھ ایسی والہانہ عقیدت پیدا ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

دو باتوں کا یقین

چنانچہ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں دو باتوں پر کامل یقین ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے ایک تو یہ کہ مال و دولت کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور دوسرا یہ کہ اولاد آدم کے قلوب بھی اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر ہم اخلاص کے ساتھ صحیح کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ بندوں کے قلوب خود بخود ہماری طرف متوجہ کر کے اپنے خزانوں سے ہماری مدد کرے گا ہمیں کسی انسان کی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا جو ضرورت ہمیں پیش آتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے اور مانگتے ہیں، وہ ایسی جگہ سے ہماری ضرورت کو پورا کرتا ہے جہاں ہمارا گمان بھی نہیں ہوتا پھر ہم کیوں کسی انسان کے سامنے ہاتھ پھیلائیں یا خوشامد کریں۔

مالیات کے اصول

ایک اور عجیب و غریب اصول یہ بھی تھا کہ مدرسہ کے مالیاتی فنڈ میں مہمانوں کیلئے کوئی کھاتہ نہ تھا مہمانوں کے مصارف حضرت خود ادا فرماتے اور اسی طرح ڈاک کا خرچہ بھی کبھی مدرسہ سے نہیں لیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے یہ سب راستے بند کر دیئے ہیں اسی طرح متفرقات اور کرایہ آمد و رفت کی بھی کوئی مد نہ تھی۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا ایک پیسہ بھی ان مدات میں خرچ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان ناموں سے مدرسہ میں کوئی مد ہی نہیں۔ کرایہ آمد و رفت کی سبیل رکھی تھی کہ جب بھی مدرسہ کی کسی ضرورت سے کہیں جانا ہوتا تو اپنا کوئی نہ کوئی ذاتی کام اسی کے ذائل میں نکال لیتے اور اپنے کام کو اصلی اور مدرسہ کے کام کو ضمنی بنا کر اپنی جیب خاص سے کرایہ ادا کرتے۔ اسی لئے حضرت والا نے مدرسہ کی کوئی کار نہیں خریدی کہ کار کی قیمت پٹرول کی قیمت ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ کا بار مدرسہ پر پڑے گا اور اپنے یا دوسروں کے استعمال میں بے احتیاطی ہونا ناگزیر ہے اس سے بچنا ناممکن ہے حالانکہ اگر حضرت علیہ

الرحمۃ چاہتے تو ایک اشارہ پر بیسیوں گاڑیاں مدرسے کیلئے مل سکتی تھیں۔

بعض مخلصین نے مدرسہ کیلئے گاڑی دینے کی پیش کش کی تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے منظور نہیں فرمایا بسا اوقات بعض احباب اصرار کرتے اور مختلف عنوانات سے اس کی ضرورت اور اہمیت ثابت کرتے تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہنس کر فرماتے یہ جتنی ٹیکسیاں بازاروں میں چل رہی ہیں اور ہر وقت مہیا ہیں' ہماری ہی تو ہیں جب چاہو بلالو ٹیکسی حاضر ہے پھر ہمیں مدرسہ کیلئے گاڑی خرید کر آخرت کی مسئولیت اپنے ذمہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ گاڑی بھی مفت اور ڈرائیور بھی مفت ملے۔

چنانچہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کی اس خواہش کو بھی پورا فرمادیا تھا کہ بعض مخلصین ضرورت کے وقت اپنی گاڑی لاکر خود ڈرائیوری کے فرائض انجام دیتے اور حضرت کی اس خدمت کو اپنے لئے انتہائی سعادت محسوس کیا کرتے تھے۔

حق تعالیٰ نے حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو اس قدر عظیم حوصلہ اور عالی ظرف عطا فرمایا تھا اور شہرت و نام و نمود سے کس قدر متنفر بنایا تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب آپ کے سامنے اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہوا تو کس قدر سکون و اطمینان سے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی طرف نسبت کرنے سے خوش ہوتا ہے تو کرنے دو ہم نے تو جو کچھ کیا ہے اللہ کیلئے کیا ہے۔

سبحان اللہ! کس قدر عظیم ہے یہ بے نفسی اور کس قدر عظیم ہے یہ عالی ظرفی اور کس قدر عظیم ہے یہ خلوص کہ شہرت و نام و نمود کے شائبہ سے بھی پاک ہے اور کس قدر عظیم ہے یہ للّٰہیت اور تعلق مع اللہ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ کو مہتمم یا صدر مدرس' یا شیخ الحدیث کہا یا لکھا جائے۔

فرمایا کرتے تھے کہ واللہ میں نے یہ مدرسہ اس لئے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں جلال میں آکر فرماتے' اس تصور پر لعنت' پھر فرماتے کہ اگر کوئی مدرسہ کے اہتمام اور بخاری شریف پڑھنے کا کام اپنے ذمہ لے لے تو مجھے خوشی ہوگی اور میں ایک عام خادم کی طرح سے مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کروں گا۔ (بینات علامہ بنوری نمبر)

اصاغر نوازی

ایک مرتبہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم (مہتمم دارالعلوم کراچی) ڈھاکہ میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ تھے، مولانا بھی تشریف فرما تھے، مولانا نے خود بھائی صاحب سے فرمایا کہ چلو تمہیں چاٹگام کی سیر کرالاؤں۔ چنانچہ والد صاحبؒ سے اجازت لے کر مولانا اور بھائی صاحب ڈھاکہ سے چاٹگام روانہ ہوگئے، ریل میں جگہ تنگ تھی، اور ایک ہی آدمی کے لیٹنے کی گنجائش تھی۔ مولانا نے بھائی صاحب کو لیٹنے کا حکم دیا، لیکن بھائی صاحب نہ مانے، تو انہیں زبردستی لٹادیا، اور خود ان کی ٹانگوں کو اس زور سے پکڑ کر ان کے پاؤں کی طرف لیٹ گئے کہ وہ اٹھ نہ سکیں، اپنے ایک شاگرد کے ساتھ یہ معاملہ وہی شخص کرسکتا ہے جسے اللہ نے حقیقی تواضع کے مقام بلند سے سرفراز کیا ہو۔

تبلیغ واصول تبلیغ

بعض حضرات نے حضرت بنوری رحمہ اللہ سے فرمائش کی تھی کہ وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں، مولاناؒ نے ریڈیو پر خطاب کرنے کو تو قبول کرلیا تھا، لیکن ٹیلی ویژن پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی دوران غیر رسمی طور پر یہ گفتگو بھی آئی تھی کہ فلموں کو مخرب اخلاق عناصر سے پاک کر کے تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مولاناؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا:

اس سلسلہ میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغ دین کے لئے جتنے جائز ذرائع ووسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم

اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اور آداب تبلیغ کو پس پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آداب تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنادیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنالیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی (فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذات خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے، لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت کو قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ ودل اس کے لئے فرش راہ ہیں، لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے لئے تیار نہ ہو اسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں، اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لئے استعمال کریں گے کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے گا، اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی، اس طرح ہم تبلیغ کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے۔"

یہ کونسل میں مولاناؒ کی آخری تقریر تھی، اور غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے مولاناؒ کی آخری وصیت تھی جو لوح دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔ (نقوش رفتگاں)

خداداد صلاحیت

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کے علاوہ اور بھی دو چار علماء حضرات "منبر ومحراب کانفرنس" میں شرکت کرنے کیلئے ریاض (سعودی عرب) گئے تھے۔ وہاں بہت بڑا اسٹیج بنا تھا اور سٹیج پر

شاہ فیصل وہاں کے کچھ اہل علم ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے علماء کو نیچے عوامی نشستوں پر جگہ دی گئی تھی۔ یہ حضرات حیران تھے کہ ہمیں بھی دعوت نامہ دے کر بلایا گیا ہے اور یہاں جگہ دی ہے تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں جب علم کا موقع آئے گا تو ہم لوگ سب سے آگے ہونگے۔ وہاں ایک مسئلہ سجدہ تعظیم کا چل پڑا تو وہاں کے تمام اہل علم ڈاکٹروں نے تقریر کی کہ یہ کفر ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا کہ آپ حضرات تیار ہو جائیں ہمیں اس مسئلہ کا رد کرنا ہے تو حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ جوان تھے اور حضرتؒ کا حافظہ بھی غضب کا تھا اور عربی مادر زاد تھی حضرتؒ نے کہا کہ میں تیار ہوں۔ چنانچہ ان حضرات نے سٹیج پر ایک پرچی بھیجی کہ یہ مسئلہ اب تک غلط بیان ہو رہا ہے اور ہمیں موقع دیا جائے۔ جب یہ پرچی سٹیج پر پہنچی تو شاہ فیصلؒ نے پوچھا کہ یہ حضرات کہاں بیٹھے ہیں تو کہا گیا کہ نیچے نشستوں پر تو شاہ فیصلؒ غصہ ہو گئے اور کہا کہ علماء کو تو نیچے بٹھایا ہے اور جاہلوں کو سٹیج پر اور فوراً ان حضرات کو اوپر سٹیج پر بلایا۔ حضرت مولانا بنوریؒ نے تقریر فرمائی۔ یہ وہ مجلس تھی جس میں حضرتؒ نے تمام دنیا کو اور خاص طور پر عربوں کو اپنی عربی کا لوہا منوایا۔ رحمۃ اللہ علیہم رحمۃً واسعۃً۔ (ماہنامہ الحسن کراچی)

حضرت بنوری رحمہ اللہ بحیثیت مہتمم

مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا، طلبہ کی راحت و آرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بہترین مطبخ، کھانے پینے کی عمدہ اشیاء عمدہ و صاف ستھری جگہ، ٹھنڈے پانی کے کولر، صاف ستھرے کشادہ، روشن اور آرام دہ کمرے، دوا علاج کے مصارف، ماہانہ وظیفہ الگ، صبح ناشتہ کا خصوصی انتظام، غرضیکہ اپنے بچوں سے زیادہ طلبہ کا خیال رکھنا یہ سب کچھ ان کی توجہ عنایت اور طلبہ سے محبت کا بہترین نمونہ ہے۔

اخلاص و توکل اللہ تعالیٰ نے اتنا اعلیٰ عطا فرمایا تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی سفیر،

جلسہ اشتہار واعلان کی ضرورت نہیں جس کا مدرسہ ہے وہ خود چلائے گا' چنانچہ مخلص حضرات خود آ کر چندہ دے جاتے تھے۔ کوئی سفر تھا نہ اپیل حتی کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ بعض مرتبہ تو زکوٰۃ دینے والوں سے یہ فرمادیا کرتے تھے کہ ہمارا سال بھر کا انتظام ہو چکا ہے آپ کسی دوسرے مدرسہ کو دے دیں۔ بعض مرتبہ خود لے کر کسی دوسرے مدرسہ کو دے دیتے' کتنے مدرسے ایسے تھے جن کی امداد خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ نہ حکومت سے مدد لیتے نہ اوقاف سے نہ ہی کسی اور سرکاری وغیر سرکاری ادارہ سے' بھروسہ تھا تو صرف خدا کی ذات پر وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے وہ دلوں کو اس طرح پھیر دیتا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ لوگ پیسے دے رہے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ استغناء سے واپس فرمارہے ہیں کہ ہمیں زکوٰۃ کی ضرورت نہیں یہ بھی کوئی پیسہ ہے۔ تمہارا ہم پر احسان نہیں کہ زکوٰۃ دے رہے ہو بلکہ ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہم تمہارے پیسے قبول کرتے ہیں اور صحیح جگہ پر لگاتے ہیں' کسی سے فرماتے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ اس وقت قبول کریں گے جب کہ اتنی ہی مقدار میں غیر زکوٰۃ کا پیسہ دو' جب وہ صاحب حامی بھر لیتے تو قبول کر لیتے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مدرسہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مدرسین حضرات کی تنخواہ اس فنڈ سے دی جاتی ہے جس میں صرف عطیات' تبرعات کا پیسہ ہو' زکوٰۃ وصدقات' تنخواہوں میں قطعاً نہیں دیئے جاتے۔

۲۔ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے اموال صرف طلباء کے وظائف میں لگائے جاتے ہیں تنخواہ کیلئے اس مد سے قرض تک نہیں لیا جاتا نہ حیلہ تملیک کر کے کسی دوسرے مصرف میں لگایا جاتا ہے۔

۳۔ ہر ضرورت کی چیز اس کے خاص فنڈ سے خریدی جاتی ہے اگر تعمیر کی ضرورت ہے تو اس کے نام سے پیسہ آنا چاہئے اور وہ صرف اسی پر خرچ ہوگا' کتابیں خریدنا ہیں تو کتابوں کی خرید کے نام سے پیسہ آتا ہے تو اس سے کتابیں خریدی جاتی ہیں اگر دریاں' قالین' پنکھے وغیرہ خریدنا ہیں تو اس کے نام سے قوم پیسہ دیتی ہے اور یہ چیزیں خریدی جاتی ہیں غرضیکہ جس نام سے جو پیسہ لیا جاتا ہے۔ وہ اسی جگہ پر خرچ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پیسہ تعمیر کے نام سے لیا جائے اور اس سے کتابیں خرید لی جائیں یا کتابوں کے نام سے پیسہ حاصل کر کے اس سے پنکھے خریدے جائیں۔ مثال کے طور پر جب دار التصنیف بنا تو ایک صاحب نے اس کیلئے

قالین دے دیا' دوسرے صاحب نے الماریاں بنوادیں۔ ایک صاحب نے گھڑی خرید دی۔ جب نیا دفتر مدیر بنا تو اس کیلئے ایک صاحب نے قالین خرید دیا۔ دوسرے صاحب نے گھڑی لگا دی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا کام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدرسہ ہے' اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح چلاتا ہے اور اسی طرح چلاتا رہے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کرلیں اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بھی اخلاص سے اس مدرسہ کی خدمت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی' حقیقت یہی ہے کہ "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" ہمارے شیخ قدس سرہ اللہ کے ہو گئے تھے۔ اللہ ان کا ہو گیا تھا اور سارے کام اس طرح چل رہے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ شروع سے آخر تک اپنے اس اصول پر سختی کے ساتھ قائم رہے اور آئندہ آنیوالی نسلوں کیلئے روشن مثال چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت شیخ قدس سرہ میں تواضع بے انتہا تھی نام نمود اور شہرت سے بہت متنفر تھے باوجود اس کے کہ مدرسہ کیلئے ساری بھاگ دوڑ خود کی' خون پسینہ ایک کیا' بانی' مہتمم' مدیر و شیخ الحدیث سب کچھ خود ہی تھے لیکن کبھی یہ نہ پسند کیا کہ ان میں سے کسی ایک نام سے انہیں پکارا جائے بلکہ اس سے بچنے کیلئے کسی دوسرے کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اس اخلاص' تواضع اور للّٰہیت کا صلہ دن دونی رات چوگنی کی صورت میں روز بروز دے رہے تھے۔ آپ کے اسی اخلاص' اسی تواضع اور اسی للّٰہیت کا ثمرہ آج دنیا کے سامنے' مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی شاندار عمارت کی شکل میں ہے جو چند سال پہلے ویرانہ تھا۔ (بینات علامہ بنوری نمبر)

حضرت بنوری رحمہ اللہ کا انداز تربیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کی پہلی یاد جو اس ناکارہ کے ذہن وحافظہ پر نقش ہے وہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر حضرت کی تشریف آوری تھی۔ یہ ناکارہ خیر المدارس کا طالب علم تھا۔ حضرت جلسہ پر تشریف لائے، آپ

کے ساتھ آپ کے مدرسہ کے ایک مصری استاذ بھی تھے، حضرت تقریر کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو مصری استاذ کو بھی اپنے برابر کرسی پر بٹھالیا اور تقریر سے پہلے حضرت اپنے اس رفیق کی مدح وستائش کرنے لگے، سامعین حضرت کے تعریفی کلمات سے متعجب تھے کیونکہ مصری علماء کی طرح یہ صاحب بھی بے ریش تھے۔ غالباً حضرت نے سامعین کے چہروں میں حیرت واستعجاب کے خطوط پڑھ لئے، اس لئے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ حضرات ان کی ظاہری شکل کو نہ دیکھیں، ان کا باطن بہت خوب ہے، بہت عمدہ ہے، بہت اچھا ہے، آپ حضرات دعا کریں کہ میرا باطن ان جیسا ہوجائے اور ان کا ظاہر مجھ جیسا ہوجائے۔''

اور پھر اپنے اس رفیق کی طرف متوجہ ہو کر عربی میں فرمایا کہ شیخ! میں نے حاضرین سے یہ دعا کرنے کی فرمائش کی ہے۔ یہ سن کر وہ مصری عالم کھڑے ہوئے اور عربی میں کہا کہ ''تمام حاضرین گواہ رہیں کہ آج سے میرا ظاہر شیخ بنوری جیسا ہوگا۔''

حضرتؒ نے جب ان کے عربی فقروں کا ترجمہ کیا تو سامعین عش عش کر اٹھے، اس وقت ان کی مسرت وشادمانی لائق دید تھی۔ حضرت کی تواضع اور ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انداز کا یہ پہلا نقش تھا جو اس ناکارہ کے ذہن پر مرتسم ہوا اور آپ کی یہ ادا ایک مثال تھی جو اہل علم کے لئے لائق تقلید ہے۔ (واقعات ومشاہدات)

محمد یوسف بنوریؒ کے مولا میرا یہ کام کردے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک بار حضرت بنوری رحمہ اللہ نے بہت ہی شفیقانہ انداز میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں اور فرمایا ''میں تم کو (مولانا محمد یوسف لدھیانوی) اور مفتی ولی حسن کو اپنے مدرسہ کا مدار سمجھتا ہوں'' اور پھر ایسی نصیحتیں فرمائیں جس طرح شفیق باپ اپنے بیٹے کو وصیت کررہا ہو، اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے والد ماجد حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ذکر فرمایا جو امام بخاریؒ نے باب برکة مال الغازی حینا و میتا میں روایت کیا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے صاحبزادے کو قرضوں کے ادا کرنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا۔

''بیٹا! اگر اس کی کسی چیز سے عاجز آ جاؤ اور وسائل ساتھ نہ دیں تو اس کے لئے میرے مولا سے مدد لینا۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھا کہ میرے مولا سے ان کی کیا مراد ہے؟ اس لئے میں نے عرض کیا۔

یا ابہ! من مولاک قال: اللہ ''ابا جان آپ کے مولا کون ہیں؟'' فرمایا: اللہ تعالیٰ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے قرض کی ادائیگی میں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو میں کہتا یا ''**مولی الزبیر اقرض عنہ دینہ**''

''اے زبیر کے مولا قرضہ ادا کر دیجئے۔'' (صحیح بخاری، ص۴۴۱، ج۱)

اس واقعہ کو ذکر کر کے میرے حضرت بنوریؒ نے مجھ سے فرمایا: تمہیں جب بھی کوئی مشکل پیش آئے، میرے مولا سے مدد لینا اور یہ کہنا اے محمد یوسف بنوریؒ کے مولا میرا یہ کام کر دے!

یہ میرے حضرت کا خاص عطیہ تھا جو حضرت نے اس خاص انبساط کی حالت میں فرمایا اور الحمدللہ حضرت کا نسخہ کیمیا بہت سے مشکل مواقع میں کام آیا۔ (واقعات ومشاہدات)

جماعت چھوٹ جانے پر رونے کا واقعہ

ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عصر کی جماعت رہ گئی، کیونکہ معتقدین بڑا ہجوم کرتے ہیں، اور پھر ماشاء اللہ جمعہ کے دن تو کیا ہی کہنے؟ غالباً کسی دکان کا افتتاح تھا، حضرت کو لے کر گئے، حضرت نے فرمایا بھائی جمعہ کی عصر کی جماعت اپنی مسجد میں پڑھتا ہوں، میری عصر کی نماز جماعت سے نہ رہ جائے، انہوں نے کہا کہ نہیں جی! ہم پہنچائیں گے، لے جاتے وقت تو لوگ بہت مستعد ہوتے ہیں، اپنے کام کا خیال ہوتا ہے، دوسرے کا خیال نہیں ہوتا، حضرت بنوریؒ جب واپس پہنچے تو نماز ہو چکی تھی، اس پر حضرت بڑا روئے، اس دن میں نے حضرت کو خوب روتے ہوئے دیکھا، بہت روئے اور فرمانے لگے کہ ہمارے پاس اصل تو ہے نہیں، نقل ہے، نماز تو ہمیں پڑھنی آتی نہیں، بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کر لیتے ہیں، یہ نقل بھی ہمارے پاس نہ رہے تو پھر ہمارے پاس کیا رہا؟ (واقعات ومشاہدات)

علامہ بنوری رحمہ اللہ کی دینی حمیت

مولانا لطف اللہ پشاوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ سکندر مرزا کے زمانہ میں پاکستان میں مغرب زدہ لوگوں کا طوطی بولتا تھا۔ حکومت کے ارباب حل وعقد پر بھی ہمیشہ اسی طبقہ کا اثر رہا' ان لوگوں کو یہ تکلیف تھی کہ حکومت جو بھی تجدد پسندانہ نئی حکمت عملی تجویز کرے' اس کیلئے صرف علماء کا طبقہ سنگ راہ بن جاتا ہے۔ مولانا نورالحق صاحب سابق ڈین اسلامیہ کالج پشاور نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سابق صدر ایوب خان نے مجھ سے کہا کہ:

تیونس' مراکش' مصر' شام کسی جگہ بھی علماء حکومت کے خلاف دم نہیں مار سکتے' محکمہ اوقاف نے سب کو باندھ رکھا ہے۔ ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ حکومت کچھ کرتی ہے تو کراچی سے پشاور تک علماء اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دیتے ہیں اور ملک میں ایک ہل چل پیدا ہو جاتی ہے۔ تم مصر جاؤ اور وہاں جا کر جائزہ لو کہ حکومت مصر نے کس ترتیب سے علماء کو باندھ رکھا ہے پاکستان میں بھی علماء کو پابند کرنے کیلئے ایک منصوبہ تیار کرو۔

بریگیڈئیر گلزار احمد صاحب نے بھی میرے سامنے اسی قسم کے خیالات صدر ایوب سے نقل کئے تھے۔

چنانچہ ڈین صاحب مصر گئے اور واپسی پر صدر ایوب کے سامنے تمام مساجد اور مدارس عربیہ کو حکومت کی تحویل میں لینے کا نسخہ کیمیا تجویز کیا۔ صدر ایوب نے جب اس منصوبے پر عمل درآمد کیلئے تمام مدارس عربیہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تو ڈین صاحب نے ان سے کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں۔ ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم مدارس کو حکومت کے قبضے میں لے لیں تو مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جیسے علماء مدارس کے بجائے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ عرب ممالک میں تو عوام کو مدارس کیلئے چندہ دینے کی عادت نہیں مگر پاکستان میں ایسے علماء ہیں کہ انہوں نے مساجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تو عوام اور مخلصین ان کو بغیر رسید کے چندے دیں گے اور مسجدوں میں پھر سے نئے آزاد مدرسے قائم ہو جائیں گے حکومت کے سرکاری مدارس میں تو دینی علوم پڑھنے کیلئے کوئی نہ آئے گا اس طرح ہمارا یہ منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

صدر ایوب نے ڈین صاحب کو مدارس عربیہ کیلئے نیا نصاب تعلیم بنانے کا حکم دیا۔ ڈین صاحب بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی تشریف لائے۔ حیدر آباد یونیورسٹی کے داؤد پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے ڈین صاحب نے مفتی محمد شفیع مرحوم اور مولانا بنوری مرحوم سے ملاقات کی اور انہیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا۔ بنوری نے ان کی پوری وعظ وتقریر سن کر فرمایا۔

مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم کون بنائے گا؟ حدیث' تفسیر اور فقہ کے نصاب مرتب کرنے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟

نصاب علماء راسخین ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے۔

ڈین صاحب بولے وہ علماء راسخین کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا

یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے' آپ کون آئے نصاب بنانے والے۔ اس گفتگو سے یہ لوگ سخت خفیف ہوئے اور اس نئے نسخے کا ارادہ بھی ترک کر دیا۔

سودی نظام کے خلاف کاوش

انہی مغربی سامراج کے پروروں نے لادینی عناصر کے ساتھ مل کر ایک اور اسکیم بنائی وہ یہ کہ مختلف ممالک اسلامیہ سے علماء کو جمع کر کے ایک مجلس مباحثہ (کلوکیم) منعقد کی جائے ان کا خیال تھا کہ پاکستان کے علماء تنگ نظری اور قدامت پسندی میں مبتلا ہیں اور مصر وشام وغیرہ کے علماء آزاد خیال اور تجدد پسند ہیں۔ یہاں کے علماء کا دین سب سے مختلف ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں وہ بینک کے سود کو حرام سمجھتے ہیں خواتین کی حیاء وعصمت کی حفاظت کیلئے پردہ کے حامی ہیں اور داڑھی نہیں منڈاتے بلکہ اسے اسلام کا شعار مردانہ چہرے کی زینت اور سنت نبوی سمجھتے ہیں۔ ملاحدہ نے حکومت کو یقین دلایا تھا کہ اس مجلس مباحثہ سے قدامت پسند طبقہ کو شفقت ہوگی اور مصر وشام کے علماء یہاں کے مولویوں کو تجدید پسندی کا درس دیں گے۔

چنانچہ مصر سے شیخ مصطفیٰ زرقاء' معروف دوالیبی' ابوزہرہ (جو اسکندریہ لاء کالج کے دور حیات ابوحنیفہ' حیات مالک' حیات شافعی' حیات ابن حنبل' حیات ابن حزم وغیرہ تھے اور اصول فقہ کے بہت بڑے عالم اور رومن قانون کے بھی ماہر تھے۔ ایک فصیح وبلیغ مصری عالم

مہدی علام اور ازہر کے کئی اور جید علماء کو بھی دعوت دی گئی پاکستان سے مولانا بنوری مفتی محمد شفیع اور مسٹر غلام احمد پرویز کو مدعو کیا گیا۔ مصر و شام کے مندوبین کراچی اترے اور مولانا بنوری کے مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن میں تشریف لائے' مولانا کی عبقری شخصیت سے پہلے بھی متعارف تھے۔ مگر یہاں آ کر مولانا کے علم سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ مولانا نے ان کے سامنے اس مجلس مباحثہ کے اغراض و مقاصد کو بے نقاب کیا اور ان تمام مسائل میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ یہ حضرات کراچی سے لاہور پہنچے تو مولانا کے خیالات کی تائید کی ازہر کے علماء نے واشگاف کہا کہ اسلام میں سود کی کوئی گنجائش نہیں پرویز وغیرہ کو اسلام میں رخنہ اندازی کی جرأت نہ ہوئی حکومت پاکستان کو بھی معلوم ہو گیا کہ ان مسائل میں دنیا بھر کے علماء کے خیالات و معتقدات یکساں ہیں۔ اس کلوکیم سے دین اسلام اور علمائے دین کو فائدہ پہنچا۔ ملاحدہ کی لادینی اسکیم ناکام ہو گئی اور وہ خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔ (بینات علامہ بنوری نمبر)

مسبب الاسباب پر نظر

مولانا قاری عبدالحق صاحب حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

اساتذہ کرام کے وظائف کی ادائیگی کیلئے اگر غیر زکوٰۃ فنڈ کی رقم موجود نہ ہوتی تو زکوٰۃ کی رقم سے حیلہ کر کے وظائف ادا کرنے کی کبھی اجازت مرحمت نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ اساتذہ کرام کے وظائف ادا کرنے کیلئے غیر زکوٰۃ کی رقم موجود نہ تھی' حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اساتذہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم سب ایک منزل کے مسافر ہیں اور ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اپنی اپنی طاقت اور اخلاص کے ساتھ اس کشتی کو منزل مقصود تک لے کر چلنا ہے' آپ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارا کوئی افسر ہے اور ہم اس کے ماتحت ہیں' ہمارے مدرسے کی بنیاد صرف تقویٰ اور اخلاص پر قائم ہے۔ اس وقت مدرسے کے حالات مالی اعتبار سے دگرگوں ہیں۔ اگر آپ حضرات میں سے کسی استاد کیلئے یہ حالت ناقابل برداشت ہو تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے کہ وہ اپنا کوئی دوسرا انتظام فرما لے۔

حضرت مولانا کے اس ارشاد کے بعد تمام اساتذہ کرام نے بالاتفاق یہ عرض کیا کہ حضرت ہماری کوئی حالت بھی ہو ہم ان شاء اللہ ثابت قدم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور جناب والا بھی ہمارے حق میں استقامت کی دعا فرمائیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت آبدیدہ ہوئے اور حضرت نے دعا فرمائی بحمد للہ تعالیٰ یہ مشکل بہت جلد آسان ہوگئی۔ (بینات علامہ بنوری نمبر)

نسبت کے اثرات

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ ایک عمرے کے سفر میں حضرت لاہوریؒ کی جماعت کے پولیس آفیسر ڈی ایس پی مکۃ المکرمہ میں جمع ہوگئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کہتے ہیں کہ مجھے بڑی غیرت آئی کہ میں شیخ الحدیث کہلاتا ہوں ہزاروں علماء کا استاد ہوں۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا شاگرد ہوں اور عمرے کے سفر پہ عبادت کے سفر پہ آیا ہوں اور عبادت میں ایک غیر مولوی غیر استاذ ایک عام آدمی مجھ سے آگے نکل جائے یہ تو بڑی بری بات ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کہتے ہیں جب میں بستر میں ہی تھا تو میرے اندر کے نفس نے کہا یوسف تو نے آج اپنے ہمسائے کو شکست دے دی۔ اس لئے کہ تیرا الارم بول گیا ہے تجھ میں اٹھنے کی ہمت بھی ہے۔ اللہ نے توفیق بھی دے دی ہے آج تو بحمد اللہ علماء کی جو عزت ہے وہ بچ گئی ہے اور میں مولویوں کا نمائندہ ہو کے اس دنیا دار سے پہلے اٹھ گیا ہوں چنانچہ حضرت بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ان صاحب کا کمبل بستر پڑا تھا اور مجھے یقین ہوگیا کہ وہ سو رہے ہیں کہ جب میں غسل خانے میں گیا تو غسل خانہ گیلا تھا جیسے آدھ پون گھنٹہ پہلے کسی نے استعمال کیا ہو کہا کہ جیسے ہی میں واپس آیا تو وہ صاحب کمرے کے باہر سے چائے کے دو گلاس اٹھائے آرہے ہیں اور مجھے چائے پیش کی اور سلام کے سوا کچھ نہ کہا اور خود نفلوں میں لگ گئے۔ مولانا کہنے لگے نفلوں سے فارغ ہو کر ہم مسجد چلے گئے اشراق تک رہے پھر ہم نے طواف کئے۔ چاشت پڑھ کر جو ہم اپنی آرام گاہ پر

واپس آئے میرا غصہ اپنی انتہا کو تھا کہ اس شخص نے مجھے شکست دینے کا ایسا پختہ انتظام کر رکھا ہے' ہاں میں یہ بتانا بھول گیا' اس کمبل میں کون تھا؟

مولانا نے کہا آپ چائے لینے گئے تھے تو یہ آپ کی جگہ سو کون رہا تھا۔ کہا کہ میں ابھی رات کو حرم کی طرف گیا تھا تو یہ ایک بوڑھا حبشی تھا' اس کو سردی لگ رہی تھی میں اس کو لے آیا کہ کھانا بھی کھا لے اور میری جگہ آرام کر لے تو مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور اس سے کہا یہ تو بتا تجھے اتنا سخت جاں کس نے بنایا ہے' کہا مولانا احمد علی لاہوریؒ نے' تو مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہا ہائے دنیا نے تو احمد علی لاہوریؒ کو پہچانا ہے اور ہم طبقہ علماء نے احمد علیؒ کی قدر نہ کی' تو عرض ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں جب آدمی بنتا ہے تو اس کی بڑی عجیب صورت ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۳ خدام الدین ۲۱ جنوری ۲۰۰۰) (بینات علامہ بنوری نمبر و تحفۃ المدارس)

مختصر سوانح

حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری رحمہ اللہ نے حضرت جی کی سوانح ''تذکرہ امیر تبلیغ'' کے نام سے لکھی ہے جس میں سے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کا ایک مکتوب گرامی مختصراً پیش کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پوری زندگی کا اجمالی خاکہ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں''۔

عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جمادی الاول ۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء سہ شنبہ کو ہوئی' ۲ جمادی الثانی دوشنبہ کو عقیقہ ہوا تھا' اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں ؎

کان مملو کی فاضحی مالکی ان هذا من اعاجیب الزمن

ابتدا میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا' داماد تھا' زیر تربیت تھا' وہ میری نالائقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کی بہ نسبت اس نا کارہ سے بہت ڈرتا تھا' چچا جان کے احکام کو پدرانہ ناز کی وجہ سے اور بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا' لیکن اس نا کارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو نہ ٹالتا تھا' چچا جان کو بسا اوقات یہ ارشاد فرمانا پڑتا تھا' یوسف سے فلاں کام لینا ہے تمہارے کہنے سے جلدی کر دے گا۔

دہلی کے احباب کا چچا جان پر بہت اصرار ہوا کرتا تھا کہ صاحبزادہ سلمہ کو خاندان کی ہر شادی بیاہ میں ضرور ساتھ لائیں' مگر مرحوم (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا' کہ اس کو یہ حرج بہت نا گوار ہوتا' بسا اوقات اس کی نوبت آتی کہ ان اوقات میں اگر اس نا کارہ کا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے میں یہ وعدہ لے لیتا' ''بھائی جی خلاف جگہ جانے کو نہ کہیں'' چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے ''یوسف کو بھی ساتھ لے

لیجیو! تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے' کہ میں نہ کہوں۔

اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہنچ گیا' اور یہ ناکارہ زمین پر ہی پڑا رہا' اور اس کی بلندی کو دیکھتا رہا چچا جان کے وصال کے بعد ہی اس نے ایک پرواز کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے اور ہر ہر بات پر اس کا خوب مشاہدہ ہوتا اس کے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا' حضرت مدنی قدس سرہ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی' اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا' اور وہ بڑھتا ہی رہا اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار و تجلیات کا ظہور ہوا' کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ ثمرہ ہو۔

ان ہی چیزوں کا یہ اثر ہوا کہ جو اس ناکارہ نے شروع شعر میں ظاہر کیا کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا اس کے اصرار پر مجھے مخالفت دشوار ہوگئی' اسی کا اثر تھا کہ گذشتہ سال اپنی انتہائی معذوریوں' مجبوریوں' امراض کی شدت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی' اور جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا اور کہا میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے یہ کہا خوب دیکھ رہا ہوں' مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں' اخیر میں اللہ جل شانہ نے اپنے لطف و کرم کی وہ بارش فرمائی کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں' اس قسم کی چیزیں نہ لکھنی آتی ہیں اور نہ لکھنے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت جی کی علمی محنت

امانی الاحبار: یہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب ''شرح معانی الآثار'' کی عربی شرح ہے' جس کے متعلق حضرت جی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''جب میں گزشتہ زمانہ میں کتب درسیہ میں

مشغول تھا تو میری عادت یہ تھی کسی کتاب کو حواشی وفوائد لکھنے کے لئے منتخب کر لیتا تھا' تا کہ اوقات درس کے علاوہ میرے اوقات مصروف ومشغول رہیں' یہاں تک کہ کتب حدیث کی نوبت آئی' تو میں نے شرح کے لئے کتاب معانی الآ ثار کو اختیار کیا۔''

کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حدیث میں حنفی مسلک میں یہ نہایت عمدہ کتاب ہے' میں نے سیدی وسندی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سے سنا ہے کہ شرح معانی الآ ثار از امام طحاوی' حدیث کے فن میں ہائی کورٹ کا درجہ رکھتی ہے' ایسی عظیم الشان کتاب کی شرح بھی اتنی ہی شاندار ہونی چاہیے' سو الحمدللہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے اس کا حق ادا کر دیا۔

(الحمدللہ یہ کتاب ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے)

حضرت جی کی وفات

یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو آپ بغرض علاج لاہور تشریف لے آئے۔ ہر وقت زبان پر ربی اللہ ربی اللہ کا ورد رہتا۔ چیک اپ کیلئے لے جاتے وقت راستے میں فرمایا کہ ہسپتال کتنی دور ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آدھا فاصلہ باقی ہے۔ اس کے بعد آواز پست ہوگئی کلمہ طیبہ کا ورد برابر جاری رہا۔ اتنے میں آواز لڑکھڑانے لگی آنکھیں پتھرا گئیں اور چند لمحوں میں روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ بالآخر ۲۱ برس سے اللہ کی راہ میں کھپنے والی جان ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سوگئی۔

برد اللہ مضجعہ وجعل الجنۃ مثواہُ (خطبات حضرت جی)

حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

کتابِ ہدایت

سارا قرآن پڑھ جاؤ۔ قرآن ہدایت ہے۔ یہ ہے ہدایت کی کتاب، اس کے اندر جو بتلایا ہے اگر وہ تمہارے دل میں آ گیا تو ہدایت مل گئی اور اگر نہیں آیا تو نہیں ملی ہدایت، قرآن پاک میں اول تو اقوال کے ذریعہ سب کچھ اعمال میں بتلایا ہے۔ اقوال کے ذریعہ یہ بتلایا کہ مال سے چیزیں نہیں ملتیں۔ چیزوں سے حفاظت نہیں ہوتی۔ چیزوں سے عزت نہیں ملتی۔ خداوند قدوس زندگی بناتے ہیں وہی بگاڑتے ہیں۔ حفاظت وہی کرتے ہیں، مطمئن وہی کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے اقوال مبارکہ کے اندر پوری کی پوری کامیابیاں جو چیزوں میں نظر آتی ہیں وہ عمل میں بتلا رکھی ہیں۔ پورے قرآن کے اندر اول سے آخر تک خدا کا اعمال پر زندگیوں کا بنانا، اعمال کی خرابی پر زندگیوں کا بگاڑنا، اس کی خوشخبریاں دھمکیاں ہیں۔ تاریخ ایسی سنائی۔ اکثریت تھی، عمل خراب تھے۔ زندگی بگاڑ دی۔ صنعت والوں کے عمل خراب تھے، صنعت والوں کو ختم کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے عمل اچھے تھے، ہم نے ان کی زندگی کو کامیاب بنا دیا۔ نمرود کی حکومت کی زندگی کو کس طرح بگاڑا، عمل خراب ہیں، اس لئے ہم نے ان کی زندگی کو بگاڑ دیا، ناکام کر دیا۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک ساری تاریخ بیان کی ہے، قرآن میں ہے کہ عمل سے کامیابی

ہوگی، چیزوں سے کامیابی نہ ہوگی۔ جب وہ عمل ہوں گے جن سے ناکامی آتی ہے، ملک ومال کے چاہے کتنے بڑے نقشے بن جائیں ناکامی ہوگی۔

ہدایت کیسے ملے گی

ہدایت حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی، ایک محنت مال کی، ایک محنت ہدایت کی، جہاں دو کا مقابلہ پڑ جائے ہدایت والی محنت کرلے مال والی محنت کو چھوڑ دے، جو بات قرآن میں ہے وہ ہمارے دل میں آرہی، جیسے دوا انجکشن میں ہے تو تو کیسے تندرست ہو جائے گا۔ طاقت انجکشن میں ہے تو تو کیسے طاقتور ہو جائے گا۔ تو تو طاقتور جب ہوگا جب انجکشن کی تکلیف اٹھائے گا۔ چارپائی پر پڑا پڑا کہہ رہا ہے ہزار انجکشن ہیں میرے پاس۔ قرآن میں ہدایت ہے تو ہماری زندگی کیسے بن جائے۔ ہماری زندگی جب بنے گی جب ہدایت ہمارے اندر آجائے، انجکشن کی تکلیف ہو، ہٹ جائے تو دوائی اندر نہ جائے گی، اسی طرح ہدایت کی محنت میں تکلیف ہو بھاگ جائے تو ہدایت نہ ملے گی۔

عمل اور چیزوں میں فرق

عمل منتقل ہوسکتا ہے۔ آنکھ پر کبھی کسٹم نہیں لگا، چیزوں میں بہت سا حصہ وہ ہے جو آپ لے جا نہیں سکتے۔ ۷۵ روپے لے جاسکتے ہو باقی نہیں لے جاسکتے۔ آپ اپنے عملوں کو اگر لے جانا چاہیں تو پورے کے پورے بلا کسٹم لے جائیں گے۔ ہر ملک کے اندر اپنا انصاف، اپنی غرباء پروری، عمل کے ذریعہ کامیاب بنا سیکھ جائے تو انسان جہاں جائے مزے کی زندگی گزارے گا۔ شہروں میں ہوگا، جنگل میں ہوگا کامیاب ہوگا۔ قبر میں، برزخ میں، حشر میں کامیاب ہوگا۔ زبان لے کر جارہا ہے تو زبان کی گالیاں بھی اور ذکر بھی لے جائے گا۔ عمل کو جتنا بنا سکتا ہے اتنا کسی اور چیز کو نہیں بنا سکتا۔ اور عمل کو لے کر جتنا پھر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز کو لے کر نہیں پھر سکتا۔

آپ نے محنت کا رخ موڑ دیا

عمل پر زندگی بنتی ہے بغیر چیزوں کے، عمل کی خرابی سے زندگی بگڑتی ہے چیزوں کے اندر حرص قارون کو دھنسا کر دکھلا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ دنیائے انسانیت کی محنت کو موڑنے کے لئے آپ تشریف لائے۔ ساری دنیا کے انسانوں کو عمل کی طرف موڑنے کے لئے تشریف لائے۔ اسی کے لئے مسجدیں بنائی گئیں ،جن کے درخت سوکھ گئے یہ مسجدیں اسی عمل کی محنت کے لئے بنی تھیں۔ جتنے قسم کے آدمی دنیا میں بستے ہوں سب کے لئے ایک آواز تھی۔ اللہ اکبر۔

نماز معاشرت کی کسوٹی ہے

ٹوپیوں کے لئے ایک قالب بناتے ہیں۔ اسی پر منڈھتے ہیں، یہ نماز قالب ہے۔ ۲۴ گھنٹے کو اس پر اتارلو، گھریلو زندگی کو نماز پر اتارلو، گھریلو زندگی نماز پر آجائے گی، کھڑے ہونے میں، جھکنے میں، دیکھنے میں، بولنے میں حکم پورا کرو۔ میرا خدا میری ضرورت پوری کرے گا، یہی معاشرت میں لے کر جاؤ، میرا خدا مجھے اپنے حکم سے کامیاب کردے گا۔ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ میرا کوئی مطمع نظر نہیں۔ یہی یقین یہی اخلاص لے جاؤ۔ پابندیاں پڑھنی ہوں تو قرآن حدیث پڑھ لو۔ موٹی موٹی باتیں پڑھنی ہوں تو فقہ کی کتاب پڑھ لو۔ حکموں کے پورے کرنے پر جو کامیابی آئے گی ایک انڈین یونین نہیں روس امریکہ بھی اس کامیابی کو روک نہیں سکتے۔ جو حکم پورا کرنے پر کامیابی آرہی ہے۔ اب بتاؤ زیادہ اہمیت کس کی ہوئی، مال کمانا، مکان بنانا اہم نہیں ہے۔ سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ہمارا استعمال حکموں والا بن جائے چیزوں والا نہ رہے۔ اسی واسطے آواز لگتی ہے۔ چیزوں کو بار بار چھڑواتے ہیں، زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے، ان چیزوں میں نہیں ہے۔ مال کو چھوڑ کر آرہا ہے حکم پورا کرنے کے لئے، نیند آرہی ہے، لیٹتا نہیں کہ حکم نہ ٹوٹ جائے۔ حکموں سے چوبیس گھنٹے کی زندگی بھری پڑی ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں، بولنے میں احکامات، یہ

آدمی ظلم کا بول بول رہا ہے۔ اس کی حمایت مت کرو، ہٹ جاؤ، دنیا جو چاہے چیخے پکارے، وہ سنو کہ اللہ کی آواز کیا ہے۔ وہ بولو جو اللہ کا حکم ہے، ایک ہی کی سنیں گے، ایک ہی کی بولیں گے، جب ہم بھی حکموں پر آ جائیں، وہ بھی حکموں پر آ جائیں تو ساری انسانیت مل کر برباد نہیں کر سکتی، پھر دنیا کو آواز دے سکتے ہو، ایسا کوئی حصار تیار نہیں کر سکے جو موجودہ حالات سے ملکوں کو بچالے۔ تمہاری زندگی پر خدا کی طرف سے تیار ہوگا، کمانا اہم نہیں ہے۔ حکم پر چلنا سیکھنا اہم ہے۔ مسجد میں آؤ، حکم کا یقین سیکھو، مسجد میں آؤ، مولوی صاحب سناؤ تو سہی اللہ کی صفات کا بیان۔ اللہ اکبر، اللہ اتنے بڑے ہیں یہ کون صاحب؟ وزیر اعظم، صدر صاحب، اصل میں کیا ہیں، منی کا قطرہ ہیں۔ اتنا بڑا ہے؟ پھول کر ہو گیا اور کیا ہے؟ اور خون ہے، پاخانہ، پیشاب، ناپاک۔ اسی میں کہہ دیا کسی نے اللہ اکبر، اسی لائن کی بڑائی آئے گی، بیٹھ کر قرآن وحدیث سنو گے تو پتہ چلے گا کہ کون کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ مسجد میں بیٹھ کر سنو گے تو اللہ کی بڑائی آئے گی۔ دو بول بڑائی کے بولے۔ اللہ اکبر، یہ کاروالا بہت بڑا ہے۔ ایک طرف اللہ کی بڑائی کر لی، ایک طرف کوٹھی پر جا کر ہاتھ جوڑ لئے۔ آپ آنسو سے زمین کو تر کر دیتے ہٹتے نہیں میں نہیں جانتا، آپ بڑے ہیں، آپ کرنے والے ہیں۔

جنت، جہنم، تقدیر پڑھ لو، دنیا کا نظام پڑھ لو، تب پتہ چلے گا کہ اللہ کتنے بڑے ہیں۔

جو لفظ خدا نے اپنے لئے تجویز کئے تھے وہ منی کے قطرہ کے لئے بولے جا رہے ہیں۔

پڑھو۔ پڑھو۔ میں پڑھا ہوا نہیں بھینچ رہے ہیں، ملکوتی مناسبت پیدا کی جا رہی ہے۔ مسجد میں آ کر خدا کی بڑائی سنو۔ خدا کو جانتے نہیں۔ جو خدا کو جتنا جانے گا اتنا اس کی عجیب حالت ہوگی۔ میں اور جبرئیل علیہ السلام چلے، میں جبرئیلؑ سے پوچھوں اور وہ بول کر نہ دیں۔ بہت ان کے اوپر بوجھ۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ اسی سے میں نے پہچانی جبرئیل کی اپنے اوپر فضیلت۔ گویا مجھے بھی وہاں بولنا نہ چاہئے تھا خدا کی عظمت وادب وجلال کی وجہ سے، جب پورا اللہ کے بارے میں جو قرآن وحدیث سنو گے تو بجھی آگ میں شعلے ابھرنے شروع ہوں گے۔ پھر تمہیں راستہ دکھائی دے گا۔ اس بات کو سننا، کون کرتا ہے کسی سے نہیں ہوتا، تمہاری دعوت چلے گی۔ ایمان کی باتیں، ایمان کی مجلس، علم کے حلقے چلیں گے۔ اللہ کا ذکر چلے گا۔ چابی بھر کر موٹر

ریل چلے ہے۔ چابی ختم ہوئی، وہ رک گئی۔ بالکل ہماری نماز ایسی ہے بچپن سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ سوچ سمجھ کر نہیں کہ اس پر دنیا کے مسئلے حل ہوں گے۔ آدمی اللہ کی بڑائی کا سننے والا، خدا کی قدرت کا سننے والا بنے گا۔ آنکھ کھلے گی۔ آج عدالتوں کی کارخانوں کی بڑائی ہے۔ ان کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں۔ آج تو کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہو۔ یقین بنا کر، نماز کو جان کر، نماز کو سیکھ کر، خدا کا دھیان بنا کر پڑھو نماز، پھر دیکھو نماز سے کیا ہوگا۔

اس زمانہ میں نماز کی صورت تو ہے۔ اللہ نے نماز تو دی بعد میں، اپنی بڑائی کا علم پہلے دیا۔ اللہ کی قدرت کی تعلیم، اللہ کے احکامات کو پورا کرنے کی تعلیم، نماز سے پہلے کی جو چیزیں ہیں ان کو چھوڑ کر نماز پڑھتے تو یوں ہی کہے گا کہ نماز سے کیا ہو۔ خدا کی عظمت وجلال، خدا کے دھیان سے خالی ہو کر نماز سے کیا ہوگا۔ محمدؐ کے لائے ہوئے ظاہر و باطن کے اصولوں پر آ جائے تو خالی نماز نہیں۔ ایمان والی، علم والی، اللہ کے دھیان والی نماز ہے۔ اب کوئی کہے کہ خالی نماز سے کیا ہوگا، جب اس نماز پر ہاتھ ڈالیں گے تو ہاتھ ڈالنے والا برباد ہوگا۔

نماز کے لئے تین چیزیں ہیں۔ یقینوں کو بدلنے کے لئے محنت کرنا۔ اسی بڑائی کا استحضار کیجئے جو آپ نے سن کر سمجھی ہے۔ بسم اللہ کچھ اور چیز ہوئی۔ بہت بڑی طاقت ہوگی تمہارا اللہ اکبر کہنا۔ اب ہم پورا یقین کرتے ہیں کہ خدا پالتا ہے۔ میں نماز پڑھتا ہوں۔ نماز پڑھ کر مانگوں گا تو دے گا۔ یہ راستہ نبیوں کے ساتھ ختم نہیں ہوا۔ ہمارے نبیؐ کی سیادت ہی یہی ہے کہ وہ جو راستہ کامیابی کا نبیوںؑ والا تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادموں کو وہ راستہ دے کر گئے۔ نبیوںؑ کے ساتھ بھی یہ نہ ہوا کہ ادھر نبوت ملی ادھر نماز پڑھی، ادھر مدد آ گئی نہیں، پہلے محنت کرائی گئی۔ اللہ اکبر کو سمجھ کر کہو، یہ سمجھو گے کس پر؟ اس تعلیم کے سلسلہ پر سمجھو گے جو مسجد میں بیٹھ کر کرو گے۔ سب کی طرف رجوع ختم، ایک کی طرف رجوع پیدا ہو گیا۔ اب آگے قدم بڑھایئے۔ کمائی میں ایمان لے جاؤ، کمانے سے نہیں ملتا۔ خدا کا کہنا ماننے سے ملتا ہے۔ خدا کا کہا مانوں گا، خدا حکم ماننے پر دیں گے، علم لے جاؤ، دیانت کے ساتھ، امانت کے ساتھ، سچائی کے ساتھ کماؤ۔ نماز اعمال کا مجموعہ ہے۔ کمائی بھی اعمال کا مجموعہ ہے۔ احکامات والی تعلیم، خدا کا دھیان لے جاؤ، ان

سارے عملوں پر آ کر یہ یقین کرو ان عملوں پر خدا اپنی قدرت سے کامیاب کریں گے۔ اب اس یقین کو گھر پر لے جاؤ، خدا کا کہنا مانوں گا تو بڑا مزا آئے گا۔ زندگی بڑی بلند بنے گی، کامیاب ہوگی، یوں آئے گی بات کہ فلانے کپڑے میں بڑا مزا آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تفصیل کو سیکھ کر پیسہ لگا۔ تیری نماز گھر پر چل گئی۔ تیری نماز کمائی میں چل گئی۔ جس طرح خدا نماز میں راضی تھے، خدا اسی طرح اب تجھ سے کمائی میں گھر میں راضی ہیں۔ معاشرت کی قسمیں بنتی نہیں۔ کوئی اپنے وطن کے، کوئی اپنی قوم کے، کوئی اپنی زبان کے، تم کسی کے نہیں اور تم سب کے ہو، کیونکہ تم اللہ کے ہو۔ جس قوم کا بھی بھوکا ننگا ہو، حتیٰ کہ جس مذہب کا بھی ہو، جس ملک کا بھی ہو، انسانی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں جس کو بھوکا دیکھو اس کو روٹی دو، جس کو حاجت ہے، جو بھی آ پڑا، اس کو ہاتھ سے پکڑ کر سنبھالو۔ تم خدا کے بن کر آئے ہو، خدا کی مخلوق کے نفع کے لئے آئے ہو۔

یقین کو نماز پر لے آؤ

اس کی مشق؛ سب سے پہلی مشق نماز یقین کو نماز پر لے جاؤ۔ نماز پڑھ کر اللہ سے جو مانگوں گا میرے اللہ دیں گے۔ وہ یقین لے جاؤ عمل کا۔ سب ملک کے مال کے کمائی کے نقشوں سے یقین ہٹا دو۔ نماز پڑھ کر مانگنے سے تخت سلیمان ملا تھا۔ مجھے بھی مل جائے گا جو میں مانگوں گا۔ نماز پڑھ کر اگر میں نے دعا مانگ لی کہ وزیر اعظم کو مار دے تو آج ہی مرے گا۔ اجتماعی انفرادی خلوت جلوت کے سارے مسئلوں کا یقین نماز سے ہو جائے گا۔ نماز ہی ہے اصل۔ یہ عمل اصل ہے۔ اس کو اصل بناؤ یقین بدلو علم حاصل کرو۔ وہ نماز کونسی ہے جس نماز کے پڑھنے کے بعد مانگنے سے تم کو روٹی ملے گی۔ اس کی تکبیر کیسی ہوگی۔ تیرا نماز پڑھنے کا ذہن نہیں اس لئے تیرے سارے اجزاء بگڑے ہوئے ہیں۔ نماز تو اس دن انسان بنانے کی محنت کرے گا جس دن اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ نماز سے پرورش ہوگی۔ اعلان ہو رہا ہے کہ دری ناپاک ہے نماز نہیں ہوگی۔ اسی پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان احمقوں کے ذہن میں یہ ہے کہ زمیندارے سے پلیں گے۔ فوجوں کے ہاتھ میں جو ایک جنگی نقشہ ہے اس سے نہیں ہوگی ان کی کامیابی نماز سے

کامیاب ہوں گے۔ یقین کا موڑ' یقین بناؤ نماز پڑھ کر خدا سے مانگوں گا خدا دیں گے۔ ایمان کی بات سن کر ایمان کی دعوت دوں گا۔ علم کے حلقے میں بیٹھوں گا ذکر خدا کروں گا میری نماز اچھی ہوگی۔ مال سے پلنے کا یقین نکالو۔ سارے کام جب ہی ہوں گے جب میری نماز بڑھیا ہو جائے۔ اپنی کمائیوں کو' گھریلو نقشوں کو چھوڑ چھوڑ کر جتنا ایمان کی مجلسوں میں بیٹھو گے۔

جو کچھ بنایا ہے ملنے کو کس طرح ملے گا۔ اس طرح ملے گا اس طرح کی تشریحات مسائل ہیں اور جو کچھ ملے گا وہ فضائل ہیں۔

اللہ کا دھیان بناؤ

بن دیکھے دھیان جمانا' عدالت والے اللہ کے ہاتھ میں ہیں یہ خود نہیں لکھتے۔ اللہ جو چاہیں گے ان کے قلم سے لکھا جائے گا۔ ان کا دھیان دیکھ کر بھی نہ آئے۔ خدا کا دھیان بن دیکھے آ جائے۔ یہ اتنی بڑی کمائی ہے کہ ملکوں کو تمام نقشوں کو بدلوا دے گی ایک دن بھوک پیاس' گھر کا کوئی مسئلہ آیا اگر تم نہیں کماتے تو طے کر لو کسی سے کہنا نہیں ہے۔

محبت اور مشقت سیکھو

بیج ڈال کر آئے' کیا اسی روز کھیتی ہو جائے۔ ہوتے ہوتے ہوگی۔ سیٹھ صاحب آ گئے۔ کیوں آئے فاقے سے' گھر کی تکلیفوں سے محبت کر' کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا۔ اڑا رہے گا۔ راضی بہ رضا رہے گا بھوک سے تکلیفوں سے دل لگائے گا۔ نبی کو فاقے میں جھانکا۔ فاقوں میں خدیجہؓ حفصہؓ نظر آئیں۔ تو نے فاقوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ کو جھانکا۔ حسنؓ حسینؓ کو جھانکا۔ جو محبوب سے ملا دے وہ محبوب ہوا کرتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز ملائے گی وہ محبوب ہے۔ مبغوض نہیں ہے۔ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تو تکلیفیں آئی تھیں۔ یہ تکلیفیں نبیوںؑ کی جھلکیاں ہیں۔ جو تکلیف آئی تو ایک دم خوش ہو گیا۔ باغ باغ ہو گیا۔ اگر تو نے لوگوں سے حال ظاہر کیا تو چار کوڑیاں ملیں گی خزانوں کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اب مال آنا شروع ہوا۔ جیسی زندگی تھی اب بھی وہی رکھی۔ فاقوں سے محبت رکھتا ہے۔ مال خدا کی جگہ پر خرچ کرتا ہے۔ خدا کے خزانے تیرے ہوں گے۔ جو ہاتھ اٹھا کر مانگے گا مل جائے گا۔

ناحق کا ساتھ نہ دو

تمہارا ایمان سلب کرلیا جائیگا۔ نمازوں کی جان نکل جائے گی۔ خدا کی قسم تمہاری نمازوں کا نور سلب کرلیا جائیگا۔ اگر حق وناحق کی تحقیق کئے بغیر کسی کا ساتھ دیا۔ ناحق کا ساتھ دیا۔

مسجد کا دین سیکھو

بھائی دوستو! دیکھو ہمیں دین نہیں آتا۔ دین سیکھنے نکلتے ہیں۔

سب سے پہلے مسجد کا دین سیکھنا ہے۔ مسجد کا دین کیا ہے۔ اس میں دنیا کی باتیں نہ ہوں۔ اس میں صرف اللہ کی اللہ کے رسول کی، آخرت کی باتیں ہوں۔ ایمان کی باتوں کے لئے سیکھنے سکھانے کے لئے۔ آخرت کی باتوں کے لئے تعلیموں کے حلقوں کے لئے۔ اللہ کے ذکر کے لئے مسجد ہے۔ بازار کے دکانوں کے زمینوں کے، کھیتوں کے تذکروں کے لئے نہیں ہے۔ حرام حلال بتا سکتے ہو جو دنیا کی باتیں کرے اس نے مسجد کا دین توڑ دیا۔ جو مسجد کا دین توڑ دے گا باہر کیسے دیندار بنے گا۔ زور سے بات نہ کرے۔ آواز دیکر کسی کو باہر سے نہ بلائے۔ کوئی چیز مسجد سے باہر کھوئی جائے مسجد میں آکر اس کا اعلان نہ کرے۔ اگر اعلان کروگے مسجد میں بے دین کہلاؤ گے۔ مسجد کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کے لئے نہیں ہے۔ مسجد اعمال صالحہ کو تلاش کرنے کے لئے ہے۔ ہم راستہ بھول گئے دنیاداری کے ملک و مال کے چکر میں بھول گئے۔ اب باوجودیکہ تبلیغ میں نکلے ہوئے ایمان کی دین کی بات کہہ کرلا رہے ہیں۔ جب یہاں جڑ کر نہ بیٹھے تو پھر اور کہاں جڑ کر بیٹھے گا۔ ایک دفعہ سن لینے پر اس کے کرنے پر لگ جاؤ جو کہا جائے۔ جب کہا جائے تسبیح پڑھنی ہے تو سب تسبیح پڑھنے میں لگ جاؤ۔ دوبارہ نہ کہا جائے۔ اگر یہ مزاج بن گیا تو کسی دن دین کو پالو گے اور اگر یہ مزاج نہ بنا تو شاید بے دین مر جاؤ گے۔

نماز

مولوی صاحب انسان صورت کی طرف مائل ہوا کرے ہے کوئی صورت بھی تو بتاؤ۔

اچھا بھئی صورت بھی لے لو نماز۔ نماز پڑھ اور اللہ سے مانگ۔ کلمہ والا یقین دل میں ہو اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق تیری ہو جائے نماز کلمہ نماز سیکھ اب سارے مسئلوں کے واسطے نماز ہے۔ روٹی کامیابی مقدمہ کی چاہئے تو نماز پڑھ کر اللہ سے مانگ۔ وکیل کے پاس نہ جا نماز پڑھ اللہ سے مانگ۔ یہ صورت تھی جو نوح علیہ السلام نے اختیار کی۔ کلمہ کی محنت کی اور کلمہ کا یقین دل میں آیا۔ بہت کچھ تکلیفیں ہوئیں لیکن ان کے بعد کلمہ آ گیا۔ اب دعا مانگی کہ اللہ انہوں نے بہت ستایا اب تو انہیں تو ختم کر اور ہم کو باقی رکھ۔ اب اللہ نے آسمان کو بھی ایسا کر دیا کہ اس طرح پانی نکل رہا تھا جیسے پرنالوں سے نکلتا ہے اور زمین سے بھی اسی طرح پانی نکل رہا ہے جیسے سمندر سے نکلتا ہے یہ تھا کلمہ نماز کا کمال۔ سارے احمق آج جس کی توہین کر رہے ہیں جہاں جاؤ کہ مولوی صاحب صرف کلمہ نماز کی بات کر رہے ہو کچھ اور بھی تو ہونا چاہئے اس احمق اور احمق نشین کو کیا معلوم اس نے کبھی سجدہ تو کیا نہیں۔ ان سب کا جواب اس کے ذمہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کا قائل ہے اور جواب یہ ہے کہ ہم کرا کر دکھائیں۔ تمہیں دکانوں اور کھیتوں کی لگ رہی ہے۔

نماز اللہ کا ولی بناتی ہے

یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء علیہم السلام کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ تمہیں بتاؤ کیسے توہین ہو رہی ہے یہاں عرس ہوا وزیر کو بلایا اور خوش ہو رہے ہیں کہ صاحب ہماری مجلس میں زینت ہوگئی۔ میرے عزیز ایک مجلس میں گدھا آنے سے رونق گھٹتی ہے بڑھتی نہیں ایک انسان' دل میں کلمہ نہیں' اللہ کے یہاں پاخانہ سے بھی زیادہ پلید ہے۔ اس وزیر کو بٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ بزرگ کی مجلس کی زینت بڑھ گئی۔ میرے عزیز! یہ تو اولیاءؒ کی توہین ہے۔ کلمہ نماز کی توہین سارے اولیاءؒ کی توہین ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کلمہ نماز نے ابوبکرؓ بنایا ہے۔ معین الدین چشتیؒ کو کلمہ نے خواجہ معین الدین چشتیؒ بنایا ہے۔ یہ تو منی کے قطرے تھے۔ ہم تو جب جانتے کہ یہ کلمہ نماز نہ سیکھتے اور پھر بن کر دکھاتے ولی۔ تو بھی کیا ہم تم سے کس نے کہہ دیا ہے کہ شیطان بنو ولی نہ بنو۔ ولایت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ولی بنانے والی ہے۔

کلمہ نماز کا فائدہ

ساری شکلوں کو لات مارو اور لا الہ الا اللہ کی شکلوں سے لینا طے کرلو اور اللہ سے کہو کہ اللہ وہی نماز سکھا جو حضرت ابوبکرؓ اور اولیاءؒ کو سکھائی تھی۔ جب کلمہ نماز نہ ہوگا تو ڈوبنے سے کیسے بچے گا اگر آج ملک میں جنگ چھڑ جائے بم پڑنے لگ جائیں تو بتا کہ ملک و مال سے خالی کیسے بچے گا۔ امریکہ اور روس آج جو خدا بنے بیٹھے ہیں جب وہ ان آگوں سے نہیں بچ سکتا جو ملک سے لگے گی تو اسے ان کے پرستاران کے پوجنے والے تو کیسے بچے گا خالی ملک و مال سے۔ اگر تو یہ نہیں جانتا کہ کلمہ نماز سے سب کچھ ہو جائے گا تو تو کچھ نہیں جانتا۔ میرے عزیز کلمہ نماز کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن ملک و مال کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے یوں بتا کہ تو مر گیا تو ملک و مال سے کیا ہوگا۔ کلمہ نماز سے تو قبر کے عذاب سے بچ جائے گا یا نہیں۔ جہنم سے بچ جائے گا یا نہیں۔ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ کلمہ نماز سے کیا ہو تو کہیں کل اللہ بھی یوں نہ کہہ دیں کہ تو ہی کہا کرتا تھا کہ کلمہ نماز سے کیا ہو جا دوزخ میں جا تیرے کلمہ نماز سے واقعی کچھ نہیں ہوتا پہلے کلمہ نماز سیکھ لے۔

نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر لانے کی شرائط

اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر لاؤ اس کے لئے پانچ باتیں شرط ہیں۔ پہلی بات یقین ہے۔ امریکہ و روس انڈین یونین میں جو کچھ پھیلا ہوا ہے اس کا یقین ختم ہوگا۔ وہی ہوگا جو ہم خدا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کے بعد مانگ لیں گے۔ امریکہ یا روس یا ہند یا بلاد یورپ جو چاہیں گے وہ نہ ہوگا۔ نیت خاص ہو باوجودیکہ جو ہم کہیں گے وہی ہوگا لیکن اس کے ہونے کے لئے نماز نہیں ہے بلکہ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے نماز ہو۔ جس کا میں ہوں میں تو اسی کو راضی کروں گا یہ غلام بنا ہے لینے کے واسطے کرنا تو غلام بنا نہیں بلکہ چاپلوسی اور لالچ کے ہے اگر کسی امیر کی خدمت امیر کو راضی کرنے کے لئے کی تو امیر اس فقیر کو دوست بنا لے گا۔ اس کی خوب عزت کرے گا۔ اپنے ساتھ بٹھائے گا اور کھلائے گا اور اگر امیر کی خدمت کچھ لینے کے واسطے کی تو پھر نہ عزت ہوگی نہ کچھ

اکرام ملے گا۔ لا الٰہ الا اللہ ساری نیتوں کی بھی نفی ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ کسی اور کا دھیان نہ ہو۔ صرف خدا کا ہی دھیان ہو پوری نماز میں شروع سے آخر تک اللہ کا ہی دھیان آوے کسی اور کا نہ آوے۔ اللہ کا دھیان آئے یا جس کے دھیان میں لانے کا خدا نے حکم دیا ہو۔ جیسے دوزخ یا جنت کا دھیان یا قبر حشر کا دھیان۔ ان کا دھیان خدا کے دھیان کے منافی نہیں ہے۔ اللہ سے ہوگا۔ میری ترکیب وترتیب سے نہ ہوگا۔ اور میری نماز اور دعا پر خدا کریں گے اگر وہ اس سے راضی ہوگئے چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ نماز علم پر پوری اترے۔ یہاں باطنی علم چاہئے خارجی نہیں خارجی علم کتاب کے اندر کا ہے۔ باطنی علم سینہ کے اندر کا ہے۔ جیسے طواف کرتے ہوئے کتاب میں سے پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ یہ خارجی علم ہے ایک عبادت وہ ہے جس میں غیر کو باطناً چھوڑنا شرط ہے خارجاً نہیں۔ ایک عبادت وہ ہے جس میں غیر کو باطناً خارجاً چھوڑنا پڑتا ہے۔ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر آیا پھر اندر سے باہر آیا۔ اسی وجہ سے جبرئیلؑ نے آکر آپ کو تین بار خوب بھینچا۔ اس سے براہ راست قرآن کو اندر اتارا گیا۔ کتاب میں لکھ کر قرآن نہ دیدیا۔ اقرا کے معنی یہ ہوں کہ کتاب میں سے دیکھ کر پڑھو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لحاظ سے پڑھا نہیں ہے۔ اقرا کا سب سے پہلا حکم ہے۔ اس حکم کو ۱۳ سال مکہ میں پورا کیا۔ پھر صلح حدیبیہ تک کے ۶ سال مدینہ کے مزید گزرے۔ ۱۹ سال تک اس اقرا کو پورا کرتے رہے۔ لیکن صلح میں ''رسول اللہ'' کا لفظ نہ پڑھنا جانتے تھے۔ قیامت کو آواز ہی یہ لگے گی نبی امی اس مقام محمود پر آجاویں۔ پوچھا جاوے گا امی نبی تو بہت نبی ہیں۔ کون سے نبی امی؟ پھر پکار ہوگی کہ نبی امی ہاشمی ابطحی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آویں گے۔ جبرئیلؑ کے دبانے سے سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر آگیا۔ اب جو لفظ نکلتے وہ اندر کی مایہ سے نکلتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے یزید بن بابنوس نے پوچھا کہ اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے؟ کہا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ قرآن ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں۔

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

قرآن اور خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر کر لیا تھا۔ ارے تمام عبادتوں کو ہم کتابیں دیکھتے ہوئے کر سکتے ہیں لیکن نماز میں کسی کتاب کو نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ ورنہ نماز احناف کے ہاں ٹوٹ جاوے گی۔ دوسروں کے ہاں غیر پڑھنے سے بھی ٹوٹ جاوے گی۔ اب علم مسائل وفضائل کا لو۔

دعا کی قبولیت

ان پانچ باتوں پر نماز لانے کی محنت کی تو اسی محنت سے ہی دعا قبول ہونے لگے گی۔ پہلی دعا ہوگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے خدا مجھے نماز کے راستہ سے ہی کامیاب کر دے۔ انبیاءؑ کی طرح میرے مسائل نماز سے حل کر دے۔ اِهْدِنَا کے معنی ہیں بَلِّغنا ہمیں پہنچا۔

غزوۂ احزاب

چونکہ نماز سے مسائل کے حل کا رواج نہیں رہا ہے اس وجہ سے لوگ کہہ دیتے ہیں خالی نماز سے کیا ہوتا ہے ورنہ سارے قبائل واحزاب چڑھ آئے تھے۔ یہودی باہر والوں سے ملے ہوئے تھے۔ بدر سے بھی زیادہ خوف تھا۔ سردی خوب کپڑا نہیں۔ بھوک خوب کھانا نہیں۔ خوف اعداء خوب' ہتھیار نہیں۔ منافقین اجازت لے کر آتے رہے سو کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ رات کو باہر نکلے اور فرمایا کچھ ہونے والا ہے۔ جو خبر لاوے گا میرا ساتھی جنت میں ہووے گا۔ اس زبردست خوش خبری پر بھی کوئی نہ اٹھا۔ تو نام لینا شروع کر دیے حذیفہؓ کا نام لیا تو حذیفہؓ اور نیچے ہو گئے۔ طبیعت آمادہ ہی نہ تھی۔ خوف تھا۔ اس وجہ سے زبردستی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماننی ہی پڑی۔ بدر میں تو بچوں کے عزائم قوت محرکہ ابوجہل کے مارنے کے تھے۔ یہاں بہادر گھبرا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا ان میں گھس جا۔ کچھ مت کرنا۔ چلے تو ساری سردی ختم۔ سارا خوف ختم۔ جا

کر دیکھا تو زبردست ہوا۔ خیمے اکھڑنے لگے۔ دیگیں الٹنے لگیں۔ ابوسفیان نے آواز لگائی سب جمع ہو جاویں۔ اس میں حذیفہؓ بھی جا پہنچے۔ ابوسفیان نے کہا کہ دیکھو کوئی دشمن کا آدمی تو ہے نہیں؟ حذیفہؓ نے دونوں طرف والوں سے خود ہی نام پوچھے اور اس طرح سے ان کا نام نہ پوچھا گیا اللہ کی شان۔ ہوا دودھاری تلوار تھی۔ صحابہؓ کی طرف جا کر خنکی کے ساتھ نیند لاوے۔ اور صحابہؓ کے مخالفین کی طرف جا کر وہی ہوا سخت تیز بن کر مصیبت لا رہی ہے۔ اللہ کا حکم مان لینے سے قوت ضعف سے ضعف قوت سے بدلتا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے تو عزم واپسی کا کر لیا ہے۔ بنو قریظہ نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ کھانا ختم ہو رہا ہے۔ میں تو جا رہا ہوں۔ بس جو رعب اس اکثریت کا اس اقلیت کے دل میں تھا اب اس کا عکس ہو گیا۔ وہ ہوا جو مسلمانوں کو میٹھی نیند سلا دے وہی ہوا یہاں بہادروں تک کے پاؤں اکھیڑ رہی ہے۔ حذیفہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے تیر نکال کر واپس کر دیا اور دشمن کو قتل نہ کیا۔ واپسی میں ۲۰ گھوڑے سوار فرشتے ملے۔ واپسی میں دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ بدر میں بھی نماز تھی یہاں بھی نماز ہے۔ وہاں قتال ہے یہاں نہیں۔ نماز ہر جگہ ہو گی۔ آگے کیا صورت اختیار کریں اسے خدا ہی منکشف کریں گے۔

نماز کو بنانے کے پانچ طریقے

نماز کو پانچ طریقوں سے بنانے کی محنت سے دعا قبول ہوتی ہے۔ اب سب سے پہلے نور خدا ہی خدا سے مانگو۔ نور علیٰ نور۔ نورھم یسعی بین ایدیھم الخ اسی نور سے دنیا میں ہر مصیبت و ہر حاجت میں اعمال کی طرف رہا۔ اسی نور کی روشنی میں قیامت کے دن چلے گا۔ جیسے کائنات کی چیزیں دیکھنے کے لئے سورج کی روشنی ہے ایسے ہی ابدی اعمال کو دیکھنے کے لئے خدا نے ابدی روشنی قلب مسلم کو دی ہے۔ عارضی کائنات کے لئے خدا نے عارضی روشنی مفتا مفتی میں دیدی۔ باہر گلی میں پانی حکومت نے مفت میں لگا دیا لیکن اپنے گھر میں لینا چاہتے ہو تو کچھ دینا ہو گا۔ ایسے ہی باہر کا نور مفت لیکن اندر کا نور محنت سے ملے گا۔ نور ملے گا تو کسی گورنر و سلطان زمانہ کی وجہ سے نماز یا کسی عمل میں تاخیر نہ کرے گا۔

جلدی شادی ختم کرو۔ میں تعلیم کے حلقہ میں جاؤں اس محنت سے ہم اعمال کے راستہ پر پڑیں گے پھر ہم اپنی مخصوص لائن حکومت تجارت مزدوری ڈاکٹری کے اعمال کو حاصل کر سکیں گے۔ سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ کیونکہ اس میں خلق سے بالکلیہ نکلنا ہے۔ حج و صوم کی جان نماز ہی ہے۔ نماز ہدایت کا نور لینے کے لئے ہے جس سے آپ اعمال پر پڑیں گے اور آپ متقی بن جاویں گے پھر سارے مسائل دعا سے حل ہوویں گے۔

خلقِ خدا کی خدمت کرنے والے بنو

اس محنت میں جب آدمی لگے تو خلق خدا سے لینے کی بجائے ان کو دینے والا بنے۔ خدا سے بہت سوں کا لینا چاہتے ہو تو بہت سوں کو دینے لگو۔ اللہ سے لے کر لاکھوں کی زندگی بناؤ۔ تمہاری زندگی تو آخرت میں جنت میں بنے گی۔ یہاں کی عزت ذلت میں ہے۔ یہاں کی بڑائی و بلندی پستی اور تواضع میں ہے سب تجھ سے اچھے ہیں۔ میں سب سے برا۔ اذلۃ علی المؤمنین ہم بن جاویں تو امریکہ روس ہند کے یہود و نصاریٰ و مشرکین پر عزیز ہو جاویں گے اگر مسلمان ایک دوسرے پر بڑے بننے لگ جاویں گے تو تفرقہ پڑے گا جس سے امت عذاب میں آ جاوے گی تیز گاڑی کا مسئلہ اس کے ہینڈل پر ہوتا ہے۔ ادھر مڑا تو ٹھیک ادھر مڑا تو ہلاکت۔

اپنی خرابی خود نکالو

ایسے ہی اکرام' اخلاص کا مسئلہ ہے۔ خوب اچھے سے اچھا عمل کر کے خود کو ذلیل سمجھے۔ اے نفس تیری نیت ہی خراب ہے۔

تو عمل کہاں قبول ہو گا عمل کر کے اس کی ہم خرابی نکال لیں گے تو خدا معاف کر دیں گے۔ یہی حال اس امت کا ہے کہ قیامت کو ساری امتیں کہیں گی کوئی نبی نہیں آیا۔ پتہ نہیں کہاں چلے گئے تھے۔ اور فرشتوں نے غلط لکھ دیا ہے خدا کہیں گے اے رسولو بتاؤ وہ کہیں گے ہم تو گئے تھے باتیں پہنچادی تھیں اللہ کہیں گے گواہ کون ہے؟ رسولؑ کہیں گے امت محمدیؐ ہماری گواہ ہے۔ اے امت محمدیہ تم بولو۔ یہ امت کہے گی ہاں یہ رسولؑ سچے ہیں۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟ تمہارے

پاس قرآن ہے جس کی ہر بات سچی ہے۔ایسے ہی ایک آدمی کو بلا کر اللہ پاک اس کے چھوٹے گناہ اسے بتائیں گے وہ ان سب کو مانتا چلا جائے گا۔ خدا کہیں گے اچھا ان کے بدلے میں یہ یہ جنت۔تو وہ کہے گا اس سے بڑے بڑے بھی گناہ ہیں۔اچھا ان کے بدلہ میں بھی جنت لے لو۔ ایک آدمی اور لایا جاوے گا وہ اپنے کسی گناہ کو نہ مانے گا تو خدا اس کی زبان بند کر کے سارے اعضا سے بلوانا شروع کر دیں گے جو اس کے خلاف میں بولتے جاویں گے اگر ہم اپنی خرابی خود نہ نکالیں گے تو خدا عیوب نکالنے پر آجاویں گے پھر ہلاکت ہے۔ جنت ملتی ہے فضل سے۔ فضل خدا عمل سے ملے گا۔انسان تو گندا ہے۔ بندگی کی حدود سے گندگی کے فہم سے آگے نہ نکلے۔

دوسروں کی غلطی کی تاویل کرو

جو خود کو کلمہ نماز پر ڈالے تو ساتھ کے ساتھ سب کے لئے خود کو ذلیل کرے۔اس سے ترقی ملے گی۔ دوسروں کی خرابیوں کی تاویل کرلے نفس خود کو متہم کرے۔عمرؓ نے کہا اسے مار دو اس نے مسلم کو مارا ہے۔ابوبکرؓ نے کہا مہ تاول فاخطا۔ابوبکرؓ نے کہا نہیں اس نے اسے مسلم سمجھ کر مارا ہی نہیں ہے۔ بلکہ مالک کو کافر سمجھ کر مارا ہے۔البتہ اسے کافر سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ایسے ہی اس کی بیوی کو اس نے مسلمان سمجھ کر اس سے عدت میں شادی نہ کی۔ بلکہ غیر مسلم سمجھا اور اسے باندی مال غنیمت شمار کر کے اس سے عدت میں صحبت کرلی۔لہٰذا رجم نہ ہوگا۔دوسروں کی غلطی کی تاویل کئے بغیر اجتماع مسلم نہیں ہوسکتا ہے اور اجتماع بغیر اعضاء پر غلبہ نہیں مل سکتا ہے۔ نفس دوسروں سے عزت لینی چاہتا ہے۔ دوسروں کی عزت کرنی نہیں چاہتا۔اس وجہ سے اگر کسی کی غیبت یا توہین کی تھی تو اس کی نماز اس کے پاس چلی گئی۔ اسے پتہ نہ چلا کتنی نمازیں ملی ہیں ورنہ ان نمازوں سے آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی فائدہ اٹھالیتا تذلل واکرام کی مشق کرنی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت زندہ کرو

نماز کی محنت کے ساتھ ۔شکلوں سے نکل کر ان اعمال میں خود لگے تو صالحین والی محنت ہے۔اور اگر ایک مخصوص علاقہ یا قوم میں محنت ہے تو انبیاء والی محنت ہے۔سارے

عالم میں محنت ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت ہے۔ موسیٰ و ہارونؑ نے محنت کی تو ہر بنی اسرائیل محنت کرلے گا۔ اگر کوئی متوجہ کرنے والا نہ رہے گا تو محنت سے پھسل جاویں گے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام گئے تو بچھڑے میں الجھ گئے۔ کسی شہر میں لوگ صالحین اس وقت بنیں گے جبکہ وہاں نبیوںؑ والی محنت چلے۔ اس کے لئے نبی خود فاقے کرلیں گے۔ دوسروں کو کھلاویں گے سونے کا وقت بدل لیں گے۔ نبیوںؑ والی محنت کو زندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت کرے گی۔ محنت کرنے والے ہر قوم ہر زبان میں تیار کئے جائیں۔ ذات پر محنت ہر جگہ ہے۔ نبیوںؑ کے ہاں صرف مخصوص علاقہ میں اس محنت کو چلانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت میں ان پہلی دونوں محنتوں کے علاوہ مزید بھی ہے۔ عام فضا بنے کہ اللہ سے لے کر اللہ کے بندوں کو دینا ہے۔

لوگوں سے اور امیر سے معاملہ کے آداب

کسی کی دعوت قبول کریں تو اس کا دل خوش کرنے کو۔ اس کا دل نہ کھانے سے خوش ہو تو مت کھاؤ۔ تم جہاں تھے وہاں مقتدیوں کے رنگ تھے جہاں جا رہے ہو وہاں اماموں کی دوڑ دھوپ ہے۔ ارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری اونٹ کا مذاق مت اڑاؤ کہ اس سے مکہ سے مدینہ ۲۵ دن میں پہنچتے تھے مذاق سے بچو' کہیں خدا پکڑ نہ لے۔ جو ہماری نالائقیوں کی وجہ سے غالب ہو گئے ہیں ان کی زندگی کی نقل سے خدا ہمیں بچائے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص منقبت ان کے لئے رکھی ہے جن کو لوگ نہ پہچانیں اگرچہ وہ سب کچھ کریں۔ کسی نے آکر عمرؓ سے کہا کہ جنگ میں فلاں اور فلاں اور ایسے بہت سے مارے گئے جن کو کوئی نہیں جانتا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ انہیں اللہ پاک تو خوب جانتے ہیں۔ تم سارے کام اچھے طور سے کرلو اور لوگ تمہیں نہ جانیں تو سلامتی سے رہو گے۔ اگر تم نے لوگوں کو اپنے سے تعارف کرا دیا تو اس میں ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہے۔ امیر کی مانتے رہو۔ حرام میں نہیں ماننی ہے۔ اپنی رائے کے خلاف امیر کی مانو' امیر رائے مانگے تو دے دو۔ امیر کے خلاف امیر سے بات کہنی ہو تو سب سے چھپ کر کہو۔ سب کے سامنے کہو گے تو اس کا اور تمہارا نفس ابھرے گا۔ جس سے اجتماع ختم

ہو جاوے گا۔ اجتماع کے ساتھ ادنیٰ عمل اس اعلیٰ سے اچھا ہے جو افتراق کے ساتھ ہو۔ جہاں افتراق ہوگا وہاں ہی غیبت چلے گی۔ غیبت ساری نیکیاں کھا جاوے گی۔ دوسروں کی مان لو اپنی رائے کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر تمہاری نہ مانی گئی اور کوئی بات نقصان والی آ جاوے تو ارے تیری مانتے تب بھی اسے خدا نے اس وقت کرنا ہی تھا۔ یہ چند چیزیں ہیں۔ ان کو زندہ کرنے کے لئے پھرنا ہے۔ ہم نے اپنے پھرنے کو صحیح کر لیا نماز ہر لحاظ سے بن گئی اخلاص نیت دھیان یقین کے ساتھ محنت میں لگے ہوں۔ کسی کی مالداری فقیری کا۔

مسجد نبوی

اگر نقشوں سے خالی کر دیا جائے تو کوئی امام بننے کو متولی بننے کو اور موذن بننے کو تیار نہیں۔ شاید مسجدوں میں نماز پڑھنے کے بجائے گھروں میں نماز پڑھ لیں کہ کہیں جھاڑو نہ پکڑوا دیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان مسجدوں میں وضو کا پانی بھی نہ تھا۔ ان مسجدوں میں وہ اعمال تھے جن پر اندھیروں میں انگوٹھوں سے روشنی نکلا کرتی تھی۔ ان مسجدوں میں وہ اعمال تھے جن پر جنگل میں آسمان سے کھانے اترتے تھے۔ میرے عزیزو اعمال کی مشق مسجدوں سے نکل گئی۔ تمہارا دل یقین کی محبت کی دھیان کی (خلوص) نیت کی جگہ ہے۔ محنت کرو دل پر اور نقشوں کا یقین دل سے نکالو۔ اعمال سے کامیابی ملنے کا یقین دل میں پیدا کرو پریشانی کا ازالہ عمل پر ہوگا۔ خدا کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے انسانیت کے اندر دل سے لے کر اعضا جوارح تک ہر عضو پر محنت کرنا تم فقیروں سے اور بھیک منگوں سے بھیک منگوں سے بھیک مانگنے کے لئے یہ مسجد نہیں بنوائی گئی بلکہ تم فقیروں کو دلوانے کے لئے بنائی گئی ہے۔ جس غنی کی طرف اس گھر کی نسبت ہے وہ وزیر کو بھی صدر کو بھی عالم کو بھی فقیر قرار دیتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ غنی کا گھر فقیروں سے لینے کے لئے بنتا ہے یا فقیروں کو دینے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ یہ ممبروں کو فوج کو زمینداروں کو بھی دینے کے لئے بنی ہے۔ یہاں سے ملے گا یہ مال کی تقسیم چیزوں کی تقسیم کے لئے بنی ہے۔ ان کے لئے قحط سالی دور کرنے کے لئے ٹڈیوں کے آنے سے رکاوٹ کے لئے کیڑوں کے لگنے سے بچانے کے لئے اور جنت لینے کے لئے

اور دوزخ سے بچنے کے لئے دنیاو آخرت کی ساری مصیبت سے بچنے کے لئے مسجدیں بنوائی گئی ہیں۔ یہاں سچے بننے کی مشق کرو۔ کانوں کے زبان کے عملوں کی مشق کرو کھڑے ہونے کی مشق کرو۔ جھکنے کی مشق کرو کونسی نقل وحرکت پسند ہے۔ ماتھا ٹیکنے کی مشق کرو۔ کامیابی والے اعمال زندگی کے اندر پیدا کرو اور ناکامی والے اعمال زندگی میں سے نکالو۔

نقشوں والوں کا مرکز

ایک راستہ ہے۔ محنتیں کرو زمینوں پر مزدوریوں پر چیزوں کے نقشے بنا بنا کر بازار میں جا کر پیش کرو اور اس کے بدلے چند کوڑیاں اور چند پتھر اپنے گھروں میں لے آؤ۔ نقشوں والوں کا مرکز بازار ہے۔ ہم نے یہ کپڑے یہ برتن یہ دھاگہ یہ سوئی بنائی ہے اور بازار میں لا کر پیش کیں۔ اور پیسے لے کر جو انتخاب کیا کہ اس سے حفاظت ہوگی اسے لے چلو گھر۔ ادھر ایک سپاہی لے کر ملک کے وزیر اعظم اور صدر تک بازار والوں سے لے لے کر کھینچ کھینچ کر اپنی زندگی بنا رہے ہیں۔ یہ بازار سے بڑے بن کر لیتے ہیں وہ بازار میں چھوٹے بن کر دیتے ہیں بازاری زندگی حقیر ہے۔ اللہ کے یہاں گدھا اتنا حقیر نہیں رنڈی اتنی حقیر نہیں جتنا بازاری آدمی حقیر ہے۔

مسجد بنانے کا مقصد

دوسری جگہ بنائی گئی ہے مسجد عملوں کو بناؤ۔ عملوں کو پیش کرو۔ اے اللہ! میں نے تیرے والے عمل پیش کئے ہیں تو اپنی قدرت سے میری زندگی کو بنا دے۔ فجر کی نماز سے عصر کی نماز تک ساتھ لگے ہوئے ہیں فرشتے جہاں بھی کہیں عمل بنائے وہ اعمال کو لے کر چلے گئے۔ انسان کے عمل کے پیش ہونے کی جگہ جہاں خدا کی مرضی کے مطابق عمل پیش کر کے خدا سے اطمینان حفاظت سکون پرورش مانگے دشمن کا مقہور اور مغلوب ہونا مانگے عمل پیش کر کے خدا سے ہدایت مانگے۔ یہاں زمیندار کاشتکار کو بھی آ کر عمل پیش کر کے مانگنا ہوگا۔ بدن صحیح بیٹھے گا یا غلط بیٹھے گا۔ آنکھ صحیح دیکھے گی یا غلط دیکھے گی۔ جو یہاں آیا نہیں اس کا پتہ پہلے ہی کٹ گیا۔ جو عدالت میں سمن پر نہ آیا وارنٹ کٹ جاتا ہے جو مسجد میں نہ آیا اس کے لئے پہلے سے طے ہو گیا

کہ اس کو جیل خانے میں پہنچادو اب اس کے نقشے میں آفتیں آئیں گی۔ سمن آیا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر الخ اب ہوسکتا ہے کہ زمیندارہ میں کیڑے پڑ جائیں بازار میں آگ لگ جائے دکان قرقی ہو جائے اس کی زندگی کے بربادی کے فیصلے کے لئے کاروبار کے اجڑنے کے لئے ذلیل رسوا پریشان حال ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہم نے تم کو بلایا تھا تم آئے کیوں نہیں؟ اب ایک آدمی آ گیا اب پیش کرو تجارت میں کون سے عمل کئے غیر اللہ کے اعتبار سے عمل کئے یا ہمارے اعتبار سے عمل کئے۔ اگر خراب نکلے تو مسجد میں آ کر بھی فیصلہ ناکامی کا ہو گیا۔ مسجد کا نمازی ہے پھر فیصلہ کیا جارہا ہے آج جیل خانہ میں جائے گا نمازی ہے۔

مسجد کا پہلا کام

مسجد کا پہلا کام پہلی مشق جو انسان کو کرنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ اللہ کے نظام کو اللہ کی جنت کو اللہ کی دوزخ کو اچھے عملوں کے اثر کو اور برے عملوں کے نقصان کو سنو اور اتنا سنو کہ دیکھ کر جو یقین بن رہا ہے دل سے نکل جائے اور سننے کا یقین پیدا ہو جائے۔ یقین کے واسطے قرآن سنو پہلا قرآن اللہ اکبر کے متعلق اترا تھا۔ مکہ میں نماز نہیں تھی نماز کے حصہ کا قرآن نہیں آیا تھا۔ اعمال بہت تھوڑے آئے ایمانیات والا قرآن آیا یہ پہلا قرآن ہے جو پہلے سے دیا گیا تھا اس کو بھی آخر تک پڑھتے رہے۔ اور جو بعد میں دیا گیا تھا اس کو بھی آخر تک پڑھتے رہے۔ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو غور سے سنتے۔ آج یقین بدلنے کے لئے قرآن سننے کا رواج نہیں ہے۔ اسی کی تفسیر میں حدیث پاک مغیبات سننے کا رواج نہیں ہے۔ بے دیکھے صرف سن کر یقین کرنے کا تو رواج ہے۔ راکٹ کتنوں نے دیکھا امریکہ کتنوں نے دیکھا اپنے جیسے اندھوں سے سن کر یقین کرنا ایک خدا خدا کے رسولؐ سے سن کر یقین کرنا۔ اللہ کی بڑائی سننے کی توفیق نہیں ہوتی۔ چلو گے پھرو گے نقشے دیکھو گے اخبار میں نقشوں کو پڑھو گے ان کو ہی سنو گے ایک ہی یقین سننے سے اور پڑھنے سے دیکھنے سے آ رہا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ماحول بنایا تھا یہاں کے تذکرے ہی کیا۔ پچھلی آسمانی کتابوں کو بھی منع کر دیا۔ آج کی ساخت یقین کو کھو رہی ہے۔

دل میں اللہ کی بڑائی

جب اللہ کی بڑائی سے دل تمہارا بھر جائے تو بڑے بڑے بہادروں کے دل لرز جائیں گے، شیر اور اژدھا اور ہتھیاروں والے لرز جائیں گے۔ ہر ایک چھوٹا نظر آئے، ساتوں آسمان چھوٹے نظر آئیں، اس کی بڑائی کے آگے انبیاءؑ چھوٹے نظر آئیں، ہمارے آگے بڑے ہیں، اللہ کے آگے بہت چھوٹے ہیں، وہ نبیوںؑ میں بڑے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جتنی باتوں کے اعتبار سے ہمارے بڑے ہیں، اللہ رب العزت جتنا ہمارے بڑے ہیں اتنے ہی اعتبارات سے محمدؐ کے بڑے ہیں۔ چیونٹی، مچھر، مکوڑا، شیر، پہاڑ، آسمان ایک دوسرے سے بڑے چھوٹے ہیں۔ انبیاءؑ کی بڑائی، مخلوقات سے بڑے ہیں لیکن خدا کی ذات کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ دم مارنے کی طاقت نہیں، نبیوںؑ کی بڑائی اس طرح کی نہیں کہ خدا کے محاذات میں کہیں آویں۔ جیسے خدا کے مقابلہ میں ہم چھوٹے ہیں، سارے نبیؑ اسی طرح اللہ کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں۔ باپ کسی بیٹے کی بات کو بہت سنتا ہے، بہت سے بچے ہیں۔ خدا کے ساتھ میں ویسی چھوٹائی کا تعلق ہے، ایسے چھوٹے ہیں کہ جو اللہ سے مانگتے ہیں وہ دے دیتے ہیں، وہ بڑے ہیں اسی لئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھوٹا مان لیا، جیسے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائیوں نے کہا کہ یہ اتنے بڑے ہیں کہ خدا کی جنس سے ہو گئے نہیں بھائی اللہ قادر ہیں، اللہ خالق ہیں، یہ مخلوق ہے، ایک آدمی اپنی لکڑی آگ میں ڈال دے، کہو گے بڑا ظالم ہے؟ نہیں بھائی۔ اللہ اگر چاہیں تو سارے نبیوںؑ کو آگ میں ڈال دیں، یہ سب خدا کی ملک ہے۔ پہلی بات جو ہمیں دی گئی، اپنی پرورش وحفاظت کے واسطے اللہ کی بڑائی کو لے کر در در پھرو۔ صحابہؓ نے کام اسی کو بنالیا۔ اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ کے کہنے کے مطابق چلو گے تو بہت بڑے منافع سے نوازیں گے اور اللہ کا کہنا نہ مانا تو بہت بڑے نقصانات بھگتنے پڑیں گے۔

ایمان سیکھنا ضروری ہے

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم: سب سے بڑی مایہ جس کے حاصل کئے

بغیر انسان کی زندگی خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ وہ ہے ایمان کا سیکھنا۔ اپنے یقینوں کو موڑنا۔ اول تو ایمان کے بغیر عمل قبول نہیں ہوں گے۔ اور دوسرے ایمان کے بغیر عمل پر استقامت حاصل نہیں ہوتی۔ اس کا ثمرہ بھی مرتب نہیں ہوگا۔ یا بہت سے بہت اگر جما بھی رہا تو اس کا ثمرہ مرتب نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنے ایمانوں کی طرف متوجہ نہیں۔ تبلیغ میں لگیں کم، جمیں کم اور جب کرنی آ جائے تو گھروں پر جا کر بیٹھ جائیں۔ یقین نہیں سیکھا، عمل سیکھ لیا۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان سکھایا۔ ایمان سکھا کر عمل کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ یہاں لوگ ایمان نہیں سیکھتے عمل سیکھ لیتے ہیں۔ اچھے سے اچھے عمل موجود لیکن دنیا میں جوتیاں کھا رہے ہیں۔ چاہے دنیا ترقی میں کہیں پہنچ گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عمل ان سب نقشوں کو گرانے کی طاقت رکھتے ہیں، ہم نے ایمان نہ سیکھا۔ نہ اس کا داعیہ، نہ کوئی فکر، تبلیغ میں دو قسم کے آدمی نکلے۔ ایک تو کمائی والے، کمائی میں سے نہ نکلیں گے، اپنی کمائی کے اردگرد چکر کاٹتے رہیں گے۔ دس دن کو دیکھا کمائی سے فرصت کا موقعہ ہے تو دس دن کو آ گیا۔ یقین ایک خاص شکل کے ساتھ ہے۔ اس یقین کو باقی رکھتے ہوئے نماز پڑھنے کو، روزہ رکھنے کو، حج کرنے کو، تبلیغ تعلیم، ذکر کرنے کو تیار ہیں۔ ایمان سیکھنے کو تیار نہیں، ایمان کے بغیر عمل ایسا جیسے بغیر کرنٹ کے بجلی کا تار،

ایمان بغیر عمل بگاڑ پیدا کرتا ہے

آج شیطان عمل سے زیادہ نہیں روکتا، عمل اگر اس نے کر ہی لیا تو کیا خوش فہمی پیدا ہوگی۔ اگر عمل کر لیا تو میری قسم تیار ہوگی۔ ایسے بنیں گے جو راندۂ درگاہ ہوں۔ عمل سے آدمی کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ آدمی کے پاس ایمان کی قوت نہ ہو تو عمل سے بگڑ رہے ہے۔ عمل کیا، بڑائی پیدا ہوگئی، شہرت کا جذبہ آ گیا، یہ عمل منہ پر کھینچ کر مارا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا: سب سے پہلے آخرت میں تین آدمی پیش ہوں گے، ایک پڑھا ہوا، صدقہ اور خیرات کرنے والا اور شہید، ہم نے تجھے قرآن دیا تھا تو نے کیا کیا تھا؟ آپ نے جو قرآن دیا تھا میں نے خوب عمل کیا، رات کو نماز پڑھتا تھا دن کو ویسے نماز پڑھتا تھا۔ جھوٹ بولتا ہے، تو نے

بڑا بھاری بزرگ بننے کے واسطے کیا، نیت ٹھیک نہیں تھی، نیت غیر کی تھی۔ اگر یقین ٹھیک ہوتا تو نیت بھی ٹھیک ہوتی۔ حدیثوں میں آیا ہے عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو تو قبول ہوتا ہے۔ یقین کمزور ہے تو نیت غیر اللہ کی بن جاویگی۔ اس کے پاؤں پکڑ کر اٹھایا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ یہ ہیں پڑھے لکھے عمل کرنے والے جنہوں نے اللہ کے غیر کیلئے عمل کیا۔ (دوسرا کہے گا) اے اللہ میں نے خوب مدرسوں میں، خانقاہوں میں پیسہ لٹایا۔ (جواب دیا جائے گا) لوگوں نے تجھے سخی کہہ لیا، میرے پاس تیرے لئے کچھ نہیں ہے، تیسرے نمبر پر وہ (ہوگا) جو خود خدا کے راستہ میں نکلتا تھا، کبھی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔

یہ تین آدمی ہیں جن سے دوزخ کو سب سے پہلے بھرا جائے گا۔ جنہوں نے (کمزور ایمان کے ساتھ) عمل کئے، ان کا یہ حشر بنے گا (اور) جنہوں نے (ایمان) حاصل نہیں کیا اور عمل بھی نہیں کئے تو ان کو تو بغیر پوچھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ خدا کی باتوں پر یقین آجائے گا تو اس کے اوپر سب کچھ ملے گا، علم آ گیا، عمل نہیں آیا تو دوزخ۔ علم نہ آیا عمل نہ آیا تو دوزخ، اور اگر علم آ گیا اور عمل بھی کرلیا (لیکن) یقین نہ آیا تو دوزخ۔ اول تو جنت (صرف) ایمان پر ملے گی، شرک والوں کے مقابلہ میں ایمان سے چمکایا جائے گا عمل سے نہیں۔ اصل چیز سیکھنے کی ہے، ایمان، اور یہ ایمان سیکھنے کو تیار نہیں۔

ایک تو کمانے والے (جن کا) پورا یقین اپنی کمائی پر ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو کماتا نہیں، زبان سے کہیں کہ اللہ دیویں۔ کسی نہ کسی پر یقین رکھیں کہ فلاں کر دے گا۔ تبلیغ تو خوب ہو رہی، اندر سے ٹٹولو تو اس کے دل کے اندر گوبر بھرا ہوا ہوگا۔ ایمان کے لئے علم، ایمان ہی کے لئے ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔

مرنے والے سے پہلا سوال

آخر میں یہ ہے کہ جو آدمی ایمان پر مرے گا وہ جائے گا جنت میں۔ آخر کی دعا بھی یہ ہے کہ "جسے زندہ رکھے عملوں پر زندہ رکھ، اور مارے تو ایمان پر مار" (یہ دعا) مرنے والے کے لئے نہیں مانگتے، اپنے لئے مانگتے ہیں، مرنے والا تو مر گیا۔ اس کی دعا تو یہ ہے اللّٰھم

اغفرلحبینا۔ مرنے والا ایمان پر مرا یا شرک پر مرا یہ تو اللہ ہی جانے۔ قبر میں جاتے ہی یہ سوال ہوگا کہ تیرا پالنے والا کون ہے؟ آدمی اپنے ذہن میں جس سے پلا ہوا اس کی ہر وقت رعایت کرے۔ زمیندار کے ذہن میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ میں زمیندارے سے پلوں گا۔ چاہے کتنا ہی سمجھالو، بارش ہوگئی، بغیر کھیتی کے پلتے نہیں۔ کھیتی بغیر بیل کے نہیں، بیل بغیر پیسہ کے نہیں، سود پر قرضہ لیا، بیل خرید لیا، زمینداروں کی اکثریت آج ایسی ہی ملے گی۔ کھیتی سے نہیں پلتا، اللہ پالتے ہیں۔ جس کا یقین ہوگا اللہ سے ملنے کا قرضہ نہ ملا تو وہ بیل خریدنے کا ارادہ نکال دے گا۔ بٹائی پر دے دے گا۔ یا وہ کام کرے گا جس سے بیل کے بغیر کام چل جائے۔ جھلی بھی ڈھو سکتا ہے۔ جس کا یقین یہ ہے کہ زمیندارے سے چل رہا ہوں وہ سود بھی لے لے ہے، رشوت بھی دے ہے، جھوٹے بیان بھی دے ہے، مرا یہ آدمی، مرتے ہی پہلا سوال (ہوگا) کہ تیرا پالنے والا کون ہے؟ کمانے والے یا نہ کمانے والا بھی۔ کوئی ضرورت آ کر پڑے گی (یوں کہیں گے) پیر صاحب یوں کردیں گے، منشی جی یوں کردیں گے، مرتے ہی پوری زندگی کا خلاصہ پوچھ لیا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے؟ اگر یہ یقین لے کر گیا کہ خدا پالتا ہے، نہ کمائی سے، نہ کسی شکل وصورت سے پلنے کا تعلق اگر ساری دنیا میں کوئی نہ ہو تو بھی اللہ مجھے پالیں گے۔ تو جھٹ کہہ دے گا کہ میرے پالنے والے اللہ ہیں۔ اگر دل میں نہیں تو زبان سے کیسے نکلے گا۔ مشق کرکے دل میں یہ بات لے گیا کہ بالکل کہیں سے نہیں پلتا۔ نہ دکان سے نہ کھیتیوں سے، اس کے لئے تیاریاں بھی کیں، کمائی کی پرواہ نہ کی، آدمیوں پر نگاہ نہ ڈالی، جان پر تکلیفیں اٹھائیں، اور محنت کرتے کرتے وقت گزار دیا۔ ہر حکم کو پورا کیا، کمایا تو جھوٹ نہیں بولا، سود نہیں دیا، رشوتیں نہیں دیں، آبروریزی نہ کی۔ اللہ کا حکم پورا کروں گا اللہ پالیں گے۔ بوائی کے وقت آواز لگادی تو اسی وقت دوڑ گیا۔ کوئی صورت نہیں بنی پلنے کی۔ جہاں گیا سب نے جھنڈی دکھادی۔ مولوی نے، پیر نے، منشی جی نے جھنڈی دکھادی۔ اللہ پالنے والے ہیں۔ سب کو چھوڑ کر چل دیا۔ اللہ زمین پھاڑ کر دے دے گا۔ جس کا اپنے پلنے کے بارے میں غیر اللہ سے یقین ٹوٹ جائے، خدا سے یقین جڑ جائے تو یہ ایمان والا بنے گا۔ جب یہ تیاری کرکے جائے گا تو کہہ دے گا کہ اللہ ہی پالنے والے۔ حضورؐ اچھی طرح بتا گئے

صاف صاف۔ جاتے ہی پوچھیں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ دیکھنا رٹنے سے جواب نہیں دے سکے گا۔ دل میں رکھنے سے جواب دے سکے گا۔ جب کہہ دیا کہ اللہ پالنے والے ہیں، اچھا یہ بتلاؤ جب اللہ پالنے والے تھے تو تم نے اللہ سے پلنے کے واسطے کیا طریقہ اختیار کیا؟ برادری کا طریقہ اختیار کیا تھا، انڈین یونین کے طریقہ پر پلا کرتا تھا، امریکہ، روس نے جوں بتایا تھا یوں پلتا تھا، یہ تو کہہ نہ سکے گا کیونکہ اس کی پٹائی ہو رہی ہے۔ ہاہا کرے گا۔

دوسرا سوال

(پھر پوچھا جائے گا) بتاؤ اِن آدمی کو کیا کہو؟ پیسے آ گئے تو ایسی کوٹھی بنائیں گے جیسی فلاں نے بنائی، جن کی زبان پر جان و مال خرچ کرنے میں غیر چڑھے ہوئے تھے وہ نہ کہہ سکے گا کون ہیں؟ جن کی زبان پر حضورؐ چڑھے ہوئے تھے وہ کہہ سکے گا کہ یہ ہمارے نبی پاکؐ ہیں۔ علم پر زبان نہیں بولے گی۔ ایمان وعمل پر بولے گی۔ خشوع کی تقریر ہو رہی ہے، خشوع کا پتہ نہیں۔ خدمت خلق کی تقریر ہو رہی ہے، خدمت خلق کا پتہ نہیں، بے ایمان کی ایمان پر تقریر ہو، ایک یہودی، مشرک، بت پرست ملحد خدا پر تقریر کر سکتا ہے، نصرانی وزراء، ہندو پنڈت، اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر، اسلام پر خوب بول جاویں ہیں۔ حضورؐ کے مانے بغیر بھی حضورؐ پر تقریر ہو سکتی ہے۔ یقین کی علامت بولنا نہیں ہے، آج غیر مسلم بھی بول رہے ہیں، ان کا بولنا ان کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ ایک کوڑی، ایک ذرہ نہیں ملے گا۔

یقین پیدا کرنا

ساری بات ایمان سیکھنا ہے۔ یقین موڑنے میں وہ یقین پیدا کرنا ہے جو محمدؐ لے کر آئے۔ اللہ اکبر، اللہ بہت ہی بڑے ہیں۔ ساتوں زمین و آسمان کے ایک حکم کے مقابلہ میں مچھر کے برابر نہیں، عرش، فرش، کرسی، سب ٹوٹ کر گر جائیں۔ ایک حکم سے اس سب سے زیادہ بنا کر دکھلا دیں۔ ان کا ان کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ عزت دینے میں، ذلت دینے میں، اللہ پیدا کرنے میں بہت بڑے ہیں۔ اللہ معطی، اللہ اکبر

، اللہ اکبر، رنج دینے میں بہت بڑے ہیں، غم لانے میں بہت بڑے ہیں۔ پٹائی لائیں تو ایسی پٹائی لائیں کہ تم تصور نہ کرسکو۔ ایک آدھ بات میں نہیں، ہر بات میں بڑے ہیں، چھیننے میں بہت بڑے ہیں، تصور نہ کرسکو کیا چھین سکتے ہیں۔ جھکانے پر آئیں تو تمہارے جھکانے میں بہت بڑے۔ مسلط کرنے پر آئیں تو چیونٹی کو اس طرح مسلط کردیں کہ یہ ایٹم والے کبھی نہ کرسکیں۔ بڑے بہت ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ جو جو کچھ کرنے میں بڑے ہیں اس میں ان کو غیر کی ضرورت نہیں۔ ان سب کے بغیر جو چاہیں گے کردیں گے۔ ہر چیز کے پہلے کو قدرت سے بغیر اس کی جنس کے بنایا تھا۔ ساتوں زمین وآسمان کے بغیر جو چاہیں بنادیں۔ چیزوں کے بغیر چیزیں بنادیں، چیزوں کے بغیر عزت بنادیں۔ پہلے یوں کہا، اللہ بہت بڑے۔

درحقیقت اللہ ہی سب سے بڑا ہے

بڑائیوں کو اگر ایک دوسرے کی چلے جاؤ۔ چیونٹی اپنے بچوں سے بڑی ہے، چلتے چلتے اسرافیلؑ تک لے جاؤ، طاقت کے اعتبار سے شکل کے اعتبار سے جبرئیلؑ کا قد ساتوں زمین و آسمان جتنا بڑا ہے۔ نیچے سے لے کر چھوٹے سے بڑے ہوتے چلے گئے۔ مقابلہ میں بڑائی چھوٹائی غیروں کے اعتبار سے بولی جاتی ہے۔ خدا کے اعتبار نہیں بولی جاتی۔ حقیقت کے اعتبار سے ایک اللہ بڑے ہیں اور سارے چھوٹے ہیں۔ یہ جو کچھ تمہارے سامنے ہے یہ سب کچھ بڑے سے ہوا ہے چھوٹے سے نہیں ہوا۔ انبیاءؑ جتنے ہوئے یہ اس بڑے ہوئے اور کسی سے نہیں ہوئے۔ بڑے نے اسرافیلؑ کو ایسی طاقت والا بنایا سب کے بغیر محض اپنی قدرت سے، یہ حالات جو تم دنیا میں دیکھ رہے ہو یہ حالات اسی بڑے نے بنائے ہیں۔ آخر میں کیا کہیں اللہ اکبر اللہ اکبر ۔ لا الہ الا اللہ۔ ایک دن وہ بڑا اپنی بڑائی کو توڑنے پر لائے گا کوئی بھی نہ رہے گا۔ وہ اکیلا رہ جائے گا۔ یہ یقین بنانا ہے۔ سب کی بڑائی دل سے نکل جائے۔ میرا تو بہت بڑا زمیندارہ ہے میں کیسے جاؤں۔ شیطان کہیں کے تو اس زمیندارہ کو بڑا کہہ رہا ہے۔ ساتویں زمین و آسمان بھی بڑے نہیں۔ تو اس صدر وزیر کو بڑا کہہ رہا ہے۔ یہاں تو وہ ملک الموت بھی بڑا نہیں جو ان سب کی جان ایک وقت میں نکال لے۔ لوگوں کو بڑا کہہ رہا ہے یہاں تو اسرافیلؑ بھی بڑا نہیں۔

صرف ایک بڑائی دل میں بیٹھاؤ

اپنے جتنے مسئلے ہیں (ان کے) چاروں طرف سلسلے جارہے ہیں۔ جب (ایک) سلسلہ کو دیکھنا شروع کرو گے بڑا لمبا چوڑا دکھائی دے گا۔ نوکروں میں، آقاؤں میں جاؤ، خارجہ میں، داخلہ میں جاؤ بڑا سلسلہ ہے۔ زمین و آسمان خود ہی چھوٹے ہیں۔ (اسی طرح) ان کے اندر کے سارے سلسلے چھوٹے ہیں۔ اپنی محنت سے یقین موڑنا ہے۔ ساتوں زمین و آسمان سے یقین موڑنا ہے۔ اللہ کی بڑائی دل میں بٹھلاؤ۔ ہمیں اللہ اکبر ، لا الہ الا اللہ ، سبحان اللہ ، الحمدللہ آجائے۔ (بس) ایک کی بڑائی دل میں بیٹھ جائے۔ (باقی) اور (سب) چھوٹے۔

اللہ کے علاوہ سے ہوتا نہیں۔ اللہ اکبر جب آیا جب جو چیز سامنے آئی۔ بہت بڑی کوٹھی (دیکھی) تو کہہ زمین و آسمان بھی بڑا نہیں کوٹھی سے کیا ہوگا۔

سب بڑائیاں اور تعریفیں اللہ کی طرف لوٹتی ہیں

سبحان اللہ۔ میرا خدا عاجز ہونے سے پاک ہے۔ ضعف سے ہر نا مناسب سے پاک ہے۔ اللہ پاک ہے اس سے کہ پیسے کا، مکان کا پابند ہو۔

جو کچھ تو نے نبیؐ میں دیکھا (یا اس کی تعریف کی) اس کی تعریف خدا کی طرف لوٹے گی۔ نبیؐ میں جو کچھ نظر آتا ہے خدا نے رکھا ہے۔ حفاظت تیرے مکان سے نہیں ہوئی اس کی تعریف اللہ کی طرف جائے گی۔ سارے قرآن کا خلاصہ ہے کلمہ سوئم۔ اللہ کی بڑائی کا بیان ہے قرآن میں، نبی بہت چھوٹے ہیں۔ اللہ بہت بڑے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تم ہدایت دیکھتے ہو وہ ہدایت محمدؐ نے نہیں دی ہے۔ خدا نے رکھی ہے۔ برزخ میں دیکھنا کیا کیا کرے گا۔ حشر میں دیکھنا کیا کیا کرے گا۔ جنت میں دوزخ میں دیکھنا کیا کیا کرے گا۔ ابھی کیا دیکھا ہے۔ بھونرے میں ہو، خدا کی قدرت کے تماشے اور شکلیں دیکھنا آگے کیا کیا آئیں گی۔

اعمال کا چیزوں سے مقابلہ

اب یقین دیکھنا۔ یقین کے بنانے کے واسطے عمل دیئے گئے ہیں۔ عملوں میں مقابلہ چیز کا رکھ دیا گیا۔ مقابلہ کے درجات رکھ دیئے گئے۔ نماز مقابلہ ہے کمائیوں سے، گھریلو کاموں سے، معاشرت کے کاموں سے، روزہ حج بھی مقابلہ ہے۔ خدا کے راستہ کی نقل و حرکت، ایمان کی، دین کی محنت بھی مقابلہ ہے۔ دنیا کے جو رائج نظام میں نقشے ہیں یہ پانچوں چیزیں مقابلہ ہیں ان سے نکل کر۔ جتنا انسان ان پانچ کے لئے نقشوں سے نکلے گا اتنا ایمان آئے گا۔ جس درجہ کا مقابلہ کرو گے اتنا ایمان تمہارا قوی ہوگا۔ ایک آدمی نماز کے واسطے پندرہ منٹ لگائے۔ مقابلہ کیا پندرہ منٹ۔ روزہ رکھ کر سارے کام کرتا رہا۔ یہ مقابلہ بہت چھوٹے درجہ میں ہے۔ ہوائی جہاز سے ۱۵ دن میں حج کر کے آ گیا، پندرہ دن کا مقابلہ رہا۔ زکوۃ کے لئے ۲۵۰ روپے دے گیا، کہیں لگا دینا۔ تھوڑی مقدار میں مقابلہ ہوا، ایمان تھوڑا سا آئے گا۔ ایک مقابلہ ہوگا، مالہٗ ماعلیہ۔ سیکھنے کے واسطے پورا وقت دیا۔ حج کی معلومات کیں۔ غیبت چھوڑ، جھوٹ چھوڑ، گالی بکنا ختم کر، ایثار کی عادت ڈال۔ نماز کی تعلیم کی، ذکر کی مشق کی، جنت کا تصور باندھنے کی مشق کی، حج کا علم حاصل کرنے کی مشق کی۔ دو چار ماہ پہلے سے تیاری میں وقت لگایا۔ ۴ (چار) ماہ حج میں لگائے۔ اب مقابلہ بن گیا۔ صرف حج کرنے سے مقابلہ نہ بنا۔ ساری چیزیں معلوم کرنے میں اور پھر اس عمل کرنے میں وقت لگے لگا۔ قصور معاف کرائے۔ غیبت معاف کرائی، نماز پر وقت لگایا، نفع نقصان سیکھے۔ سود چھوڑے گا، غیبت چھوڑے گا تو نماز قبول ہوگی۔ کسی نماز کو دو گھنٹے کسی نماز کو اڑھائی گھنٹے لگے، جتنا نماز کی محنت پر آتا چلا گیا، ایمان بڑھتا چلا گیا۔ خدا کی بڑائی دل میں بیٹھے گی، جتنا نماز کی محنت میں وقت زیادہ لگے گا۔ نماز کے بارے میں بیٹھ کر سننا اور یقین کو اس کے مطابق بنانا۔

سب سے بڑا مقابلہ

سب سے بڑا مقابلہ تبلیغ سے بنتا ہے۔ حج کا وقت مقرر۔ رمضان کا وقت مقرر ہے۔ نماز کا وقت مقرر ہے۔ پہلے سے انتظار کر لے گا۔ اچانک مقابلہ آ کر پڑے گا، جس کی پہلے سے

کچھ خبر نہیں وہ ہے تبلیغی مقابلہ، حج کے اعتبار سے ترتیب لگالے گا۔ اصل مقابلہ جو آکر پڑے گا (کہا جائے گا کہ) تبلیغ میں چل اللہ ہمیں پالنے والے ہیں۔ سارے انتظام جس میں ٹوٹیں گے۔ ادھر بچہ بیمار ہو رہا ہے۔ چھت ہو رہا ہے۔ دیوار ٹوٹ رہی ہے۔ جماعت بن گئی ہے، اس کا سنبھالنے والا کوئی نہیں۔ تو چلا جا۔ اس طرح کہے گا تبلیغ تو ہو جائے ایمان نہ آئے۔ اس طرح کہہ دے کہ کل کو چلا جاؤں گا تو کعبؓ جیسا حال بن جائے گا۔ وہ تو بدر جیسا حال بنا دیں گے۔ اچانک لاکر بات ڈالیں گے۔ منشی جی میرے بیونت نہیں۔ میری تو طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اب ایمان نہ پیدا ہو گا۔ اگر کمانے والا ہے تو کوئی اور اگر کمانے والا نہیں ہے تو تیری ساخت پر زد پڑے گی۔ مقابلہ آئے گا۔ جب اللہ کی بات کرنے میں پڑ جائے تو کوئی چیز دیکھنے کی ہے نہیں۔ وہی کرنے والا ہے۔ میری ترکیب و تدبیر سے نہیں چلتے اللہ ہی پالتے ہیں۔ سواری نہیں تھی بغیر سواری کے چل دیئے، بے شک یہ بڑا اعتماد والا ہے جس پر زد پڑی۔ اللہ خوش ہوں گے۔ کائنات کے نقشے کے مقابلہ سے آئے گا ایمان۔ یہ ہیں خارجی

داخلی مقابلے

خارجی مقابلہ کرنا آجائے تو داخلی مقابلہ پڑے گا۔ اس کمائی میں سود نہ ہو۔ اس وقت سود پر لیں تو پچاس ہزار بن جائینگے۔ بغیر سود کے پانچ سو بنیں تو وہ لینے ہیں۔ پانچ ہزار پر لات مارنی ہے۔ مقابلہ پڑے گا، تھوڑی سی رشوت دے دوں تو دس بیگھہ سے پچاس بیگھہ بن جائیں تو رشوت نہیں دینی اس واسطے کہ اللہ ناراض ہو جائینگے۔ پیسے ہاتھ میں آگئے تو پھر مقابلہ، کوٹھیاں یوں کہیں گی تو بھی ایسی ہی بنا۔ مجھے یہ سارے نقشے نہیں بنانے۔ مجھے حضرت محمدؐ کے حکم پر جان و مال کو خرچ کرنا ہے۔ چپہ چپہ پر مقابلہ ہے۔ پھر ایمان میں بھی کمال، اعمال میں بھی رہتی دنیا تک عزت قائم رہے گی۔ جب اللہ عزت دیں گے تو اللہ بہت بڑے ہیں۔ جب اللہ ذلت دینگے تو اللہ بہت بڑے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت آج تک چل رہی ہے آخرت میں باقی رہنے والا نقشہ ہو گا۔ اگر یہ راستہ سیکھنا ہے تو مقابلہ کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ زندگی کے اندر اپنے ایمان سیکھنے کیلئے اپنے اپنے نقشے کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ (خطبات حضرت جی رحمہ اللہ)

مختصر سوانح

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ

آپ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ آپ کے شیخ و مربی تھے۔ آپ زندگی بھر یاد حق اور خدمت شیخ میں مصروف رہے۔ ہمیشہ صبر و استقامت کے ساتھ ذکر واذکار اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے اور ہر تکلیف و پریشانی کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے۔ آپ کے شیخ معظم حضرت رائے پوری قدس سرہ آپ سے آخر دم تک راضی رہے۔ اور بوقت وصال آپ ہی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا اور رائے پور خانقاہ میں رہنے کی تلقین فرمائی۔ اپنے شیخ کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور پورے پینتالیس سال تک رونق تلقین و ارشاد کا باعث بنے رہے۔ اپنے عمل و اخلاص سے شریعت و طریقت کو دنیا میں عام کیا اور اشاعت و ترویج میں ہر ممکن کوشش کی۔ سینکڑوں علماء کو روحانی منازل طے کرائیں اور لاکھوں مسلمانوں کو فسق و فجور اور رسومات و بدعات سے توبہ کرائی۔ ہر قسم کے لوگ آپ کے اخلاق و محبت سے متاثر ہوئے۔ اور اصلاح و تربیت کرتے رہے۔ آپ نہایت متواضع، خوش اخلاق اور سادہ طبیعت تھے۔ فنائیت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا اور اپنے متوسلین کو بھی سادگی و فنائیت کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ الغرض ساری زندگی طالبین حق کی اصلاح و فلاح میں مصروف رہنے کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کو رحلت فرمائی۔ اور ڈھڈیاں ضلع سرگودھا کی مسجد میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین! (پچاس مثالی شخصیات)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ کے انمول اقوال

اخلاص کا طریقہ

حضرت جی مولانا محمد یوسف بن مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا۔

حضرت! ہے تو بے ادبی لیکن اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

جب کوئی عمل بغیر اخلاص کے مقبول نہیں تو پھر ظاہر ہے اخلاص حاصل کرنے کیلئے بھی کچھ چیزیں ضروری ہیں۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سب سے پہلے غار حراء کی تنہائی اختیار فرمائی۔ تنہائی میں ایک عرصہ تک ذکر فرمایا۔ پھر ذکر سے فکر پیدا ہوئی اور فکر سے یکسوئی ہوئی اور یکسوئی سے یقین آیا اور یقین سے اخلاص حاصل ہوا۔

جب اس مقام پر پہنچے تو فرشتہ آگیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لینا تھا اس کی طرف متوجہ فرمادیا۔

اب ہم بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ تعلق رکھتے ہیں اور سنت نبوی کو اپنا شعار بنانا چاہتے تو یہی ایک راستہ ہے کہ ذکر وفکر سے یکسوئی اپنائیں اور یکسوئی سے یقین و اخلاص حاصل کریں پھر ہر کام دین ہوگا۔ (ناقل مولانا عبدالقادر مدینہ منورہ)

اسلاف سے محبت وعقیدت

ہماری جماعت کے بزرگوں میں اخلاق تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے عالی اخلاق تھے جن کو تم میں سے بھی کئی نے دیکھا ہوگا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا میں زمانہ طالب علمی سے معتقد ہوں اور اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کا معتقد پایا تو اپنا اعتقاد اور بھی حضرت شیخ الہند پر بڑھ گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معتقد ہوں اور حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو بھی میں نے سراپا اخلاص پایا یہ سب حضرات اب نہیں رہے۔ میں اب اپنی جماعت میں حضرت مدنی مدظلہ العالی کا بہت معتقد ہوں اور ان کو سراپا اخلاص اور حق پر سمجھتا ہوں۔

اکابر کے طرز کی پابندی

ہمارے حضرات کا مسلک خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ ہم نے سن اور دیکھ رکھا ہے اور اس سے پہلے قرآن شریف کے استاد اور پھر دیگر اساتذہ کا جو اثر پڑا اس سے جو ذہن میرا بنا ہے میں اس میں مجبور ہوں اس لیے لیگ سے مجھے کوئی مناسبت نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ ان لوگوں کے خلاف ہی ذہن رہا۔ جو ذہن پچاس سال میں میرا بن گیا ہے وہ لیگ کے خلاف ہے۔ ان کی کوئی بات مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ خواہ ہمارے بعض حضرات کو اچھا لگے یا نہ لگے میں اب معذور ہوں۔

موجودہ حالات میں عمومی حالت

جب آئندہ کا تصور کرتا ہوں تو سخت بے چین ہو جاتا ہوں۔ بعض اوقات میری نیند اڑ جاتی ہے کیونکہ لوگوں پر دہریت کا غلبہ ہوتا جارہا ہے دہریت کی طرف تو ساری دنیا جارہی ہے مگر روس مذاہب کے حق میں ہیضہ اور انگریز دق ہے۔ ہندوستان کی آزادی سے ہوسکتا ہے کہ ملک فارغ البال ہو جائے مگر مذہبی ترقی یا مذہبی بچاؤ کی کوئی تحریک اس وقت موجود نہیں اور برائے نام اگر موجود ہے تو وہ ایسے حالات اور حیثیت میں نہیں کہ کارگر اور کامیاب ہوتی نظر آتی

ہو۔ سیاست پر مذہبی لوگوں کے قبضہ کئے بغیر کوئی صورت مذہب کے بچاؤ کی نہیں ہوسکتی۔ مذہب اگر ہے تو علماء سے ہے اور مسلم لیگ اگر کامیاب ہوجائے وہ بھی باوجود مسلمانوں کی جماعت کہلانے کے مذہب کو اوروں کی نسبت زیادہ کامیابی سے مٹادے گی۔ قادیانی مذہب کے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ اسی لیے ہوئے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں قادیانیت کی ترقی علماء کا وقار مٹنے پر ہوتی ہے اور علماء کا وقار جتنا لیگ مٹارہی ہے اتنا اور کوئی نہیں مٹارہا۔

اسلام میں تعلیم اخلاق

حضرت والا نے فرمایا کہ اسلام میں اخلاق کا انسلاخ نہیں ہوتا بلکہ رخ بدلتا ہے جتنی طاقت ہو اس کو اگر رضائے الٰہی کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ اخلاق حمیدہ ہیں اور اس کے خلاف اخلاق رذیلہ۔ جن میں زیادہ طاقت ہوتی ہے ان کا مجاہدہ بھی زوردار ہوتا ہے اور ان پر حالات بھی بہت عجیب آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے سخت تھے مگر اسلام کے بعد وہ سختی مخالفین اسلام کے لیے ہوگئی باہمی طور پر کچھ نہ رہی یہ ٹکڑا مجھے بھی یاد ہے:

خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام

عزیز الرحمٰن نے عرض کیا حضرت اخلاق پیدائشی ہوتے ہیں یا کیا۔ حضرت والا نے فرمایا اخلاق پیدائشی ہوتے ہیں جو بھی ہوں مگر ان کا رخ بدلنا ہوتا ہے۔ یہی تو مطلب خیارکم والی حدیث کا ہے پس اپنے اخلاق کا رخ بدل لو۔

رامپور کے مہمانوں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ حضرت قرب خداوندی کا کیا مطلب ہے۔ حضرت والا نے فرمایا رضائے خداوندی کے مطابق کام کرنے سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ دریافت کیا کہ حضرت قرب کیسے؟ فرمایا وہ جو آتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں اسکے پاں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ فرمایا ایک دفعہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب کھانا کھالو۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق عرض کردیا کہ حضرت مجھے بھوک نہیں یا یہ کہ میں نے کھالیا تو فرمایا کہ مولوی صاحب میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ اس پر آئندہ کبھی انکار نہ کرتا اور کھانا کھالیا ہوتا تو بھی فرمانے

پر اور کھالیتا۔ ایک دفعہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تشریف لائے میں کھانا کھا چکا تھا جب حضرت سہارنپوری کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کھانا تناول فرمانے لگے مجھے بھی فرمایا اور میں بھی شریک ہوگیا۔ حضرت نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی فائدہ ہے۔

اللہ کا خلیفہ حضرت انسان

خدا تعالیٰ نے انسان میں بڑی صلاحیت رکھی ہے اور اسے عالم ناسوت میں بھیج دیا تاکہ وہ ترقی کرے کیونکہ جو کوئی یہاں کی سردگرم نہ چکھے اس کی تربیت و ترقی نہیں ہوتی جو ایمان لاتے اور عمل نیک کرتے ہیں ان کے لیے اجر غیر ممنون ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب جالندھری نے دریافت کیا کہ حضرت جو گناہ ہوجاتے ہیں۔

ان سے جب توبہ کرتے ہیں اگر وہ توبہ قبول ہوگئی تو پھر اس برائی کے اعادہ کی نوبت نہ آنی چاہیے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بار بار توبہ سچے جی سے کرو اگر سچے جی سے توبہ ہو تو قبولیت کی توقع ضرور ہے خواہ وہ گناہ پھر سرزد ہوجائے مگر اس وقت اس کا ارادہ یہ ہو کہ آئندہ نہیں کروں گا (پھر فرمایا کہ آپ تو محدث ہیں حدیث میں آتا ہے کہ اگر لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا تعالیٰ اور مخلوق گناہ کرنے والی پیدا کرتا کہ وہ گناہ کرتے اور توبہ سے بخشے جاتے اور اگر انسان سے گناہ نہ ہو تو وہ ملک محبوس ہوجائے اور فرشتوں کی طرح وہ بھی ترقی نہ کرے۔ گناہ ہوجانا بھی انسان کی ترقی کے لیے بعض اوقات ذریعہ بن جاتا ہے۔ عاجزی کا احساس ہو جو عین مقصود ہے اور اس دربار میں تو عاجزی ہی سب کچھ ہے اور تکبر ہی محرومی کا باعث ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے گناہ کرنے والے بندوں سے جو توبہ کرتے ہیں خوش ہوتا ہے کہ انہوں نے مجھے ربّ سمجھا۔

ہمارے اکابر کا طرز عمل

اپنے مسلک پر سختی اور لوگوں سے نرمی یہ ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی اوروں میں ہونے

کا انکار نہیں مگر اوروں کی صحبت کا ہمیں اتفاق نہیں ہوا۔ اپنے بزرگوں کو اگر ہم نہ دیکھتے تو یا تو یوں سمجھتے کہ سلسلہ یونہی ہے یا یہ کہ پہلے کوئی بزرگ ہوں گے جن کا ذکر کتابوں میں ہے ہمارے حضرت کے ایسے اخلاق تھے کہ مداہنت ذرہ بھر نہ تھی۔ مگر درست بات حالانکہ تلخ ہوتی ہے ایسے نرم طریق پر فرمایا کرتے کہ گویا والدہ گود میں بٹھا کر سمجھا رہی ہے میرے اندر تو یہ بات نہیں مگر اپنے بزرگوں میں ضرور دیکھی ہے اور اس کا نام حسن معاشرت ہے۔ جو نہایت ضروری ہے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک قصہ سنایا کہ والدہ سے سنا ہے۔ لوگ پہلے دنوں میں جب خشک سالی ہوتی تھی تو جہاں کہیں بارش ہوتی اور گھاس ہو جاتا تو دس، دس، پندرہ، پندرہ کوس پر گھر چھوڑ کر مویشیوں کو لے جاتے تھے ایک دفعہ مرد جنگل میں ذرا دور چلے گئے۔ ایک عورت پیچھے ڈیرہ پر رہ گئی۔ ایک جوان بدمعاش اُدھر آ نکلا اس نے عورت کو اکیلی دیکھ کر زیور اتروانے کو دھمکی دی۔ عورت نے زیور اتار کر دے دیا اور کہا کہ جتنی دور تو جا کر سمجھے کہ اب یہ مجھے نہ پکڑ سکے گی آواز دے دینا اور پھر اگر ہو سکے تو بھاگ جانا وہ زیور لے کر ساٹھ ستر قدم گیا اور آواز دی ابھی دو قدم بھاگا ہو گا کہ عورت نے بجلی کی طرح کوند کر آ لیا اور گلے سے ایسا دبایا کہ زیور ڈال کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا مگر لاحاصل آخر تھک گیا تو عورت نے کہا اب تجھے دودھ تو پلا دوں چنانچہ گھسیٹ کر ڈیرے پر لائی اور نہایت تیز گرم دودھ اس کے منہ پر ڈال دیا جب منہ جل اٹھا تو ٹھنڈے پانی کا پیالہ منہ میں انڈیل دیا اور منہ پر دانتوں کے عین اوپر دائیں بائیں اور سامنے تین مکے مار دیئے تمام دانت گر گئے اور عورت نے اسے یہ نشانی دے کر توبہ کرا کے چھوڑا۔ چنانچہ وہ شخص باوجود جوانی اور سیاہ داڑھی ہونے کے تمام عمر بے دانتوں کے بوڑھوں کی طرح رہا۔ فرمایا کہ پہلے لوگ زور آور ہوتے تھے صاحب فن ہوتے تھے اور عورتیں بھی ایسے فنون سے واقف تھیں اور نیک بھی ہوا کرتی تھیں۔

فیضان نظر

کاندھلے کے مولوی لطیف الرحمٰن صاحب نے ایک بنیے کا ذکر کیا جس نے کاندھلہ کی جامع مسجد کے سامنے دکان کی تھی اور ہر جمعرات کو نیا چراغ جلانے کے لیے عمر بھر مسجد میں دیتا رہا۔ جب ستر سال کا بوڑھا ہوگیا تو جمعہ والے دن عصر کے وقت مسجد میں آ کر لوگوں کو کہا کہ مجھے مسلمان بنالو جب اس کو کلمہ پڑھایا تو پڑھ لیا اور غسل کرا کر کلمہ پڑھایا گیا تھا۔ جب وضو کو کہا گیا تو بے تکلف باقاعدہ وضو کرلیا اور نماز کو کہا گیا تو بے تکلف الحمدللہ اور قل ھواللہ سے نماز درست طور پر پڑھ لی۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے بیان کیا کہ تیسرا دن ہوا دو سبز پوش مجھے خواب میں ملے انہوں نے مجھے کلمہ پڑھا دیا میں نے پڑھ لیا جاگ آئی تو کلمہ یاد تھا۔ دوسرے روز وہی سبز پوش پھر آئے اور نماز سکھائی خواب میں پڑھ لی اور وضو بھی انہوں نے ہی کرنا سکھایا تھا جب آنکھ کھلی تو وضو اور نماز مجھے آتا تھا۔ رات وہ پھر خواب میں آئے اور فرمایا کہ جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے جا کر مسلمان ہو جاؤ۔ جس کی تعمیل میں نے کر لی ہے اور میں اپنی دکان مسجد کے لیے وقف کرتا ہوں میرے کوئی اولاد نہیں مجھے مسجد میں دو روٹیاں دے دیا کرو۔ چنانچہ وہ پورا ہفتہ بھر مسجد میں نماز اور یاد الٰہی میں مشغول رہا۔ اگلے جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کو اٹھنے سے ٹھہرالیا اور کہا کہ وہ سبز پوش رات پھر مجھے خواب میں ملے تھے انہوں نے کہا کہ تمہاری موت آ گئی ہے کل بعد نماز جمعہ اپنے اسلام اور ایمان پر لوگوں کو گواہ کر لینا۔ لہٰذا اے بھائیو تم سب میرے گواہ رہو یہ کہہ کر **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** بلند آواز سے پڑھا لیٹ گیا اور جاں بحق ہوگیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ اسی حدیث کے مصداق لوگوں میں سے ہوئے جن کے لیے آتا ہے زندگی بھر انسان دوزخ کے کام کرتا رہتا ہے مگر خدا کو اور کچھ منظور ہوتا ہے اور مقدر میں جنت ہوتی ہے تو فوراً اس کی رہنمائی جنت کی طرف ہوتی ہے۔ او کما قال۔

طلبا کو ہدایت

ایک مجلس میں حضرت والا کے سامنے مولانا خیر محمد صاحب کے اس خیال کا ذکر آیا کہ طلباء کو اخبار وغیرہ بالکل نہیں دیکھنا چاہیے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں تجربہ سے یہ بات مجھے معلوم ہوئی ہے کہ دورانِ تعلیم ان امور کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ کیونکہ کام انسان سے ایک ہی اچھی طرح ہوسکتا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جو دماغی کمزوری پائی جاتی ہے وہ اور بھی ایسی پابندی کی متقاضی ہے۔

منطق و فلسفہ کے متعلق نظریہ

سلسلہ کلام میں منطق کی بُرائی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے خیال میں منطق میں بعض ابتدائی کتابیں کافی ہیں بڑی کتابوں کی مطلق ضرورت نہیں۔ البتہ اصول فقہ، فقہ، اصول حدیث، حدیث اصول تفسیر، تفسیر، پھر ان کے براہِ راست خادم صرف ونحو۔ معانی بیان ادب پڑھنے کے لائق ہیں اور منطق بالکل فضول ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دو ابتدائی رسالے اچھی طرح نکال لیے جائیں تو بس کافی ہے اور فرمایا کہ منطق کا نتیجہ فتنہ وفساد ہے اب تو یہ مناظرہ کے بھی کام کی چیز نہ رہی۔ حضرت والا نے بعض مناظروں میں عیسائیوں اور قادیانیوں وغیرہ سے مناظرہ کرتے وقت اس فن کا بے فائدہ ہونا نظیروں سے ثابت کیا۔

خدائی فضل وکرم

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کے کمال کے بل پر نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم سے رہنمائی فرماتے ہیں۔ اور مجھے تو یہی تجربہ ہوا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں کوئی کھٹک ہوئی تو توبہ واستغفار کر کے الحاح اور صداقت طلبی سے خالی الطبع ہو کر وضوحِ حق کی دُعا کی اللہ تعالیٰ نے تردد سے نکال دیا۔ کاش یہ بات جو بعد میں معلوم ہوئی پہلے معلوم ہو جاتی۔ دراصل ان باتوں میں وقت لگانا وقت ضائع کرنا ہے۔ مگر یہ بس کی بات بھی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل

سے ہی ایسا ہوسکتا ہے کہ وقت ضائع ہونے سے بچے۔ توفیق اسی کے ہاتھ میں ہے خود کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ پہلے طمانیت دے دیتا ہے وہ صحیح راستہ پر ہو لیتے ہیں ان کے لیے چلنا ہوتا ہے۔ اگر ان کی رفتار ست بھی ہو تو بھی وہ بہت کچھ طے کر لیتے ہیں اور ہماری حالت یہ رہی کہ اب ایک راستہ پر ہولیے آگے جا کر جب کسی طرح معلوم ہوا کہ یہ راستہ تو غلط ہے تو پھر اسی طرح لوٹنا ہوتا ہے اس طرح بہت ہی وقت ضائع ہوتا ہے اس کو یاد رکھو کہ اگر چہ چلنا اپنی رفتار سے ہوتا ہے مگر جو چلتا رہتا ہے وہ بہت راستہ طے کر لیتا ہے اور جو اِدھر اُدھر کے راستوں پر بھی ہولے اور پھر واپس آ کر راستہ لے اس کو بڑا وقت اور طاقت ضائع کرنا پڑتی ہے۔ خرگوش اور کچھوے کا قصہ مشہور ہی ہے کہ کچھوا خرگوش سے پہلے منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ حالانکہ اس کی رفتار خرگوش کے مقابلہ میں ہیچ تھی۔

بیماریاں نعمت ہیں

انسان بیماریوں سے بار ہا چھٹکارا پاتا ہے۔ مگر آخر اس کے لیے موت ہے۔ ہر چیز کو سوا خدا کے فنا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ بیماریوں سے فائدہ اٹھائے۔ یہ انسان کو بیدار کرنے کے لیے کار آمد ہیں۔ تا کہ وہ گناہوں سے تائب ہو اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے یاد الٰہی اور نیک کاموں میں ساعی ہو۔

اہل تبلیغ کو نصیحت

فرمایا کہ تبلیغ کا اگر اثر نہ ہو تو بددل نہ ہونا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ کمی میرے اندر ہے اور حقیقۃً یہ کمی ایسی ہے جو پورے طور پر تو پوری ہوا نہیں کرتی تبلیغ کے لیے جماعت میں جو اصول قائم ہوئے ہیں وہ بہت ہی مناسب ہیں۔ دراصل تبلیغ کرنے جانا اپنی تربیت کرنا ہے اگر باقاعدہ یہ کام کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور مبلغ اپنی تربیت کرتا ہوا اپنی گاڑی چلالے اس میں دوسروں پر نظر نہ رکھی جائے بلکہ اپنی اصلاح مدنظر ہو یہ پھر پھرانے کا کام دلچسپ بھی معلوم ہوا کرتا ہے۔ مگر پوری پابندی کی جائے اور دوسروں سے

زیادہ بلکہ کلیۃً اپنا خیال رکھنا چاہیے تا کہ جو چیز انسان کو حقیقی مبلغ بناتی ہے پیدا ہو جائے۔ مبلغ بننا اور تبلیغ کا مؤثر ہونا بھی نیت میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف رضائے الٰہی حاصل کرنا اور اپنی زندگی کو رضا کے کاموں سے وابستہ کرنا پیش نظر ہونا چاہیے۔

تبلیغ اور ذکر

اصل تبلیغ کا وقت انسان کا اس وقت ہوتا ہے جب اس پر آثارِ ذکر طاری ہو جائیں اور ان میں پختگی سی آ جائے پھر اللہ تعالیٰ نے بعض سے کام نہیں لینا ہوتا تو وہ تنہائی کے ہی ہو لیتے ہیں اور جن سے کام لینا ہوتا ہے ان کی طبیعت میں خود بخود جوش اٹھتا ہے اور تبلیغ ان کی ہی تبلیغ ہوتی ہے۔ اس تبلیغ کا ان کو اور لوگوں کو بے حد نفع ہوتا ہے۔

صحبت صالح کی ضرورت

انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرے اور ذمائم سے دور رہے اور یہ چیز ایسے شخص کی صحبت اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے جس کے اخلاق اور نفس کی اصلاح ہو چکی ہو مگر صحبت میں دو چیزیں شرط ہیں ایک تو شیخ سے محبت ہو اور عناد ہرگز نہ ہو اور ایک ذکر الٰہی صرف صحبت سے فائدہ نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ آج کل والوں کی صحبت ایسی قوی نہیں کہ حضور کی طرح اثر کرے اس لیے ذکر بڑا ضروری ہے صحبت اگر ہو گی تو آدمی شیخ کے اخلاق میں سے جذب کرے گا اور یہ جذب کرنا ایک طبعی خاصہ ہے کہ عناد سے خالی محبت آمیز صحبت کا یہ اثر ہونا ہی ہوتا ہے۔

صحبت صالح کے ثمرات

اولیاء اللہ اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو اور جب تک پختگی نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک تو اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں مگر اس کے بعد بھی بلکہ میں تو کہوں گا تمام عمر پھر ایسا کرو تا کہ ایمان سلامت لے جانے کی صورت بن جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے راستہ

کے بغیر اور کوئی راستہ انسان کی فلاح کے لیے نہیں بھیجا اور انبیاء کے تربیت یافتہ ہی ان کے جانشین ہیں اور اولیاء اللہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ جب پہلے کانگرس کی وزارتیں قائم ہوئی تھیں تو گاندھی جی نے کہا تھا کہ وزارتوں کو ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح چلانے کی کوشش کرو کیونکہ تاریخی دور میں اور کوئی اس سے اعلیٰ مثال ہم کو نہیں ملتی تو کفار کے نزدیک بھی معیاری طرز کی واقعی مثال سوا انبیاء کے نہیں ہے۔ (کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کو انہوں نے نظیر کے طور پر پیش کیا۔

رضائے حق کی فکر کرنی چاہئے

ایک صاحب نے ایک نوجوان کے متعلق سفارش کی جو کالج میں پڑھتے تھے کہ یہ آیت کریمہ پڑھنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آیت کریمہ کا عمل کس لیے کرنا چاہتے ہیں وہ نوجوان بولا کہ کچھ مقاصد ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا اس مالیخولیا میں مت پڑو اور اپنا پڑھو اور کسی اللہ والے کے ہاں حاضر ہو کر رضائے الٰہی کے لیے پڑھنا سیکھو۔ نیز فرمایا کہ میرے خیال میں خدا تعالیٰ جس سے ناراض ہوتے ہیں اس کو عملیات اور کیمیا میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی لکھی ہے اس میں آیت کریمہ بھی ہے اور لکھا ہے کہ پڑھنے کے لیے کسی کامل سے اجازت لینی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا کہ اب اجازت دینا گویا اپنے آپ کو کامل سمجھنا ہوا۔ مجھے بھی ایک زمانہ ہوا لڑکپن میں اتفاق سے ایک عملیات کی کتاب ملی اس میں سب سے آسان چند منٹ روزانہ پڑھنے کا ایک تسخیر کا عمل درج تھا میں نے خیال کیا کہ اسے کروں پھر خیال آیا کہ تسخیر کر کے کیا کروں گا۔ بس کرنا ہو تو اللہ میاں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کچھ کروں اس کے بعد مجھے کسی اور مقصد کے لیے کوئی عمل پڑھنے کا خیال تک نہیں آیا۔

تصوف کی حقیقت

فرمایا تصوف کیا ہے دنیا کے تمام مباح اور جائز کاروبار کو بھی دین بنا دینا۔ یاد رکھو اگر اس نیت کو بیدار رکھ کر کہ یہ کام میں اللہ کے لیے یعنی اس کی رضا کے حصول اور تعمیل احکام میں کرتا

ہوں کام کئے جائیں تو وہ بہت سی نفلی عبادتوں سے افضل ہو جاتے ہیں مثلاً مسلمان پر اپنے اہل وعیال کی پرورش کا ایک درجہ واجب ہے اب اگر اس واجب کی ادائیگی کے لیے وہ کام کرتا ہے مگر نیت کر کے اور غفلت ترک کر کے کرتا ہے تو نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے کیونکہ وہ ایک واجب ادا کر رہا ہے پس اس طرح ہر کام کو عبادت بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ حرام اور مکروہ نہ ہو کم از کم مباح اور جائز کا درجہ ہو اور ریا کاری سے خالص عبادت خواہ نماز ہی کو لو وہ شرک بن جاتی ہے کہ دکھاوے کے لیے کی جائے کیونکہ دکھاوے سے عبادت کرنا شرک ہے۔

مسائل تصوف کا مآخذ

سوال کیا گیا کہ صوفیوں نے اذکار اور اشغال جو مقرر کئے ہیں ان میں سے بعض کی اصل ہوتی ہے مگر بعینہٖ نہیں ہوتے اور بعض کی اصل ہی نہیں ہوتی تو کیا یہ دونوں اقسام بدعت ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان تمام چیزوں کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے باقی صورت یہ ہے کہ اصل تو اس میں توجہ الی اللہ ہونا ہے تو حضور کی صحبت اس درجہ قوی تھی کہ اس سے اتنی توجہ الی اللہ ہوتی تھی اور جن کو ہوئی جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ویسے تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے پر کھڑے بھی نہیں ہوتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ہر شئی قربان کرنے کے شائق تھے۔ اس پر ان کان اٰباؤ کم و ابناؤ کم الخ اور دیگر متعدد آیات پڑھیں۔

اہل یورپ کا انداز تعلیم

یورپ میں لوگ ماہرین سے مشورہ لیتے ہیں جو بچوں کی استعداد کا اندازہ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق بچوں کو تعلیم دیتے ہیں مگر ہمارے ہاں اس کا انتظام نہیں۔ یورپ والے زیادہ تر اسی لیے کامیاب ہوتے ہیں کہ جس استعداد کا بچہ ہوتا ہے اور جس طرح اس کا قدرتی رجحان ہوتا ہے وہ ویسی اور وہی تعلیم کراتے ہیں بیس پچیس سال پہلے میں نے اخبار میں ایک جرمن ماہر کا مضمون دیکھا تھا جو یہ کہتا تھا کہ وہ بچہ کہ

اپنے کھلونوں کے ساتھ یہ دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ اس شخص کو اگر فلاں بات کی تعلیم دلائی جائے تو یہ کامیاب ہوگا۔ (حافظ کے لیے بچے کی استعداد دیکھنی چاہیے)

بیماری و مصیبت باعث ثواب

موت جب اور جیسے ہوتی ہے مقدر ہوتی ہے مگر خودکشی کرنے والے کو شریعت مجرم قرار دیتی ہے۔ اسی طرح بیماری، صحت خواہ مقدرات سے ہو مگر کوتاہی کرنے والا کوتاہی کر رہا ہے اور انسان کی صحت پر اس کی حقیقی ترقی یعنی ہمیشہ کی آرام دہ زندگی منحصر ہے۔ یعنی انسان اگر قوی ہو تو اتنا ہی اس کی روحانی پرواز بھی بلند ہوتی ہے۔ یہ اخلاق جو اپنے غلط رخ کے باعث دوزخ میں لے جانے والے ہوتے ہیں ان کا رُخ صحیح کرلیا جائے تو یہی جنت میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں فرشتوں کو ترقی نہیں کیونکہ وہ حیوانیت کی طرف نہیں لوٹائے گئے۔ اگر انسان سے خداتعالیٰ بے حد پیار نہ کرتا اور اس کی فطرت میں دائمی راحت کی زندگی کی طلب نہ رکھتا تو اس کے لیے راستہ پیدا نہ کرتا جو کہ اعمال صالح ہیں اور وہ جسد انسانی کے بغیر نہ ہو سکتے یہ خداتعالیٰ کی مزید عنایت ہے کہ مقدرات سے پہنچی ہوئی ضعیفی اور بیماری کو بھی ثواب کا ذریعہ بنادیا۔ مگر وہ اسی صورت میں ثواب بنتی ہیں جب انسان کا رُخ درست ہو اور ملکہ تو بغیر صحت کے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس ملکہ کی وجہ سے آئی ہوئی بیماری اور مصیبت کو بھی انسان ثواب کا موجب بنا سکتا ہے۔

اہل قبور کا فیض

قبروں میں جانا تو سنت ہے اور اگر نشان رکھے جائیں تو اچھا ہے باقی یہ ضروری نہیں کہ جس طرح محرم میں قبروں پر مٹی ڈالنے کو مخصوص کرلیا ہے وہی کیا جائے نشان سے فاتحہ پڑھنے والے کو استحضار ہوتا ہے اور اگر اس میں صلاحیت اور صاحب قبر سے مناسبت ہے تو فیض بھی پہنچتا ہے مگر اس کی مثال چٹنی کی ہے کہ اکیلی چٹنی سے پیٹ نہیں بھرتا یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ قبر سامنے نظر آتی ہو تو استحضار عام طور پر زیادہ ہوتا ہے اور عبرت حاصل کرنا

اورموت کا یاد آنا جو لذات کو مٹانے والا ہے اتنا ہی ہوگا جتنا استحضار اور اگر مناسبت وصلاحیت ہوتو استحضار کی حیثیت کے مطابق عالم برزخ سے فیضان بھی ہوگا۔

محبت اور آداب محبت

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے دریافت کیا کہ صحبت کے کیا آداب ہیں فرمایا کہ صحبت کے آداب جس کی صحبت اختیار کی جائے اس کی محبت خود سکھا دیتی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ ناواقفیت سے دل کے دھڑکنے یا جسم کے تھرتھرانے کوقلب کا جاری ہونا سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں بلکہ قلب کا جاری ہونا ذکر کے آثار پیدا ہوجانے کا نام ہے۔نورانیت کسی چمک کا نظر آنا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کی طرف رغبت ہوگویا دل میں نورانیت آنا ہے نیز فرمایا کہ ایک درجہ کا خلوص ہی ذکر کے آثار ہیں۔

طلبا کیلئے حسن نیت کی ضرورت

دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو ابتداء میں اپنی نیت تو کسی کی عموماً ہوتی نہیں بلکہ والدین اور سرپرست بھی خالی الذہن ہوکر یا فاسد نیت سے پڑھاتے ہیں اَب یہی صورت ہے کہ کسی اللہ کے بندے کی صحبت اٹھا کر پہلے اپنے آپ کو اسلام کا حامی بنالیں' اصلاحِ نیت کرلیں اور اخلاق کو سنوار لیں پھر خواہ دینی تعلیم وتعلم کا کام کریں یا معاشی سب ٹھیک ہوگا اور یوں اگر بڑے سے بڑے دینی مدرسہ کے صدر مدرس بھی بن جائیں اور ان سے ہزاروں لوگ دین پڑھیں مگران کے لیے وہ دنیا ہے دنیا رہے گا۔

صوفیاء کی بیعت

صوفیاء کی بیعت ایک عہد ہوتا ہےاور ہر عہد کا ایک اثر ضرور ہوتا ہے کم ہو یا زیادہ چنانچہ اس پر تجربہ شاہد ہے فرمایا کہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اس لیے وہ بیعت طریقت اور بیعت خلافت دونوں کر سکتے تھے اور چونکہ سلطنت کا اثر سب اثروں پر عموماً غالب ہوتا ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام دوسرے تبلیغی کمالات اور ذرائع کے ساتھ ساتھ حکومت بھی اللہ تعالیٰ نے دی تاکہ ہدایت علی وجہ الکمال ہو جائے تو یہی رنگ خلفائے راشدین مہدیین کا بھی ہوا مگر بعد میں جب خلافت جامع کمالات نہ رہی تو صوفیاء نے بیعت طریقت جاری کی، اور اس میں عہد ہوتا ہے جو عزم پر اثر ڈالتا ہے اور خدا کے حضور گناہوں سے توبہ اور نیکیوں پر استقامت کی دعا مزید برآں ہے کہ اللہ والوں کی دعاؤں میں تاثیر ہوتی ہے۔

ماحول کی تاثیر

اللہ کا نام تو صرف زبان سے لینے سے بھی اثر ہوتا ہے اور زبان کے ساتھ دل ہو جائے تو پھر کیا کہنے اور یہاں تو یہی پیدا کرنا ہے کہ ماحول ہو، صحبت ہو ذکر ہو ماحول تو آئندہ شاید اب سے دینی اعتبار سے بدتر ہو اور صحبت بھی مفقود ہوتی جارہی ہے ذکر جیسا ہو غنیمت جان لو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جائے اور پھر جو چیز ادھر سے آتی ہے وہ تو اس کے اختیار میں نہیں ہے اصل چیز وہی ہے پس جتنا کرنے کا کام ہے کر لو خدا کے فضل سے آنے والی شے بھی زندگی میں یا بعد میں آ ہی جائے گی بس یہ کر لو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت

صحابہ کرام کی ہر شئے میں فوقیت کی وجہ ایک چیز یہ تھی جو ان کے دلوں میں ڈال دی گئی تھی وہ حقیقت کیا تھی حضرت والا نے فرمایا کہ جس طرح کسی کو کسی چیز کا خیال لگ جائے تو ان کو دین کا ہمہ گیر خیال ایسا لگا ہوا تھا جو اوروں کو حاصل نہیں آجکل بھی بعض چیزوں کا بعض آدمیوں کو خاص خیال لگ جاتا ہے یہ اس کے سمجھنے کی مثال ہے۔

حضرت خالد بن ولید کا شام کی ایک ایسی جنگ کا قصہ ہے کہ اس سے پہلے بہت سی فتوحات ہو چکی تھیں، تین دن ایسا ہوا کہ جنگ کی مشغولیات سے واپس آتے مگر خیمہ میں چھینکے

پر روٹی نہ ہوتی، کھجور یا ستو یا جو ملتا اس سے اپنا کام چلاتے مگر غلام سے نہ کہا تیرے دن خادم کو بلا کر کہا بیٹا قرآن میں ہے کہ انسان جسم کا قیام کھانے پر ہے آخر کیا وجہ ہے کہ تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا۔ اس نے حیران ہو کر جواب دیا کہ میں تو جو کی روٹی حسب معمول پکاتا ہوں اپنا حصہ کھالیتا ہوں آپکا حصہ چھینکے پر رکھ دیتا ہوں اور سمجھتا رہا کہ آپ آ کر کھا ہی لیتے ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا اس میں بھی کوئی بہتری ہے دیکھو کہ روٹی کون لے جاتا ہے اگلے روز دیکھا کہ سامنے کے محصور شہر میں سے بدرو کے راہ ایک کتا آتا ہے اور روٹی لے کر اسی شہر میں چلا جاتا ہے چنانچہ اسی راہ سے گھس کر اس شہر کو جو کافی مہم کے بعد بھی فتح نہ ہوتا تھا فتح کر لیا۔

ہمارے اکابر کی جامعیت

ہم میں قحط الرجال ہے کوئی جامع آدمی نہیں، دیوبند میں بھی بہت عرصہ سے صرف ایک ایک آدمی چلا آتا ہے مگر شکر ہے کہ خالی ابھی نہیں ہوا۔ حضرت مدنی جامع آدمی ہیں اور کوئی ہمیں نظر نہیں آتا عرض کیا گیا کہ حضرت مدنی تو لوگوں کو حضرت کی طرف بھیجتے ہیں، فرمایا دوسروں کی دولت زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے۔ یہ حضرت مدنی کی نیک گمانی ہے ورنہ ہم میں کیا رکھا ہے فرمایا آدمی مشکل سے بنتا ہے حضرت مدنی نے چھوٹی عمر میں ان حضرات یعنی شیخ الہند اور دوسرے حضرات سے پڑھا اور گنگوہ بیعت ہوئے پھر مدینہ منورہ گئے مگر پھر آ کر شامل درس ہو جاتے تھے حضرت شیخ الہند فرمایا کرتے تھے کہ ان مولوی حسین احمد کو دیکھو سینگ کٹوا کر پھر بچھڑوں میں آ شامل ہوئے پھر حضرت کی صحبت اٹھائی۔ کسی نے کہا کہ حضرت بڑی محنت کرنی پڑی، فرمایا او ہو محنت کچھ نہیں اصل تو تعلق محبت اور خدمت وصحبت ہے اور عشق کی بات ہے شیخ سے عشق ہو تو عشق بڑی آسانی سے سب کچھ کرا دیتا ہے وہی استاد راہ ہو جاتا ہے زیادہ محنت اور پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں بنتا بلکہ دماغ کمزور ہو جاتا ہے یہ پیر کی محبت اس کی خدمت اور اس کی صحبت کی برکت ہے حضرت مدنی نے پڑھانا بھی اسی لیے اختیار کیا کہ لوگ آئیں مگر اچھی استعداد کے لوگ آتے نہیں جب لوگ نہ آئیں تو آدمی کہاں سے بنیں۔

لمحات زندگی غنیمت ہیں

مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا ذکر ہم ضرور کرتے ہیں مگر اس سے بھی زیادہ جس چیز کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ زندگی کو غنیمت شمار کرو ذکر الٰہی میں لگو اور اخلاق سنوار لو کہ بے شمار انبیاء علیہم السلام' بے شمار اور بہت زیادہ اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مشاہدات صادقہ کی بناء فرمایا ہے کہ آخرت میں ایمان اور عمل کام آئیں گے ہر نبی کو جنت دوزخ اور آخرت کا مشاہدہ کرایا گیا ہے اور اولیاء کرام کو بھی اکثر ایسا ہوا ہے ان کا ایمان حقیقی تھا وہاں ظن وتخمین اور عقلی دلائل اور سماعی باتوں پر بنیاد نہ تھی بلکہ مشاہدہ پر وہ گواہ تھے اور گواہ سنی سنائی یا قیاسی بات نہیں بلکہ دیکھی کہا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے یقین دیتا ہے یقین دیکھنے سے مکمل ہوتا ہے میں تو نہیں مگر میں نے اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ ان کو کیا کچھ حاصل تھا اور سچ ہے مجھے بھی ابتداء میں مالیخولیا تھا کہ ہم ایسی چیز پر کیسے یقین لاسکتے ہیں جو دیکھنے سننے چھونے میں نہ آسکے مگر حضرت کی برکت سے یہ سمجھ میں آ گیا اور دل میں اتر گیا کہ اللہ چاہے تو ضرور یقین حاصل ہو جاتا ہے پس جب آخرت میں اپنی کمائی سے کام پڑتا ہے تو جو ہو سکے کما لو۔

تخلیق انسانی کا مقصد

دنیا میں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ رویت باری بلا حجاب کا متحمل ہو سکے اور اپنی استعداد کے موافق انسانیت عبدیت کی تکمیل کر لے یہاں پر تمام چیزیں جو تجلیات باری کے پرتو سے عالم وجود میں آئیں اس لیے ہیں کہ انسان کو باری تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں باری تعالیٰ میں متوجہ کرنے والی صفات خاص طور پر تین ہیں۔ جمال' کمال اور احسان' ہر شے کی خوبصورتی جمال کا پرتو ہے اور خوبی کمال کا اور انسان کے ساتھ اس کا تعلق احسان ہے۔ شکر گزاری بندہ کی یہ ہے کہ وہ ہر شے کا عطیہ باری ہے شکر یہ ادا کرے نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے' یعنی غور وفکر کرے کہ وہ لاشئے تھا اس کو وجود بخشا نطفے ضائع بھی ہو جاتے ہیں مگر اس کو

ضائع ہونے سے بچالیا اور حمل ضائع ہو جاتے ہیں اس کی حفاظت فرمائی۔ پیدائش کے وقت اسقاط ہو جاتا ہے یا اور کوئی خرابی جس کے باعث زندگی تلف ہو جاتی ہے یا ناقص الخلقت پیدا ہو جاتا ہے مگر خدا نے سالم اور جیتا جاگتا پیدا کیا اور خلقی نقائص سے مامون رکھا اگر دودھ چوسنے کا الہام نہ فرماتا تو ماں باپ اور دنیا بھر کے طبیب ڈاکٹر بھی مل کر کچھ نہ کر سکتے مگر خوراک پانے کا انتظام فرما کر ربوبیت فرمائی اس طرح زندگی کے ہر لمحہ میں کتنے احسانات ہوتے ہیں کہ انسان گن بھی نہیں سکتا۔ یہ مراقبہ کرے تو انسان خدا کے احسان بے شمار محسوس کرے اور دل و جان سے شکر میں جھک جائے یہ راستہ خدا تک پہنچنے کا اس کا قرب حاصل کرنے کا' اس کی بندگی اختیار کرنے اور اسکی ناراضگی سے دور رہنے کا اور رضا حاصل کرنے کی والہانہ آمادگی اس کے اندر ابھرنے اور جوش میں آنے کا بڑا آسان' مضبوط مامون اور بے غل وغش ہے۔

خود کی اصلاح کی فکر

مسلمانوں کو بجائے دوسروں کی غلطیوں اور زیادتیوں کا ماتم اور شکوہ کرنے کے اپنی غلطیوں کو ٹٹولنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ موجودہ ناخوشگوار حالات ان کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ اور خمیازہ ہیں وہ غلطی یہی ہے کہ ہم نے اسلام کو لائحہ زندگی بنانے اور اسلامی اصولوں کو جدید حالات میں کام لانے میں کوتاہی کی ہے اس لیے اب اگر چاہتے ہیں کہ یہ حالات بدل جائیں تو دعا اور عمل سے خدا کی طرف رجوع کریں اخلاق درست کریں اگر ایسا کرلیا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انفرادی تقویٰ اختیار کیا تو افراد کو حسب مقدار تقویٰ فائدہ ضرور پہنچے گا اور اجتماع نے ایسا کرلیا تو اجتماعی مشکلات بالکل بالکل رفع ہو جائیں گی حقیقتاً یہ جو خلاف طبع حالات ہم کو روز بروز پیش آرہے ہیں اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت ہیں اگر ہم نیک ہو جائیں تو حالات بھی موافق ہو جائیں گے اور اس میں یہ بھی ہے کہ دوسروں کو گلہ ایک فریب ہے جو سچی توبہ اور صحیح جائزہ سے محروم رکھتا ہے اس لیے اس کو دل سے نکال دیجئے اور نیک بن جائیے پھر اللہ جس راستہ سے منظور ہوگا حالات کو بدل دے گا۔

آداب شیخ

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ شیخ کے ساتھ کس طرح ادب آداب سے رہے جس سے مرید کو فائدہ پہنچے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اصل اس میں محبت ہے محبت خود آداب کی استاد ہے اور کم از کم یہ ہے کہ اعتراض جی میں نہ رکھے اور مخالفت نہ ہو تو فائدہ حسب استعداد پہنچتا ہی ہے۔ اصل تو اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے نیک بندوں کی صحبت' آپ آخر لکھنؤ سے میرے پاس آئے ہیں محبت نہ ہوتی تو کیوں آتے اس سے بھی زیادہ محبت ہو تو اور اچھا ہے۔ عشق ہی انسان کا آداب میں استاد ہے ایک پنجابی شاعر نے کہا ہے کہ عشق انسان کو وہاں پہنچا دیتا ہے جہاں انسان ویسے نہیں پہنچ سکتا کسی نے پوچھا کہ عشق کیسے پیدا ہوتا ہے فرمایا ذکر الٰہی اور نیکوں کی صحبت سے حسب استعداد عشق و محبت پیدا ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ ہمارا وجود یعنی ہونا جو ہے یہ خدا کی طرف سے ہے اسے روح بھی کہتے ہیں تو ہر انسان میں اپنی اصل کی طرف کشش ہوتی ہے جیسے اپنے وطن کی طرف ہر انسان کو کشش ہوتی ہے تو یہ دنیا اصل میں ہمارا وطن نہیں وطن تو وہ ہے جہاں سے آئے ہیں اب اگر یہاں کی چیزوں میں دل پھنس جائے تو ادھر کی کشش کم ہو جائے گی مگر یہ ماسوا کی محبت کے عارضی اثر اگر کم ہو جائیں تو اصل فطری جذبہ جو اس وطن کا ہے ابھر آئے گا اور وہاں کا شوق اور خدا کی محبت و عشق پیدا ہو جائے گا یہی مقصود ہے اللہ نے ہمیں یہاں دنیا میں کمانے بھیجا ہے جو شخص یہاں خدا کی یاد کما لے جائے گا اس وطن میں پہنچ کر اتنے ہی آرام و راحت سے رہے گا اسی کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

یعنی جو نیک کام کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہے اسے ہم حیٰوۃ طیبہ دیتے ہیں یعنی پاکیزہ زندگی۔

معرفت نفس

جب انسان اپنے نفس کو پالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی پالیتا ہے۔ نفس کو پانے سے مراد نفس کی معرفت ہے اور نفس کی معرفت سے اس کے پیدا کرنے والے کی معرفت پیدا ہو جاتی ہے۔

(از ارشادات حضرت رائے پوری مدظلہ جمع فرمودہ مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری رحمہ اللہ)

مختصر سوانح

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا لاہوریؒ کے انتقال پر ملال کی اچانک اطلاع ملی تو دل ودماغ پر ایک بڑا دھچکا لگا اور دیر تک اناللہ کا ورد جاری رہا۔ آپ علم وفضل، اخلاص وتقویٰ اور سادگی وتواضع کا عظیم پیکر تھے۔ آپ لاہور میں دیوبندی مسلک کا پہلا نمونہ تھے۔ جنہوں نے نصف صدی تک قرن اول کے مسلمانوں کی یاد تازہ کی اور بے غرضی اور لگن کے ساتھ احیاء دین اور شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے کام کیا۔ آپ کی زندگی دینی اور علمی خدمات میں بسر ہوئی۔ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی تعلیم وتدریس سے آپ کو خاص شغف تھا۔ اور اس کا آپ کے ہاں بڑا اہتمام تھا۔ دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلباء بھی اسی غرض سے لاہور جاتے اور آپ کے درس قرآن سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ ایک عالم باعمل اور درویش صفت بزرگ تھے۔ ان کی زندگی میں سادگی، خلوص اور تواضع نمایاں اوصاف دکھائی دیتے تھے۔ آپ کی ذات مرجع خواص وعوام تھی۔ تحریک خلافت اور جمعیت علماء ہند میں شامل رہے۔ تقسیم کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا ارادہ فرمایا اور جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے۔ آپ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے دارالعلوم میں قرآن خوانی کی گئی۔ اور علماء وطلباء کے اجتماع میں آپ کے اوصاف وکمالات بیان کر کے دعائے مغفرت کی گئی۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور صاحبزادوں کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! (پچاس مثالی شخصیات)

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے انمول اقوال

خلاصہ قرآن مجید

قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ، خدا سے جوڑ۔ قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔

مقصد حیات

راہ ہے اسلام، راہرو ہے مسلمان، منزلِ مقصود ہے دربار الرحمان۔

اتباع شریعت کی اہمیت

اگر کوئی شخص آسمان پر اُڑتا ہوا آئے، لاکھوں مرید پیچھے لگا لائے، دریا پر سے گزرتا ہوا آئے مگر اس کا مسلک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے، اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کرے گا۔

شیطان کی گمراہی

ہمارے باوا آدم تو انتقال فرما گئے ہیں مگر شیطانوں کا باوا آدم ابھی تک زندہ ہے اس لیے گمراہی زیادہ عام ہے۔

شیطانیت

شیطان اس لحاظ سے بڑا عقلمند ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کو بے وقوف بنادیتا ہے۔ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔

فوائد بیعت

بیعت کے دو فائدے ہیں۔(۱) قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْراً عَظِیْمًا.

ترجمہ: اور بہت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ان کیلئے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم ہے اور

(۲) یہ کہ قرآن مجید میں قیامت کے متعلق ارشاد ہے۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا۔

ترجمہ: جس دن لوگ ٹولے ٹولے ہو کر آئیں گے۔ تو ہر ایک اپنے شیخ سے ملتے ملتے اوپر تک مل جائے گا۔ الحمدللہ کہ ہمارا سلسلہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

دینی تعلیم کی ضرورت

لاہوریو! تم نے اپنی اولاد کو بی۔ اے، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کرایا۔ وکالت اور ڈاکٹری پڑھائی لیکن ایسی اولاد کو کیا کرنا اور اس کا کیا فائدہ جس کے لیے تم نے سب کچھ کیا مگر وہ اپنے باپ کے جنازہ پر دُعائے جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتی۔

شرک سے احتراز

ولی کبھی مشرک نہیں ہوسکتا اور مشرک کبھی ولی نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی نازک مزاج محبوب ہے وہ اپنے تعلق میں غیر کی شراکت برداشت نہیں کرسکتا۔

طلب صادق اور صحبت

طلب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد شیخ کامل کی صحبت میں اسکا عکس ظاہر ہونے لگتا ہے۔

خلوص کے کرشمے

مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں اور علمائے ربّانی دکان دار' دکان ان کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن ۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان ۔ جو خالص نیت سے ایمان خریدنے یہاں آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

اہل اللہ لائق دوستی

دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار صرف اللہ ہے جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ شفاعت کیے بغیر چین نہیں لیں گے یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار۔ بیوی' اولاد اور برادری اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو۔

اہل اللہ کا مقام

موتی ملنے ارزاں مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔

اللہ والوں کے جُوتوں کی خاک میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے' نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدانِ حشر میں بھی۔

فیض کا سلسلہ

عقیدت' ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

دنیا کی حالت

لوگ کہتے ہیں اس جہاں میں بینا سارے' اندھا کوئی کوئی' میں کہتا ہوں اس جہاں سارے اندھے بینا کوئی کوئی۔

مخالفین قرآن کی حالت

جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے' وہ آخرت کے لحاظ سے نپٹ اندھے ہیں۔

صحبت کی ضرورت

شیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو سب کرتے ہیں مگر پختہ وہی ہوتا ہے جو صحبت میں مدت مدید پانے کے بعد پک کر نکلے۔

امید و خوف

کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کامل ہو گیا ہوں' قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے۔

مقام والدین

ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔ ان کے لیے دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔

مقام قرآن

گوشِ ہوش سے سنیئے اگر آپ نے پیرس' برلن' ٹوکیو وغیرہ کی یونیورسٹیوں سے ڈگریاں تو حاصل کر لیں لیکن قرآن مجید سے جاہل ہیں تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

نصیحت:۔ میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو۔ جبر و صبر کی عادت ڈالو۔ خدا کو یاد رکھو یہ دُنیا فانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزقِ حلال کما کر کھاؤ۔

ریاضت کا ثمرہ

طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودے کو پانی دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہو تو ترقی ہوتی ہے۔

کن کی صحبت اختیار کی جائے

اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں میں رکھیے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جائے ہمیشہ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔

والدین کا فریضہ

والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں۔ ورنہ قیامت کے روز ان سے باز پُرس ہوگی اور وہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے۔

ایمان

خدا اور اس کے فرمان کو دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہی ایمان ہے۔

اہمیت نماز

اگر کوئی شخص نماز کو فرض سمجھتے ہوئے بھی نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے۔

مرد و عورت میں تقسیم کار

مرد کام کے لیے اور عورت اس کے آرام کے لیے ہے۔

رضائے حق

اگر آپ کی کسی سے دوستی ہو تو صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اگر دشمنی ہو تو بھی خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔

مطالعہ قرآن کا اصول

تفکر بالقرآن اور تدبّر بالقرآن کا نظریہ مطالعۂ قرآن کے وقت پیش نظر ہونا چاہیے۔

جرأت ایمانی کا وسیلہ

قرآن کی تعلیم سے ہی جرأتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے۔

کمال انسانیت

اتباع قرآن وشریعت سے انسان کامل انسان بنتا ہے۔

قرآن وحدیث کی اہمیت

حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

شرک کی قباحت

جس طرح ایک مرد اپنی بیوی سے غیر مرد کے تعلقات کو برداشت نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی غیر اللہ سے ان تعلقات کو جو ان سے ہونے چاہئیں پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی غیر اللہ سے تعلق ہو تو وہ شرک ہے۔

غیر اللہ کو سجدے کرنا' ان سے مرادیں مانگنا' ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھانا یا مصیبت کے وقت ان کی امداد طلب کرنا بھی شرک ہے۔

مسلمانوں کی حالت زار

کافر بتوں کو سجدے کرتے تھے اور آج مسلمان اولیاء کرام کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔

اہل علم کو انتباہ

جن علماء نے قرآن کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے' وہ یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔ مجموعہ ہدایت قرآن ہے۔

ہادی کی آواز پر اگر آپ لبیک نہیں کہہ سکتے تو خدارا اسے تنگ تو نہ کیجئے۔

اہل اللہ کوایذ ارسانی کا وبال

یادرکھیے! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جواذیت پہنچاتا ہے خدااس کوتباہ وبرباد کر دیتا ہے۔

اتمام حجت

ہادی اتمام حجت کے لیے آتے رہیں گے تاکہ قیامت کے روز لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے خداوند تعالیٰ آپ نے کب ہمیں راہِ راست دکھائی تھی کہ ہم تیرے حکم کی تعمیل کرتے۔

ہوش میں آئیے

رنڈیوں' شراب خانوں اور سینما خانوں سے ہم عشق کرتے ہیں لیکن خدااوراس کے دین سے نفرت۔ خدارا اپنی بھلائی اور بہتری کے لیے آنکھیں کھولو۔

مومن کامل

کامل مومن وہ ہے جس کا تعلق خالق اور مخلوق سے ہے۔ خالق کو راضی کرنا آسان ہے لیکن مخلوق کو بہت مشکل۔ مخلوق کو خوش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا حق ادا کردے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔

صلہ رحمی

صلہ رحمی یہ نہیں کہ جوڑنے والے سے جوڑے بلکہ توڑنے والے سے جوڑے' صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ''مرنے سے پہلے مرجاؤ۔''

مرض کی علت

بیماری انسان کے لیے تنبیہ ہے۔

حلال معیشت

حرام کی کمائی نورِ ایمان کو ختم کر دیتی ہے' اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرو۔

تقاضہ ایمان

ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تیرے دروازے پر جا رہا ہوں' وہاں پر تیرا جو حکم تیرا بندہ بتائے گا دل سے مان کر عمل کروں گا۔

نیک و بد کا فرق

بد کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی رُسوا نہیں ہو سکتے۔

رزق حلال کی برکت

نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی' اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔

فریب کاری سے بچئے

جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا۔ وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔

قرآن کریم

قرآن کے فرمان کا اتباع کرنے والے دانش مند' مآل اندیش اور مخالفین پاگل ہیں۔ (ماخوذ از مردِ مومن)

مختصر سوانح

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی قدس سرہ ہمارے دور کی ان عظیم شخصیات میں سے تھے جن کے محض تصور سے دل کو ڈھارس اور روح کو یہ اطمینان نصیب ہوتا تھا کہ قحط الرجال کے اس زمانے میں بفضلہ تعالیٰ ان کا سایہ رحمت پوری امت کیلئے ایک سائبان کی حیثیت رکھتا ہے۔ علم وفضل کے شناوروں کی تعداد اب بھی شاید اتنی کم نہ ہو عبادت و زہد کے پیکر بھی اتنے نایاب نہیں، لیکن ایسی شخصیات جو علم و فضل، سلامت فکر، ورع و تقویٰ اور اعتدال و توازن کی خصوصیات جمع کر لینے کے ساتھ ساتھ امت کی فکر میں گھلتی ہوں اور جن کے دل دردمند میں عالم اسلام کے ہر گوشے کیلئے یکساں تڑپ موجود ہو خال خال ہی پیدا ہوتی ہیں اور ان کی وفات کا خلا پر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو انہی خصوصیات سے نوازا تھا اور اب ان صفات کا جامع دور دور کوئی نظر نہیں آتا۔

حضرت مولانا اصلاً دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے تعلیم و تربیت یافتہ تھے لیکن اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے دار العلوم دیوبند سے بھی اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اس طرح ان کی ذات میں برصغیر کے ان دونوں عظیم اداروں کے محاسن جمع فرما دیئے تھے پھر علم ظاہر کے اس مجمع البحرین کو اللہ تعالیٰ نے علم باطن کا بھی حصہ وافر عطا فرمایا۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت و

صحبت سے فیض حاصل کیا اور طریقت کے میدان میں بھی حضرت رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز کی حیثیت سے آپ کا فیض دور دور تک پھیلا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں جن ہمہ جہتی خدمات کیلئے چنا تھا ان کے پیش نظر وہ کسی ایک ملک کی نہیں، پورے عالم اسلام کی شخصیت تھی۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے سامنے جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا تو اکثر وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ موفق من اللہ ہیں اور جوں جوں حضرت مولانا کی خدمات سامنے آتی گئیں حضرت والد صاحب قدس سرہ کے اس جملے کی حقانیت واضح ہوتی گئی۔ لیکن ان ہمہ جہتی خدمات اور عالمگیر مقبولیت کے باوجود حضرت مولانا تواضع کے پیکر تھے۔ ان کے کسی انداز و ادا میں عجب و پندار کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ قبول حق کیلئے ان کا ذہن ہمیشہ کھلا ہوا تھا اور وہ اپنے چھوٹوں سے بھی ایسا معاملہ فرماتے تھے جیسے ان سے استفادہ کر رہے ہوں۔ (نقوش رفتگاں)

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

قرآن زندہ جاوید معجزہ

قرآن مجید مجموعی حیثیت سے بھی وہ معجزہ ہے اور جزوی حیثیت سے بھی معجزہ ہے۔ یعنی اس کی ایک ایک آیت معجزہ ہے' ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے۔ لیکن بہت کم لوگوں کی اس پر نظر ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت مستقل ایک معجزہ ہے اور اس کا اعجاز مختلف زمانوں میں اور مختلف حالات میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آفتاب کی مثال دینا بھی بے ادبی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آج ہی نازل ہوا ہے۔

قرآن دولت عظیم

بڑے بڑے فرمانرواؤں' سرمایہ داروں اور دولت مندوں کو دینے کے لئے اگر کوئی چیز ہے اور جو اضافہ کرسکتی ہے دنیا بدل سکتی ہے' قسمت چمکا سکتی ہے وہ قرآن مجید کی بھیک ہے۔

قرآن زندہ کتاب

میں نے قرآن مجید کو اس نظر سے پڑھا کہ وہ ایک زندہ کتاب اور ایک بولتا ہوا مرقع اور آئینہ ہے جس میں افراد بھی اپنے چہرے دیکھ سکتے ہیں۔ قومیں بھی اپنی صورتیں دیکھ سکتی ہیں اور قوموں' سلطنتوں' تمدنوں کی ترقیات وعروج کے انجام بھی اس کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مطالعہ قرآن کا طریقہ

قرآن مجید کو اپنی ذاتی کتاب سمجھا جائے' یہ کتاب ابدی ہے' آسمانی ہے' لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے' میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے' اس میں میری ذاتی کمزوریاں بھی بیان کی گئی ہیں' میرے ذاتی امراض کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے آپ کو تلاش کر سکتا ہے۔ یہ جب ہوگا کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں یا اپنی کتاب سمجھیں اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو' لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی پہلے اپنی اصلاح ہو جائے۔

قرآن کا مزاج

قرآن مجید کا مزاج صدیقی ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ نماز پڑھاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہو جاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے معاف رکھا جائے کہ وہ رجل بکاء ہیں جب وہ قرآن شریف پڑھنے لگتے ہیں تو پڑھ نہیں سکتے' ان پر گریہ غالب ہو جاتا ہے اور لوگ سن نہیں سکتے ہیں اور یہی شکایت کی تھی مشرکین قریش نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی اور انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی' جب تک کہ وہ سری نماز پڑھتے رہے تو لوگ وہاں جمع نہیں ہوئے لیکن جب وہ قرأت کرنے لگے مرد و عورتیں اور بچے وہاں جمع ہونے لگے۔ پھر وہ رقت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے لگے تو پتھر بھی موم ہونے لگے تھے اور دلوں پر ایسا اثر ہونے لگا کہ قریش کو یہ فکر پڑ گئی کہ کہیں مکہ معظّمہ کی زندگی میں تہلکہ نہ مچ جائے اور زمام کاران کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے' اصل میں قرآن کا مزاج ہی یہی ہے کہ درد کے ساتھ' ایمانی حلاوت کے ساتھ پڑھا جائے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا مطالعہ قرآن

میں نے قرآن مجید کے بارے میں کسی کا فہم اتنا عمیق نہیں پایا جتنا کہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا۔ یہ ایک تاریخی انکشاف ہے لوگ سید صاحب کو مورخ اور سوانح

نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں، متکلم کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن میرے نزدیک فہم قرآن میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ مجھے ہندوستان ہی نہیں بلکہ تحتی براعظم میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کا مطالعہ قرآن اتنا وسیع اور عمیق ہو اور غائر مطالعہ کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان وادب اور بلاغت اور اعجاز قرآنی کا مطالعہ ان کا بہت وسیع و عمیق تھا۔

قرآن کی عالمگیریت

قرآن مجید تحت الثریٰ سے اٹھا کر افلاک وثریا پر پہنچا سکتا ہے اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں، ان کو منہ کے بل گرا دیتا ہے یہی قرآن مجید جس نے عرب کے خانہ بدوشوں، صحرانشینوں کو جن کے پاس پیٹ بھر کھانے کو تھا نہ تن ڈھانکنے کو تھا، کہاں سے کہاں پہنچا دیا، جو ساربان تھے ان کو جہانبان بنا دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

یہی قرآن مجید ہے جس نے عرب کے بدوؤں کو خانہ بدوشوں کو جن پر دنیا کو توجہ بھی نہ ہوتی تھی۔ جہاں بان و جہاں دار و جہاں آرا ..... بنا دیا۔

قرآن میں توحید کی تعلیم

توحید کے بارے میں واضح سے واضح، صریح، طاقتور سے طاقتور دوٹوک بات جو کہی جا سکتی ہے قرآن مجید میں موجود ہے، قرآن مجید پڑھ کر آدمی سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مشرک نہیں ہو سکتا۔ میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ وہ ٹھوکریں کھا سکتا ہے، بے عمل ہو سکتا ہے، وہ فسق کی راہ اختیار کر سکتا ہے، لیکن جہاں تک توحید و شرک کا تعلق ہے تو قرآن مجید بالکل سورج کی طرح روشن اور سورج کیا چیز ہے اس میں کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش نہیں اور جہاں تک رسالت کے عقیدہ کا تعلق ہے کہ نبوت کیا چیز ہے؟ انبیاء کیا ہیں؟ ان کے ذمہ کون سی چیز سپرد کی گئی؟ ان کو کیا حکم ہوتا ہے؟ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟ ان کی سیرت کیسی ہوتی ہے؟ ان کی زندگی کیسی پاکباز انہ

اور بلند ہوتی ہے؟ یہ قرآن مجید میں صاف طور سے بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنا تعارف بھی کراتے ہیں، وہ شبہات کو بھی دور کرتے ہیں۔ آپ سورہ اعراف پڑھئے، سورہ ہود پڑھئے، سورہ شعراء پڑھئے، اس میں ایک ایک نبی کا نام لے کر تعارف کرایا گیا اور ثبوت دیا گیا۔

اپنی اصلاح مقدم ہے

قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے کو تلاش کر سکتا ہے، یہ جب ہوگا جبکہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو، لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی پہلے اپنی اصلاح ہو جائے۔

انبیاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میری ہدایت ہو جائے پھر میں دوسروں سے کچھ کہوں، ہم میں سے بہت سے لوگ قرآن مجید کو اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ حجت بنے، دوسروں کو شرمندہ کیا جائے، دوسروں پر حجت قائم کی جائے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پڑھتے تھے اپنی اصلاح کیلئے۔

ہم داعی یا مبلغ ہوں، یا دین کے شارح یا ترجمان، ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ یہ دین اور دعوت ہم نے انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کی ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت لے کر نہ آتے تو ہم کو اس کی ہوا بھی نہ لگتی۔ یہ رہبر کامل اور فرستادہ خدا، انبیاء و مرسلین ہیں جو انسانوں کی رہنمائی کیلئے دنیا میں آتے رہے اور گم کردہ اور حیران و سرگرداں انسانی قافلوں کو اپنے اپنے وقت اور زمانہ میں خدا تک پہنچاتے اور جنت کا مستحق بناتے رہے۔ تنہا انہی کے ذریعہ صحیح معرفت الٰہی، مقصد تخلیق کا علم اور زندگی گزارنے کا صحیح راستہ مل سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا یہی واحد راستہ ہے، جو جہالت و ضلالت، سوء فہم و غلطی تعبیر سے محفوظ ہے۔

خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی ہے

قرآن مجید یہی دعویٰ کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی ہے۔ جب انسان خدا کو بھلاتا ہے تو وہ یہ دکھا دیتا ہے کہ پھر اپنے کو بھولتا چلا جاتا ہے۔ اس کو خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے۔ زندگی کا انہماک بڑھتا چلا جاتا ہے، ساری زندگی انسان کے گرد چکر لگاتی نظر آتی ہے۔ مگر انسان کسی اور چیز کے گرد طواف کرتا نظر آتا ہے۔ مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور ذرائع

ووسائل مقصود بن جاتے ہیں۔ اشیاء سے براہ راست ایسی دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے کہ اپنی ذات بھی بیچ میں سے نکل جاتی ہے پھر ایک ایسی بحرانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ احساسات ختم ہوجاتے ہیں۔ لذت وراحت جودنیا میں ہمیشہ سے بڑے مقصود رہے ہیں ذہن سے نکل جاتے ہیں انسان ان سے محروم ہوتا چلا تا ہے اوراس محرومی کا احساس اوراس پر افسوس بھی ختم ہوجاتا ہے۔

خدا فراموشی کی سزا خودفراموشی عجب عبرتناک ہے۔ لاکھوں کروڑوں افراد پوری کی پوری قومیں بڑی بڑی سلطنتیں اس خودفراموشی خودکشی کا شکار ہیں ایک ذہنی طاعون ہے جو سارے عالم پر مسلط ہے۔

قرآن کا پیغام یہ ہے کہ یہ خودفراموشی نتیجہ ہے خدا فراموشی کا اس کا علاج صرف خدا شناسی اور خدا طلبی ہے۔ فرار کے بجائے واپسی وحشت کے بجائے انس انکار کے بجائے اقرار وایمان بغاوت کے بجائے صلح اور سرکشی کے بجائے اطاعت و انقیاد اور خدا سے بھاگنے کے بجائے خدا کی طرف بھاگنے کی ضرورت ہے۔

فہم قرآن کا دروازہ

قرآن مجید کے فہم کا اصل دروازہ جب کھلتا ہے جب آدمی بغیر کسی انسانی حجاب کے اس کلام کے ذریعہ صاحب کلام سے ہمکلام ہو اس کا راستہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت ہے اور نوافل یا بندگان خدا کی صحبت جو اس کتاب کے حقیقی لذت آشنا اور حقیقت شناس ہیں اور جن کے رگ وپے میں یہ کلام بس گیا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب سے راہ راست تعارف وانس حاصل کرے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ وہ براہ راست مخاطب ہے۔

شاعر نے کچھ غلط نہیں کہا کہ

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب　　گرہ کشاہ ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

حکمت کا وسیع مفہوم

عربی زبان کے وہ الفاظ جن کا کسی زبان میں بدل اور نظیر نہیں ان میں سے ایک لفظ ہے "حکمت" اس کے تعارف کیلئے آپ ایک ضخیم کتاب لکھ ڈالیں تمام تفاصیل وشروحات کو

یہ لفظ جامع ہوگا' یعنی فہم کے مطابق' استعداد کے مطابق' معاشرہ کے مطابق' ماحول کے مطابق' علاقے کے مطابق' طبیعت کے مطابق' ذوق ووجدان کے مطابق' عصری مطالبات ومقتضیات کے مطابق' موضوع کی اہمیت کے مطابق' مخاطب کی عقلی سطح اور نفسیات کے مطابق ان کے افکار ومعتقدات کے مطابق گویا کہ ''حکمت'' میں ہر وہ چیز شامل ہوگئی جو کسی سے اپنی بات منوانے کیلئے ضروری اور ناگزیر ہوتی ہے۔

دعوت میں حکمت

ایک شخص نے نوکر رکھا' اس نوکر سے جتنے کام لینے تھے اس نے اس کی ایک فہرست بنا کر اس نوکر کو دے دی ایک دن اس کا آقا گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا جیسے ہی رکاب میں پاؤں رکھا پاؤں الجھ گیا اور قریب تھا کہ وہ زمین پر آ گرے۔ اس نے نوکر کو آواز دی تو اس نوکر نے دور ہی سے وہ پرچی دکھلائی جس میں اس کے کاموں کی فہرست درج تھی اس نے کہا کہ اس فہرست میں کہاں درج ہے کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے وقت میرا پاؤں رکاب میں الجھے تو تم میرا تعاون کرنا۔ کچھ یہی حال دعوت کے اصول وقوانین کا بھی ہے کہ ہم لفظوں میں اس کی تحدید وتعیین نہیں کر سکتے' ہم خالق کائنات کے بندے اور اس کے غلام ہیں' جس چیز کی بھی ضرورت ہو۔ دین اسلام کو جس میدان میں ضرورت ہو۔ اسی کی تکمیل کا نام دعوت ہے۔

اعجاز قرآنی کا ایک پہلو

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے دعوت کے طریق کار کے حدود مقرر نہیں کئے اور یہ کام داعی کی قوت تمیز اور عقل سلیم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس بات کا فیصلہ کہ کب اور کس وقت کون سا طریق کار اختیار کیا جائے اس کی طرف خود داعی کا ذوق اور عقیدہ رہنمائی کرے گا اسکی دینی فکر جو اس کے احساسات واعصاب پر حکمراں ہے وہ خود طریق کار کا انتخاب کر لے گی' قرآن کریم نے صرف ایک وسیع حصار قائم کر دیا ہے جس کے اندر دعوت دین کی پوری روح (اسپرٹ) سما گئی ہے۔

امت محمدیہ کی بعثت

اللہ تبارک وتعالیٰ کو نبوت ورسالت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کرنا تھا اور قیامت تک کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قائم رکھنا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی گاڑی چلانے کیلئے اور اس کے چلتے رہنے کیلئے یہ انتظام کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک پوری امت کی بعثت فرمائی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جانتے تھے اور اپنے لئے اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ جب رستم نے حضرت ربعی ابن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ماالذی جآء بکم (تمہیں کون سی چیز یہاں لائی) تم اپنے صحرا سے نکل کر یہاں کیوں آئے۔اس کا محرک کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ ابتعثنا اللہ نے ہم کو بھیجا ہے۔تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور دنیا کی تنگی سے ان کو نکال کر کونین کی بے کراں وسعتوں سے آشنا کریں اور مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف کے مزہ سے آشنا کرائیں۔اسی لئے انہوں نے اس موقع پر ابتعثنا کا لفظ استعمال کیا۔

امت محمدیہ کی فضیلت

امت محمدیہ کی فضیلت و برتری کی علت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے ذمہ ایک اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا ہے جس کی وجہ سے خیر الامم کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا ہے دین کی تبلیغ کا کام یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کو خدا نے اس امت کے سپرد کیا ہے اور خدمت خلق کا جذبہ امت کو دوزخ سے بچانے کا نام ہے اور اس کا نشیمن اس کی دعوت کی شاخ پر ہے۔ درحقیقت دنیا کی پیدائش کا اصلی مقصد خداوند قدوس کی ذات و صفات کی معرفت کا ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کرکے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے اس لئے فرما دیا گیا کہ فلاح و بہبود انہیں لوگوں کیلئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

مسیحا خود بیمار ہے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بات صاف واضح ہوگئی کہ ہمارا اصل مرض روح اسلامی سے بیزاری ہے جو درحقیقت ایمان کا ضعف ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور کمزوری کا سبب اصل شے کو چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقا اور دارومدار ہے اور وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ اس کام کو چھوڑنے کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ انسانیت سسک رہی ہے اور سب کام ہو رہے ہیں۔ صرف دعوت کا کام نہیں ہو رہا ہے کیونکہ یہ محاذ جن سپاہیوں کو الاٹ کیا گیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اس لئے آپ بھی اس منصب سے محروم اور اس سے ملنے والی اشیاء سے بھی محروم ہو گئے۔

معرفت اور یقین

سارے علم ومطالعہ عبادات وریاضات اور ساری اصلاح وتربیت کا مقصود ماحصل معرفت اور یقین ہے لیکن یہ معرفت ویقین کوئی ایسا گراپڑا مال نہیں ہے جو راستہ چلتے مل جائے ہم اپنے مشاغل اور تفریحات اپنی معاشی جدوجہد اپنی خواہشات کی تکمیل اور زندگی کے لگے بندھے نظام میں مشغول رہیں اور یہ گوہر مقصود ہمارے ہاتھ آ جائے۔ یہ بات غیرت خداوندی کے خلاف ہے نعمت ایمان اور دولت یقین کوئی ایسی چیز نہیں جو ہر کسی کے گلے لگا دی جائے چاہے اس کو اس کی طلب ہو چاہے نہ ہو چاہے اس کو اس کی قدر ہو چاہے نہ ہو۔ قرآن شریف میں ایک پیغمبر کی زبان سے آتا ہے۔ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ (کیا ہم ایمان کی دولت تمہارے گلے لگا دیں گے چاہے تم اس کو ناپسند کرتے ہو) اس کیلئے بند ہمتوں اور حقیقت شناسوں نے بڑے بڑے ہفت خواں سر کئے ہیں سمندر کھنگالے ہیں پھر گوہر مقصود ہاتھ آیا ہے۔

مفہوم عبادت

عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کیلئے اللہ کے حکم کے مطابق اجر وثواب کی لالچ میں کرنا' ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کیلئے اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے اور شریعت کی تعلیم کے مطابق اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا' اجر وثواب کی امید پر اور اس پر جو وعدے ہیں' ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنا دیتی ہے اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت اور محض رسم اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

زندگی کیا ہے؟

زندگی دراصل عبادت و استعانت کا دوسرا نام ہے' اسی سے ایک انسان دوسرے انسان سے' کمزور کا طاقتور سے' غریب کا امیر سے' محکوم کا حاکم سے اور عابد کا معبود سے رشتہ قائم ہوتا ہے اگر یہ دونوں صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص کر دی جائیں تو زندگی کے سارے بندھن اور آہنی زنجیریں خود بخود پاش پاش ہو جائیں گی اور شرک اور دوسرے تمام فتنے ختم ہو جائیں گے۔ وہ یہ سب سے بڑا معاہدہ اور اعلان ہے جو مسلمان اپنے خدا سے دن رات میں بار بار کرتا ہے' اس کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' نماز سے بار زندگی کا سارا نظام اس کو دو چیزوں پر ہمہ وقت مجبور کرتا ہے' ایک خضوع و استکانت پر' دوسرے سوال واستعانت پر اور یہی وہ دو چیزیں ہیں جن کے خلاف وہ پہلے ہی بغاوت کر چکا ہے۔

سائل بھی اور مسئول بھی

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو قرآن مجید میں انقلابی طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے' پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور مسئولین دوسری طرف بلکہ جو سائل

ہے وہ مسئول بھی ہے اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے تساؤل (مشترک سوال و جواب) ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے۔

مرد عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوشگوار طریقہ سے طے نہیں کر سکتا اور کوئی شریف خاتون، رفیق حیات کے بغیر خوشگوار طریقہ سے زندگی نہیں گزار سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کا ایسا سائل اور محتاج بنا دیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی۔

موجودہ دور کا انصاف

آج انصاف صورت پہچان کر، ناپ تول کر، دیکھ بھال کر، سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے، معاملہ اپنے کسی عزیز، کسی ہم مذہب، ہم برادری، ہم قبیلے کا ہو تو انصاف کیلئے دل کھل جاتا ہے، تقاضا پیدا ہوتا ہے، انصاف کرنا آسان معلوم ہوتا ہے، لیکن انصاف کا معاملہ کسی ایسے فرد کا ہو جس سے کوئی خونی رشتہ نہیں جس کے ساتھ انصاف کرنے میں کوئی خاص مادی فائدہ نہیں، تعریف و تحسین نہیں بلکہ تنقید کا اندیشہ ہے تو وہاں انصاف کیلئے قدم نہیں اٹھتا، قلم نہیں چلتا۔

انصاف کیلئے بھی کسی ٹریڈ مارک، برادری، خاندان، دیش اور قوم (Nation) کی ضرورت پڑتی ہے۔

مگر وہ انصاف جو برائے انصاف ہو، وہ انصاف جو خدا کا حکم سمجھ کر، کسی کا حق مان کر، کسی سچائی کو تسلیم کر کے کیا جائے اور جو بے لاگ ہو، غیر جانبدار ہو، وہ انصاف بہت مشکل ہے اور اس انصاف کیلئے وہی اللہ کے بندے تیار ہوتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف اور انسانیت کا احترام ہوتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔

علم اکائی ہے

میرا عقیدہ ہے کہ علم ایک اکائی ہے، جو بٹ نہیں سکتی، اس کو قدیم و جدید، مشرقی و مغربی، نظری و عملی میں تقسیم کرنا صحیح نہیں اور جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے

دلیل کم نظری قصہ جدید وقدیم

میں علم کو ایک صداقت مانتا ہوں جو خدا کی وہ دَین ہے جو کسی ملک وقوم کی ملک نہیں اور نہ ہونی چاہئے مجھے علم کی کثرت میں بھی وحدت نظر آتی ہے' وہ وحدت سچائی ہے' سچ کی تلاش ہے' علمی ذوق ہے اور اس کو پانے کی خوشی ہے' میں علم' ادب' شاعری' فلسفہ' حکمت' کسی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اس کی وردی پہن کر آئے' وہی عالم اور دانشور ہے اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس کے جسم پر وردی نہ ہو وہ نہ مستحق خطاب ہے' نہ لائق سماعت' میں علم کی آفاقیت اور علم کی تازگی کا قائل ہوں جس میں خدا کی رہنمائی ہر دور میں شامل رہی ہے' اگر خلوص ہے اور سچی طلب ہے تو خدا کی طرف سے کسی وقت فیضان میں کمی نہیں۔

علم کی عالمگیریت

علم کی کوئی انتہا نہیں۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ سائنس کیا ہے؟ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٹیکنالوجی کیا ہے؟ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ انسان چاند پر جا رہا ہے کیوں؟ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ یہ جو خلا کو ہم نے طے کر لیا ہے اور ہم نے دنیا کی وسعتیں سمیٹ لی ہیں اور دنیا کی طنابیں کھینچ لی ہیں اور سورج کی شعاعوں کو بقول اقبال کے گرفتار کر لیا ہے اور ستاروں کے درمیان اپنی رہگذر پیدا کی ہے' کیا ہے؟ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ علم اشیاء کی جہانگیری' یہ سب عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے؟

تفقہ کا وسیع مفہوم

تفقہ بہت جامع لفظ ہے' اس میں احکام مسائل' ان کی حکمتیں' مواقع استعمال ان کے تطبیق کے مواقع' خطاب کے طریقے سب اس کے اندر آ جاتے ہیں' تفقہ کا لفظ ایسا اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے کہ اس سے جامع لفظ ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں! عربی زبان میں سمجھنے کیلئے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں۔ فہم ومعرفت' تعقل' لیکن تفقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کرنا دین کے ذخیرہ پر عمیقانہ نظر رکھنا زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکنا۔ (ماخوذ از قرآنی افادات)

مختصر سوانح

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی ایک بے مثال خطیب کی زندگی ہے۔ جس پر قوم کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ معرکۃ الآ راء خطابت اور شعلہ بیانی ان کی ایک ایسی زبردست خصوصیت رہی ہے۔ جس میں وہ اپنے معاصرین میں ہمیشہ منفرد اور ممتاز رہے ہیں۔ اور اس خداداد جوہر کے ساتھ انہوں نے اسلام اور اس کے مسلک حق کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں جس خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ پہنچایا ہے وہ انہی کا حق تھا۔ یہ جوہر اور قرآنی اعجاز بیانی کا پرتو ان کے قلب پر حق تعالیٰ نے خاص طور پر ڈالا تھا جس سے انہوں نے حق ہی کا کام کیا اور حق ہی کے راستے کی ہمیشہ دعوت دیتے رہے۔

جہاں تک ان کے بیانات سے مجھے استفادہ کا موقع ملا ہے محسوس ہوتا تھا کہ قرآن ان کے سامنے کھلا ہوا ہے اور وہ اس کے بلیغ اور معجز جملوں کی مجسم شرح وتفسیر بنے ہوئے ہیں۔ سحر بیانی سے مجمع کو باندھ کر رکھ دینا۔ گویا ان کا اختیاری فعل ہوتا تھا کہ جب چاہیں اسے کھول دیں اور جب چاہیں باندھے رکھیں پھر یہ ان کے بیان کی بلاغت سلاست کی خوبی تھی کہ مسلم وغیر مسلم یکساں طور پر ان سے مستفید ہوتے تھے اور دست و پابستہ ہو جاتے تھے۔ مجلس احرار کے ذریعے انہوں نے ملک وقوم کی جو عظیم خدمات ایک طویل مدت تک انجام دیں۔ برصغیر و ہند پاک کا گوشہ گوشہ ان پر گواہ ہے۔ تحریک آزادی ہند پاک کی تاریخ میں انہیں ایک بلند مقام اور عظیم خصوصیت حاصل ہے۔ اسی دور میں رائیں الگ الگ تھیں اور ایک کی رائے کا دوسرا پابند تھا۔ لیکن ان کے ذہنی جوہروں کی خوبیوں کے معترف ان کے مخالف بھی تھے اور ان سے متاثر ہوتے تھے۔ کبھی سفروں میں اتفاقی طور پر ساتھ ہوا۔ محسوس ہوتا تھا کہ وہ مقناطیس کی حیثیت سے ہیں اور لوگ بمنزلہ لوہا اور پیتل کے ہیں جو کھینچ کھینچ کر ان سے چسپاں ہو رہے ہیں۔ آپ نے ۱۳۸۱ھ میں وفات پائی ہے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین! (پچاس مثالی شخصیات)

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے انمول اقوال

مدارس کی اہمیت

مولانا عبدالمجید انور صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں تشریف لائے۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو اچانک دیکھ کر طلبا کا ہجوم گرد ہو گیا۔ پھر مدرسہ کے احاطہ کی طرف نگاہ دوڑائی اور فرمایا مدارس دینیہ دین کی حفاظت کے قلعے ہیں۔ ان کی بقا سے دین کی بقا ہے۔

ایک عجیب خط

مولانا احمد الدین صاحب (موضع میاں علی) ضلع شیخو پورہ نے بتایا کہ ہم ایک دفعہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے۔ وہاں ایک شخص کا ملتانی جوتا بہت پسند آیا۔ شاہ جی نے فرمایا ایسے جوتے بنانے والا ہمارے قریب ہی رہتا ہے۔ ہماری خواہش پر شاہ جی نے اسے بلوا بھیجا۔ ہم نے پاؤں کا ماپ دے دیا۔ دوسرے دن جب واپس ہونے لگے تو ہم نے عرض کیا شاہ جی آج کل خالص گھی ملنا دشوار ہے۔ ہم آپ کیلئے جب آئے تو کچھ گھر کا گھی لیتے آئیں گے۔ شاہ صاحب نے منظور کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا خط ملا۔

عزیز مولوی احمد دین' السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ''گھی لے کر پہنچو' جوتے تیار ہیں''

والسلام! عطاء اللہ بخاری۔

نصیحت

جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ لائے اور وہ شخص ہدیہ رکھ کر پھر اس کی قیمت ادا کرے وہ بھی بڑا کمینہ ہے اور جو شخص کسی سے کہہ کر اپنے لئے کوئی چیز منگوائے اور پھر اس کی قیمت ادا نہ کرے وہ بھی بڑا کمینہ ہے۔

ایک علمی نکتہ

ایک شخص نے دعا کیلئے درخواست کی۔ فرمایا میں خود ایک عرصہ سے بیمار ہوں اگر میری دعا سے کام بنتا تو اپنے لئے کر چکا ہوتا۔ اس کے اصرار پر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے۔ رب اغفرلی فرمایا۔ غفر کا مطلب ہے پردہ یا ڈھانپنا تو میاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رب اغفرلی کے معنی یہ تھے کہ میرے اور گناہوں کے درمیان پردہ ڈال دے اور ہمارے لئے رب اغفرلی کے معنی ہیں جو گناہ ہو چکے ہیں ان کو ڈھانپ دے ان پر پردہ ڈال دے یعنی معاف کر دے۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام اور ہے (معصومیت) وہاں اس کے معنی بھی اور ہیں ہمارا مقام اور ہے (معصیت) وہاں اس کے معنی اور ہیں۔

ختم نبوت پر ایمان

۱۹۵۰ء ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ ختم نبوت کی حفاظت میرا ایمان ہے۔ جو شخص بھی اس اعزاز کو چوری کرے گا جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ میں میاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں وہی میرے ہیں۔ جن کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو۔ میں ان کے حسن و جمال پر نہ مر مٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے اس پر جو ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔ (چٹان)

نگاہ کرم

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے شاہ جی رحمہ اللہ سے اکثر سنا فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے وہ تو حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے۔

علامہ اقبال کو خراج تحسین

جب ڈاکٹر سر محمد اقبال وفات پا گئے تو امرتسر مسجد خیر الدین میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ شاہ جی نے تقریر فرمائی۔ تقریر کے دوران فرمایا اقبال کو نہ انگریز نے سمجھا نہ قوم نے اگر انگریز سمجھتا تو اقبال بستر پر نہ مرتے بلکہ پھانسی کے تختے پر لٹکائے جاتے اگر قوم سمجھ لیتی تو آج تک غلام نہ رہتی۔

دین کی تعلیم مقدم ہے

محترم آغا شورش صاحب فرماتے ہیں ایک روز میں نے عرض کیا شاہ جی رحمہ اللہ زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی مدرسہ میں داخلہ لے دیں۔ انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی۔ زمانے کا تقاضا ہے فرمایا بابا مجھے معاف رکھو میں اس زمانے کا آدمی نہیں۔ تم مجھے محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور محمود الحسن دیوبندی کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے بچے مر جائیں یا اپنے ہاتھوں سے بچوں کو قتل کر دو۔

مخالفین سے برتاؤ

شہید گنج تحریک کے ایام میں جالندھر بستی شیخ میں جلسہ ہوا پہلی تقریر مولانا مظہر علی نے کرنی تھی۔ مگر عوام سننے کیلئے تیار نہ تھے۔ ایک کہرام اور شور و غوغا برپا کر دیا گیا۔ بعضوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ شاہ جی رحمہ اللہ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ فوراً آگے تشریف لے آئے۔ مولانا مظہر علی صاحب کو فرمایا۔ آپ بیٹھیں شاہ صاحب نے ٹوپی اتار کر میز پر رکھ دی۔ سر کے بالوں کو جھٹکا دیا تلوار بھی گلے سے اتار کر رکھ دی اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔

بزم عشق تو ام می کشند غوغا یست تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا یست

پھر مخالفین کو گرج کر فرمایا تم بے شک پتھر برساؤ۔ اگر بخاری نام ہے تو قتل ہونا منظور ہے لیکن پیغام حق کہہ کے چھوڑوں گا۔ قتل ہونا سیدوں ہاشمیوں کیلئے کوئی نئی بات نہیں۔ کربلا میں بھی حق کی آواز پر مسلمان ہی کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے شہید ہوئے تھے میں بھی اسی سید الاولین والآخرین سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہوں حق کہوں گا اور حق کے اظہار سے ہرگز باز نہ رہوں گا۔ تم بے شک پتھر برساؤ شور وشر سے ہرگز باز نہ آؤ۔

سنگ پر سنگ چلاؤ تمہیں ڈر کس کا سینہ کس کا ہے میری جان جگر کس کا ہے

یہ الفاظ سن کر مجمع پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ پتھر ہاتھوں سے چھوٹ گئے۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے مسلسل کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ پھر انہی لوگوں نے شاہ صاحب اوران کے ساتھیوں کیلئے آرام وآسائش کا بندوبست کیا۔ نوجوان رضا کار بن گئے اور سربرآوردہ لوگ آ آ کر معافی کی درخواست کرنے لگے۔

پاکستان کی حفاظت

۱۹۵۲ء دفاع پاکستان کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں صدا دیتے پھریں کہ میں توشہ وفاداری لئے پھرتا ہوں۔ میری انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلو اور جس مقتل میں چاہو مجھے ذبح کردو۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا' ہرگز نہیں ہوگا۔ میں خوش ہوں' میری خوشی بیکراں ہے کہ اس ملک سے انگریز نکل گیا۔ میں دنیا کے کسی حصہ میں بھی سامراج کو دیکھ نہیں سکتا۔ میں اس کو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجھتا ہوں۔

تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو' میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں ختم کردو۔ اب پاکستان نے جب بھی پکارا واللہ باللہ میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے کہ جتنا کوئی دعویٰ کرسکتا ہے۔ میں قول کا نہیں' عمل کا آدمی ہوں' اس طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو پھوڑ دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ

کاٹ دیا جائے گا۔ میں اس وطن اور اس کی عزت کے مقابلہ میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے۔

چشم پوشی کی تعلیم

جناب اقبال زبیری تحریر فرماتے ہیں ایک دفعہ (مشہور شاعر) عدم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ جی رحمہ اللہ کافی دیر تک عدم کا کلام سنتے رہے اور دل کھول کر داد دیتے رہے۔ عدم کے جانے کے بعد ایک عقیدت مند نے کہا یہ شاعر تو شراب پیتا ہے۔ آپ کے چہرہ پر رنج سے شکن ابھر آئے اور پوچھا تم نے اسے کبھی شراب پیتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا جی! فرمایا چشم پوشی اور درگزر ربانی صفت ہے تم بھی چشم پوشی سے کام لیا کرو۔

مرزا کی ہرزہ سرائی

ایک دفعہ فرمایا۔ مرزا غلام احمد کس طرح وَمُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کا مصداق بنا؟ پہلے ہمیشہ کاغذات میں خاکسار غلام احمد رئیس قادیان عفی عنہ لکھا کرتا تھا تدریجاً شروع اور آخر کے حروف اڑاتے اڑاتے صرف احمد رہ گیا۔ اگر یہ طریق کار اختیار کیا گیا میرا نام عطاء اللہ شاہ بخاری ہے۔ شروع اور آخر کے حروف اڑا دیئے جائیں تو باقی اللہ ہی رہ جاتا ہے کیا میں اللہ ہو گیا استغفر اللہ۔

آج زندہ بھی نہیں سنتے

محترم حکیم عبدالسلام ہزاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ایک تقریر کے دوران کسی نے آواز دی۔ شاہ جی مردے سنتے ہیں کہ نہیں ان دنوں (سماع موتی) کے مسئلہ پر بحث چل رہی تھی اور اس نے شاہ صاحب کو بھی اس مسئلہ میں الجھانے کی کوشش کی۔ شاہ صاحب بھلا اس کے داؤ میں کب آنے والے تھے۔ جھٹ فرمایا بھلے مانس تمہیں مردوں کی فکر ہے۔ مجھے بیس سال ہو گئے ہیں ان زندوں کو پکار پکار کر تھک گیا۔ مجھے تم یہ بتاؤ یہ زندہ بھی سنتے ہیں کہ نہیں۔ پہلے زندوں کے متعلق تحقیق کر لیں۔ پھر مردوں کی بھی باری آجائے گی۔ ان الفاظ سے مجمع قہقہہ زار بن گیا اور سائل اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

حُسن مزاج

مولانا عبدالکریم صاحب خطیب جامع صدر شاہ پور فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جی ایک جلسہ میں شاہ پور تشریف لائے میری گزارش پر میرے ہاں قیام منظور فرمالیا۔ مجھ سے پوچھا کتنے بچے ہیں۔ عرض کیا عرصہ ہو چکا شادی کو مگر ابھی تک اولاد سے محروم ہوں۔ دعا فرمائیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اللہ کے فضل سے ڈیڑھ سال بعد پہلا لڑکا مسعود الرحمٰن پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ٹھٹھی سیداں سے واپسی پر پھر بندہ کے مکان پر تشریف لائے۔ میں نے مسعود الرحمٰن کو حاضر کیا۔ نام پوچھا تو میں نے مزاحیہ انداز میں عرض کیا مختصر نام ہے۔ مسعود الرحمٰن ولد فی شہر رمضان فی املک پاکستان ہنس کر فرمایا بھئی اتنا مختصر نام نہ رکھو سورۃ الرحمٰن ساری ہی ساتھ لگالو۔

باہمی محبت والفت

ایک دفعہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری سندھ کے طویل تبلیغی دورہ سے واپس آئے تو سفر کی تھکان، طبیعت ناساز اور گلا خراب تھا۔ اسی حال میں شاہ جی رحمہ اللہ کے پاس پہنچے۔ شاہ جی رحمہ اللہ خود بیمار تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے مزاج پرسی کی۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے پوچھا بھائی محمد علی کیا حال ہے۔ مولانا نے کہا شاہ جی مسلسل سفر پھر روزانہ تقریریں بیمار ہو گیا ہوں گلا بھی خراب ہو گیا ہے۔ شاہ جی لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا محمد علی خدا کا خوف کر تیرا گلا خراب ہو گیا۔ پہلے ہی کونسا لحن داؤدی تھا جواب تیرا گلہ خراب ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ہم سب اور خود مولانا کھلکھلا کر ہنس پڑے اور ساری طبیعت کی افسردگی جاتی رہی۔

طلبا کو جواب

ایک دفعہ کالج کے طلبا بیٹھے تھے۔ داڑھی کا ذکر آ گیا لڑکوں نے کہا۔ شاہ جی آج کل کالجوں میں داڑھی رکھنا مشکل ہے۔ ہنس کر فرمایا ہاں بھائی خالصہ کالج (سکھوں کا کالج) میں آسان ہے اسلامیہ کالج میں مشکل ہے۔

دنیا کی چار چیزیں

دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال و جان' آبرو' ایمان لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہئے اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلا آئے تو مال و جان آبرو سب کو قربان کرنا چاہئے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر میرے ساتھ بیوی بچوں کا دھندا نہ ہوتا تو میں کسی دریا کے کنارے خاک و خس کی کٹیا میں زندگی گزارتا۔ وقت ضرورت اعدائے دیں' دشمنان اسلام پر حملہ آور ہوتا اور پھر اپنی کٹیا میں آ پناہ لیتا۔ اس کے بعد جمالی ابن یمین' احمد رضا کے چند اشعار سنائے جنہیں طوالت کے پیش نظر چھوڑ رہا ہوں۔ صرف جمالی کے اشعار عرض ہیں۔

لنگکے زیر لنگکے بالا نے غم و زدونی غم کالا
گز کے بوریاد پوستکے دلکے درد مند دوستکے
ایں قدر بس بود جمالی را
عاشق رندلا ابالی را

(انتخاب از بخاری کی باتیں)

مختصر سوانح

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

حضرت مولانا افغانی رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم دینی ادارے سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہیں پر تدریسی خدمات انجام دیں یہاں تک کہ وہاں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت مولانا کی اس کامیاب جدوجہد پر خراج تحسین پیش کرنے کیلئے دارالعلوم دیوبند میں ایک جلسہ ہوا جس میں امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی جیسے بزرگوں نے مولانا کے اس کارنامے پر انہیں داد و تحسین سے نوازا اور ان کو دلی دعائیں دیں۔

۱۹۵۵ء میں جب قلات کے اس نظام قضاء کو سیکولر عدالتوں کے تابع کر دیا گیا تو اس وقت آپ وزارت معارف سے مستعفی ہو گئے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ پاک و ہند میں قضاء شرعی کا جتنا تجربہ مولانا کو تھا' برصغیر میں کسی اور کو نہ تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جب موجودہ حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کی از سر نو تشکیل کر کے اسلامی قوانین کی تدوین کا کام اس کے سپرد کیا تو ابتداء علماء دیوبند میں سے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کو اس کا رکن نامزد کیا تھا لیکن حضرت بنوری رحمہ اللہ صرف چند مجلسوں ہی میں شامل ہو سکے تھے کہ ان کا وقت موعود آ گیا اور کونسل ان کی خدمات سے محروم ہو گئی۔ ان کی جگہ پر کرنے کیلئے کوئی سی معیار کی شخصیت ضروری تھی۔ حضرت مولانا افغانی قدس سرہ اگرچہ اس وقت کافی ضعیف ہو چکے تھے لیکن ان کے علم اور تجربے کے پیش نظر اس منصب کیلئے انہی کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ کئی سال کونسل کے رکن کی حیثیت میں خدمات انجام دیتے رہے۔ علماء دیوبند میں تمام بزرگوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے صرف حروف ونقوش کے علم پر کبھی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تزکیہ نفس کیلئے کسی شیخ کامل سے وابستگی کو ہمیشہ ضروری سمجھا۔ حضرت مولانا افغانی قدس سرہ نے بھی تحصیل علم کے بعد اس غرض کیلئے متعدد مشائخ سے رجوع فرمایا بالآخر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا مفتی محمد حسن قدس سرہ سے اجازت حاصل ہوئی۔ (نقوش رفتگاں)

علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

انسانی علم

مقام انسان دنیا کے عجائبات میں سے اس سے زیادہ عجیب کوئی واقعہ نہیں کہ آج کل کے ترقی کے دور میں انسان نے سب چیزوں کو جانا اور پہچانا۔ مگر خود (انسان) کو نہ جانا اور نہ پہچانا۔ نیچے سے اوپر تک پوری کائنات کو چھان مارا ہے۔ بے شمار تجربے کئے تاکہ کائنات کا علم حاصل ہو۔ مگر خود انسان کو نہ جانا۔

اہل یورپ کی نادانی

اس وقت یورپ' امریکہ اور چین وغیرہ سب اسی میں مبتلا ہیں۔ جن کی کھوپڑی میں غلامی ہے وہ غیر حقیقی چیزیں دیکھتے ہیں۔ آج ہم ان کے ہاتھ میں جانور بن کر رہ گئے ہیں۔

انسانیت کائناتی شرف کی سرحد کی آخری چیز ہے۔ فلسفہ اور عقل کی بنیاد پر کائنات میں کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں وجود کے سوا کوئی کمال نہیں۔

شرف انسانیت

حیوانات کے آگے انسان ہے۔ اس میں تینوں مخلوقات کی صفات موجود ہیں۔ یعنی وجود' نشوونما' حرکت ارادی اور شعور سب کچھ ہیں۔ ان کے علاوہ عقل اور فکر آخرت اور تصور ماضی اس میں موجود ہے۔ فکر مستقبل اور تصور ماضی انسان میں ہے۔ انسان نے' ریاضی' تاریخ' طب وغیرہ جیسے سینکڑوں علوم عقل کے ذریعے پیدا کئے۔ اس میں تصور ماضی بھی ہے۔

امتیاز انسانیت

فکر مستقبل یعنی انجام ہستی، انسان جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے اس کے نتیجے کو سوچتا ہے یہ اس کی فطرت کی آواز ہے۔ ہم نے انسان کو اس قدر جانا کہ الٰہی کائنات میں آخری سرحد پر اس کا مقام ہے۔

مقصد انسانیت

انسان کو انسانیت کا مقصد معلوم ہے؟ اور مقصد انسان اس کے ساتھ پیوست ہے مگر اوروں کی کائنات جانتا ہے اور اپنا پتہ نہیں۔ مثال نیند میں سوئے ہوئے خوابیدہ اور خواب میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔ وہ خواب میں عجیب وغریب واقعات دیکھتا ہے۔ لیکن سونے والے کو یہ معلوم نہیں کہ وہ سویا ہوا ہے۔ جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو تب سمجھتا ہے کہ خواب تھا۔ انسان نے اور چیزوں کے مقصد کو تو جانا مگر اپنے مقصد کو نہ جانا۔

اسلام ترقی میں مانع نہیں

میرے خیال میں کائنات میں اتنا بڑا جھوٹ کہیں بولا گیا جو یہ جھوٹ ہے کہ اسلام مانع ترقی ہے اور تاریخ ان جھوٹوں پر لعنت بھیج رہی ہے جو اسلام پر یہ غلط الزام لگاتے ہیں۔ اسلام جب طاقتور تھا اس نے دنیا کو فتح کیا اور جب کمزور ہوا تو کافر نے فتح کیا۔ یہ اسلام ترقی لانے والا ہے یا چھیننے والا؟ اگر چھیننے والا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ترقی چھین لیتا جب علل قوی ہو تو معلول بھی قوی ہوتا ہے اسلام اگر ترقی چھیننے یا سلب کرنے کا کام کرتا ہے۔ چینی کا اگر کام پانی کو میٹھا بنانا ہے۔ شربت بنانا ہے تو چینی جتنی زیادہ ہوگی شیرینی اتنی زیادہ ہوگی تو اسلام جتنا طاقتور ہوگا ترقی بھی زیادہ ہوگی۔

محبت الٰہی

دین کا عطر اور نچوڑ اگر نکالو تو وہ اللہ کی محبت ہے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں۔ قرآن وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ جن کے پاس ایمان ہے تو ایمان کی بڑی

نشانی یہ ہے کہ تمام چیزوں سے زیادہ محبت اللہ سے ہوگی۔ یہ ایمان کی بہت بڑی علامت ہے اور میرے نزدیک یہ محبت الٰہی مسلمانوں کی ملی اور قومی ریل گاڑی کی بمنزل بھاپ کے ہے۔ بھاپ جانتے ہو جو انجن میں ہوتی ہے اور وہ بہت بڑی طاقت ہے جو انجن اور اس کے ذریعے ڈبوں کو کھینچتی ہے۔ محبت الٰہی جب نہ ہوگی تو اسلام کا انجن بغیر بھاپ کے ہوگیا تو پھر نہ طاقت ہے نہ ترقی ہے اور نہ منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔

صراط مستقیم

دو نقطوں کے درمیان اگر ایک خط مستقیم کھینچو تو وہ ایک ہوگا اور باقی خطوط پچاس ساٹھ بھی ہو جاتے ہیں یہ ریاضی کا مسئلہ ہے۔ دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ہوگا۔ اسی کو قرآن نے اشارہ کیا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ کہ اسلام صحت ہے تندرستی ہے۔ اعتدال ہے تندرستی ایک ہوتی ہے۔ کفر اور گناہ گاری مرض ہے بیماری اور مرض ہزاروں ہو سکتے ہیں۔ تندرستی ایک ہے بیماریاں کتنی ہیں۔ تو تندرستی ایک ہے لیکن اس کی ضد بیماری وہ ہزاروں ہیں۔ ہسپتالوں میں نہیں دیکھتے کہ مختلف امراض کے مختلف وارڈ ہیں یہ فلاں وارڈ ہے اور یہ فلاں وارڈ ہے۔ وغیرہ یہی مسئلہ جو قرآن آیا تھا ظلمت کو لیکر چلا تھا لیکن نور کو واحد بیان کیا۔ الله ولی الذین امنوا۔ اس لئے اللہ نے اسلام کے خلاف راہ عمل کفر کی ہو یا معاصیت کی ہوا سے معنوی ظلمت اور تاریکی قرار دیا اور اسلام کو نور وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ تو معلوم ہوا کہ مسلمان جو اس دنیا میں آیا ہے کھانے پینے کیلئے نہیں آیا۔ ملت اسلامیہ کی جو تشکیل ہوئی ہے وہ خورد و نوش کیلئے نہیں ایک خاص مقصد کیلئے ہے۔

اشاعت اسلام

جنگ شاہان جہاں　غارت گری　جنگ　مومن　سنت　پیغمبری

یہ یورپی لڑائیاں لوٹ کھسوٹ اور غارت گری ہیں اور مومن کی جنگ پیغمبر علیہ السلام کی سنت ہے۔ تو اللہ نے ذمہ داری ڈالی کہ جہاد کے بغیر کسی چیز کی حفاظت نہیں ہو سکتی جو حق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچا جس کا نام ہے

اسلام یا جس کا نام ہے کتاب وسنت یا اس سے مشتق قوانین فقہ یہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہے (کتاب سنت، دین اسلام) ہم پر اس کی حفاظت کیلئے جہاد فرض کیا گیا۔ جہاد کے معنی کوشش کہ ایک اس کو پھیلانا اور دوسرا بچانا۔ یعنی اس کے پھیلانے کیلئے اور بچانے کیلئے جہاد فرض کیا گیا۔ پھیلانے کے بارے میں ڈاکٹر اسمتھ نے لکھا ہے کہ خواجہ اجمیری حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ نے نوے لاکھ ہندو مسلمان کئے ہیں اور آپ نے کتنے کئے ہیں! ایک مسلمان نے کافروں کے ملک میں بیٹھ کر تو نوے لاکھ ہندو مسلمان کئے ہیں اور آپ نے مسلمانوں کے ملک میں بیٹھ کر کچھ نہیں کیا۔

حکم جہاد کا فائدہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک چیز کو ناگوار سمجھتا ہے مگر اس میں خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔ جہاد کا حکم انسان کے فائدے کیلئے ہے۔ جہاد کے ان گنت فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان فوائد پر محیط ہے۔ انسان کو تصور دیا گیا کہ یہ تجارت ہے اور تم تجارت سے کیوں دوڑتے ہو۔ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ موت سب سے پیاری چیز ہے۔ یہ وہ پل ہے جس پر سے گزر کر دیدار الٰہی ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موت کے عاشق تھے۔ بارگاہ خداوندی میں موت کی دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کا نشان بھی یہی ہے۔ الموت جسر توصل الحبیب الی الحبیب۔

وقت کی قدر

وقت آج کل بہت قیمتی ہے۔ بے قدری کے اعتبار سے بے قیمت بنا ہوا ہے۔ مسلمان کے بدلے ہوئے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے کہ جو وقت دنیا کے کاموں میں صرف ہو وہ قیمتی ہے اور جو دین کے کام میں صرف ہو وہ بے قیمت ہے۔ حالانکہ زندگی کا جو حصہ دین میں صرف ہو وہ دراصل قیمتی ہے۔

دین میں صرف ہونے والا وقت قیمتی ہے

دنیا فانی ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے' دنیا کا ایک ایک کام سب اللہ تعالیٰ کیلئے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر باقی سب فانی ہے۔ تو یا باقی سے جڑ جاؤ یا فانی سے جڑ جاؤ۔ تمہاری مرضی' جو بھی فیصلہ کرو' زندگی کا وہ وقت قیمتی ہے جو دین میں صرف ہو۔

زندگی متحرک ہے

حرکت کیلئے محرک کا ہونا ضروری ہے۔ گاڑی کو اسٹیشن پر حرکت دہندہ سے پہنچایا جاتا ہے۔ ہماری زندگی کو اللہ رب العالمین حرکت دیتا ہے۔

زندگی ٹھہری ہوئی نہیں کیونکہ وقت جارہا ہے۔ پیدائش سے موت تک حرکت ہے۔ دنیاوی زندگی تو تکالیف سے پُر ہے اس کے بعد اخروی زندگی کا جو دور آنے والا ہے۔ وہ خوشی کا دور ہے۔ کافر دنیا کی زندگی پر مست ہیں اور اسی پر اطمینان کرتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ ایسی زندگی گزارو کہ تم مسافر ہو۔ اصلی وطن جنت ہے۔ دنیا میں تو ہم مسافر ہیں یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کہ اے آدم تم دونوں میاں بیوی جنت میں رہو۔ ابا جان آدم علیہ السلام کا اصلی وطن جنت ہے۔ اصلی وطن کی محبت دین ایمان ہے۔ وطن وہ ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہو اور مسافر خانہ وہ ہے جہاں کچھ مدت رہنا ہو۔ اس لئے دنیا مسافر خانہ ہے۔

دنیا دار فانی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب گندم کو روندا جاتا ہے تو دانے اور بھوسہ الگ ہوجاتے ہیں۔ دانے انسان کے پیٹ میں اور بھوسہ جانوروں کے پیٹ میں جاتا ہے۔

اسی طرح قیامت کا زلزلہ آئے گا۔ وہ دنیا کی انسانی کھیتی کو ریزہ ریزہ کردے گا۔ نیک اور بدلوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ ایک کا ٹھکانہ دوزخ اور ایک کا ٹھکانہ جنت ہوگا تو اصل ٹھکانہ جنت یا دوزخ ہے۔

لمحات زندگی کی قدر و قیمت

زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ یہ آخرت کی زندگی کے کمانے کا سامان ہے۔ اس کا دین سے تعلق ہے۔ اسے دین والوں سے سیکھو۔ ان کے بجز کچھ نہیں ہوسکتا۔ دنیاوی علوم سیکھنے کیلئے بھی استاد چاہئے۔ یہ تو دینی علوم ہیں۔ یہاں تو معلم اور مرشد کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندیہ خاندان کے استاد ہیں۔ دین علماء سے سیکھو اور دین والوں سے دل کی صفائی بھی سیکھو۔ بلا استاد کارروائی نہ کرو۔ استاد تمہاری اصلاح کرتا ہے۔ خودرومت بنو۔

قرب آخرت کا زمانہ

یہ موجودہ زمانہ آخرت کے قریب کا زمانہ ہے۔ بڑی بدقسمتی ہوگی کہ اگر حیات ابدی کیلئے سعی وکوشش نہ کی۔ حضرت فریدالدین عطار رحمہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص آیا معلوم ہوا کہ اس کے پاس بہت سامال و دولت جمع ہے تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا مال تو تو نے جمع کرلیا۔ زندگی بھی جمع کی ہے جو ضروری ہے مال کماؤ مگر زندگی سادہ بسر کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے سادہ زندگی گزاردی وہ غریب نہ ہوگا۔

صحابہ کا طرز زندگی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سادہ زندگی گزاردی۔ تاریخ میں ہے ایک بار امیر المومنین تشریف لائے تو کپڑوں میں ۶۸ پیوند لگے ہوئے تھے۔ آج اگر کوئی پیوند لگائے تو وہ خود بھی شرمائے گا ماحول بدل گیا ہے مسند احمد میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا کہ کسی کپڑے کو تم پرانا سمجھ کر مت پھینکو جب تک تو اس میں پیوند

لگا سکتی ہے اگر سادہ زندگی اختیار کریں تو تھوڑی چیز بھی کافی ہو جائے گی۔ آخرت کی زندگی کا انتظام کرنا چاہئے۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ نہ معلوم کس وقت آپہنچے بالآخر عمل ہی کام آئے گا۔

صبر کے ثمرات

ایک دن لینن نے تقریر کی تو لوگ پتھر مارنے لگے تو دوسرے دن اس نے اس سے زیادہ وقت تقریر کی۔ مطلب یہ کہ وہ لوگوں کے پتھراؤ سے گھبرایا نہیں بلکہ صبر کیا اور اپنے پیش کردہ نظام پر قائم رہا تو صبر کی وجہ سے وہ کامیاب ہوا۔

اور آج اسلام کے چاہنے والے تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود قرآن کو اپنی بے صبری اور یقین کی ناپختگی کی وجہ سے طاق نسیان میں رکھ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب لینن سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اسے اسلامی نظام سنایا تو وہ مان گیا اور کہنے لگا کہ اگر پہلے آجاتے تو میں اشتراکی نظام کی بجائے آپ کے اسلامی نظام کو رائج کرتا تو مولانا نے فرمایا کہ اب رائج کردو تو اس نے جواب دیا کہ اس نظام پر کتنے مسلمان عمل کر رہے ہیں۔

تو مولانا نے فرمایا کہ شرم سے میری آنکھیں نیچی ہوگئیں۔

مقصد کو فراموش نہ کرو

دنیا ضرور کماؤ‘ حلال کماؤ‘ اچھا مال حاصل کرو‘ اچھے آدمی کیلئے ہنر ایک اچھی چیز ہے مگر اصل مقصد کو فراموش نہ کرو۔ اگر اللہ کی عطا کردہ نعمتیں عقل‘ آنکھ‘ کان‘ وغیرہ کو اللہ کے دین میں جوان کا اصل مقصد ہے صرف نہ کرو گے تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا؟ یہ تو تمہارا اپنا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہیں دین کی ترغیب دیتا ہے تو اس سے یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ غنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ باقی سب فقیر ہیں۔ **و اللہ الغنی و انتم الفقرا۔**

اللہ جو ہمیں حکم دیتا ہے کہ روزہ رکھو‘ نماز پڑھو‘ وغیرہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ وہ غنی مطلق ہے کسی کا محتاج نہیں۔ پوری کائنات اللہ رب العزت کی محتاج ہے۔

اسلام ہمیں ترک عمل نہیں سکھاتا بلکہ اسلام فراغت نہیں چاہتا کہ جائز طریقے سے خوب کماؤ۔ مگر اپنی زندگی کے اصل مقصد کو فراموش نہ کرو۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت بھی کی ہے۔ تبلیغ بھی کی ہے۔ حج وغیرہ بھی کیا ہے اور غزوات' جنگیں بھی لڑی ہیں مطلب یہ کہ اسلام ترک عمل کا حکم نہیں دیتا۔ صرف یہ کہتا ہے کہ آخرت کو مت بھولو بلکہ آخرت کی تیاری کرو۔ جس کیلئے یہ زندگی کی نعمت عطا ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت دس لاکھ مربع میل پر تھی۔ یعنی تین گنا پاکستان کے برابر۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان مسلسل دو روز جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوا۔ حتی لقی اللہ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو جا ملے۔

ضرورت کا سامان

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تین برتن اٹھا کر چلے۔ وضو کیلئے ایک لوٹا' ایک پیالہ سالن کیلئے اور ایک پیالہ پانی پینے کیلئے۔ دیکھا کہ دجلہ کے کنارے ایک بدو چلو سے پانی پی رہا ہے تو امام غزالی رحمہ اللہ نے سوچا کہ صرف ایک برتن ہی کافی ہے۔ بس اسی سے سارے کام ہو سکتے ہیں۔

آج جن اشیاء کو ہم ضروری سمجھتے ہیں ان میں اکثر بیکار ہیں۔ ان کی ضرورت نہیں مگر آج کا جدید طبقہ تو یورپ کی نقل اتارتا ہے۔ اسلام ہمیں فضول خرچی سے منع کرتا ہے اور سادگی کی ترغیب دیتا ہے۔

خیر الامت کا لقب

مسلمانوں کا پہلا نام امت ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ امت نہیں بلکہ خیر الامت ہے تو خیر الامت کا خطاب ملا۔ امم جمع ہے۔ امت اس گروہ یا جماعت کا نام ہے جس گروہ کا بنیادی مسئلہ نصب العین ایک ہو۔ جن کا مطلب اور نصب العین مختلف ہو۔ یا بدل جائے وہ امت نہیں۔ اگر مسلمانوں کا مقصد ایک ہے تو ان کو امت کہا جائے گا۔ حیوانات میں بھی اگر زندگی کا مقصد ایک ہوتا تو انہیں بھی امت کہا جاتا۔

تبلیغ کی ضرورت

انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوالہ اٹھا کر کھائے۔تاکہ اس کی حیات باقی رہے اور بھوک سے ہلاک نہ ہو۔ذمہ داری پورے انسان کی ہے پورے بدن کی ہے۔لیکن تعلیم عمل کے مطابق نوالہ اٹھا کے منہ میں دینے والا صرف ہاتھ ہے۔ذمہ داری تمام بدن کی ہے مگر فعل وعمل صرف ہاتھ کرتا ہے۔اگر ہاتھ یہ عمل نہ کرے تو پورے بدن کو نقصان ہوگا۔

اسی طرح سمجھو کہ ستر کروڑ مسلمان ایک ملت ہیں اور تبلیغ کرنے والی جماعت ایک ہاتھ ہے اگر مبلغین کی جماعت نے اپنا کام ترک کیا تو اس سے پوری امت کی ہلاکت ہوگی۔اللہ تعالیٰ کے ہاں تبلیغ کی اس وقت خوبی ہوگی کہ جس جز کی تبلیغ وہ خیر ہو۔مبلغ خیر کی تبلیغ کرے۔شر کی تبلیغ نہ کرے۔خیر نام ہے اسلام کا دنیا میں فائدہ مند چیز کا نام خیر ہے۔

دنیا وآخرت

غم کا تنگ پیالۂ دنیا ہے اور خوشی کا کشادہ پیالہ۔ جنت ہے دل میں اس فلاح کی کشش رکھی گئی ہے۔فلاح اور آخرت کی زندگی آدھی خدائی ہے۔ خدا تعالیٰ وہ ذات ہے جو چاہے سو کرے۔حقیقت میں انسان کی چاہ یہ ہے کہ خوشی کا لامتناہی سمندر ہو تو جنت میں جی چاہا ملے گا۔اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے فرمایا کہ ہم زمین میں اپنا نائب بنانے والے ہیں۔ نائب کے کچھ اختیارات ہوتے ہیں۔جنتی جو چاہے وہ ہو اور جو کرے وہ ہو۔(از خطبات افغانی)

مختصر سوانح

حضرت مولانا محمد سید بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ

حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ کی وفات کی خبر سن کر دل کو از حد رنج وقلق ہوا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور حضرت امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ میرے ساتھ ان کا بہت قریبی تعلق تھا۔ وہ میرے خاص معاصرین میں سے تھے۔ فراغت تحصیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کے درجہ ابتدائی کے مدرس رہے۔ فن حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد کئی بار حضرت شاہ صاحب کے یہاں ترمذی اور بخاری کی سماعت فرمائی۔ آپ حضرت شاہ صاحب کے علوم کے خاص ترجمان تھے۔ فیض الباری شرح بخاری آپ کی تالیفات کا شاہکار ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمان عثمانیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھیؒ سے بیعت اور ان ہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت الحمدللہ بہت وسیع ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار کی اور ٹنڈو الہ یار کے دارالعلوم الاسلامیہ میں بطور استاذ حدیث اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اور درس حدیث میں مشغول رہے۔ اس سے قبل قیام پاکستان تک دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کا سلسلہ رہا۔ پھر پاکستان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور آخر دم تک وہیں مقیم رہے۔ اور مسجد نبوی میں درس حدیث کے چراغ جلاتے رہے۔ مسجد نبوی میں روضہ رسولؐ کے سامنے تیرہ سال آپ نے علوم قرآن وحدیث کی جو شمع روشن کر رکھی یہ بہت بڑے سعادت اور بہت بڑا اعزاز ہے۔

آپ کا سلسلہ بیعت وارشاد خصوصیت سے افریقہ میں بہت پھیلا۔ بکثرت افریقی آپ سے بیعت ہوئے۔ زمانہ حج میں جو قافلے ایسٹ یا ساؤتھ افریقہ آتے تھے وہ اکثر و بیشتر آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر واپس ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیف وتالیف میں ''ترجمان السنۃ'' علم حدیث میں ایک شاہکار تصنیف ہے۔ جس میں اکابر دارالعلوم اور بالخصوص حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کے علوم کو جمع کر کے خود اپنے علم اور علمی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ اس مبارک کتاب کی تین ضخیم جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی ہیں۔ جو خواص وعوام میں مقبول ہیں۔

الغرض آپ ایک عظیم محدث ومفسر، قابل مدرس، فاضل مقرر اور نہایت مقبول و کامیاب مصنف تھے اور عربی کے ادیب وشاعر بھی تھے۔ صدق و صفا کا مجسمہ اور ورع وتقویٰ اور استغناء کے پیکر تھے اور ایک عارف کامل اور شیخ کامل تھے خلوص وللّٰہیت میں اسلاف کی یادگار تھے اور اپنے علم و فضل اور زہد وتقویٰ میں بے نظیر تھے۔

۵ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ کو شب جمعہ میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں امہات المومنین کے عین قدموں میں آخری آرام گاہ بنی۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین (پچاس مثالی شخصیات)

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

بدعت کی برائی

بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے' اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور دور رہنا چاہئے۔ یعنی بدعت کی محفلوں میں بھی شرکت نہ کرنی چاہئے اور اہل بدعت سے اختلاط بھی نہ رکھنا چاہئے۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے۔

سحقا سحقا لمن بدل بعدی

یعنی جنہوں نے میرے بعد دین میں کوئی تبدیلی کی اور بدعت پھیلائی وہ مجھ سے دور دور رہیں۔

بدعتی کی پہچان

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اہل بدعت کی پہچان مشکل ہوگئی ہے کیونکہ ہر شخص متبع سنت ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے' اس لئے اس کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے لوگوں پر نظر کرے اگر وہ اکثر اہل بدعت ہوں اور وہ ان سے خوش رہے اور ان کی بدعتوں کی اصلاح بے خوفی کے ساتھ صاف نہ کرے تو ایسے شخص کو بدعتی ہی سمجھنا چاہئے یا جو اہل بدعت کی مشہور رسمیں ہوتی ہیں جیسے میلاد شریف کرنا اور اس میں قیام کرنا اور عرس وغیرہ کرنا (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے بدعت ہونے کی صراحت فرمائی ہے) وہ بھی بدعتی ہے خواہ کتنا ہی متبع سنت ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔

گناہ ہو جائے تو کیا کرے؟

اگر کوئی گناہ وقوع میں آجائے تو بہت جلد اس کا تدارک توبہ واستغفار سے کر لینا چاہئے' گناہ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقے پر اور گناہ آشکارا کی علانیہ طریقے سے توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے۔ منقول ہے کہ کراماً کاتبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں اگر اس درمیان میں توبہ کر لی تو اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ اپنے رجسٹر میں اس کا گناہ کا اندراج کر لیتے ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ ورع وتقویٰ کو اپنا شعار بنائے اور منہیات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راہ سلوک میں نواہی سے باز رہنا (درحقیقت) اوامر کے امتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سودمند ہے۔

اسلامی معاشرت کا طریقہ

لوگوں کے ساتھ اختلاط بقدر ضرورت کرے' وہ اختلاط جو برائے افادہ واستفادہ ہو البتہ محمود بلکہ ضروری ہے کہ ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے' خواہ اس سے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض' جو شخص عذر خواہی کرے اس کے عذر کو قبول کرنا چاہئے۔ اخلاق اچھے ہوں (خواہ مخواہ) اعتراض کسی پر نہ کیا جائے نرم وملائم گفتگو ہو' کسی کے ساتھ سختی ودرشتی سے معاملہ نہ کرے ہاں خدا کیلئے سختی کر سکتا ہے۔

کچھ اور دینی نصیحتیں

کسی پر اعتماد سوائے فضل پروردگار کے نہ ہو' اہل وعیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے اور بقدر ضرورت ان سے اختلاط ہو تا کہ ان کا حق ادا ہو جائے۔ موانست تام ان سے نہ ہو' اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے۔

احوال باطن نااہل سے نہ بیان کئے جائیں' مال داروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے' جمیع حالات میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اختیار کیا جائے بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہئے۔ سالک کو چاہئے کہ حوادث میں متذبذب نہ ہو' عیوب مردم پر نظر نہ

کرے اور اپنے عیوب ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ اپنے آپ کو کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے۔ سب کو اپنے سے بہتر سمجھے' ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی برکت اور دعا سے مجھے کشود کار میسر ہو سکتا ہے۔ سلف صالحین کے حالات پیش نظر رکھے' مساکین کی ہم نشینی پسند کرے' کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کو بھی اس سے روکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے' اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو' حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے اور سیئات کے ارتکاب سے دور دور رہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گزرے اور نیکی اس کو خوش کرے بس وہ مومن کامل ہے۔ مفلسی سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے' قلت معیشت سے تنگ دل نہ ہو' فقراء اور اخوان دینی کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے' صوفیاء کی خدمت آداب کے ساتھ کرے تاکہ ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے۔

میری نصیحت یہ ہے کہ کم از کم ہم یہ عادت ڈالیں کہ ہم اپنے ہر کام کے شروع میں یہی خیال دل میں کر لیا کریں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کیلئے کر رہا ہوں۔ کھانا پینا ہے تو اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی جان کا حق ہے اور اس کی عبادت کی ادائیگی میں قوت کا ذریعہ ہے۔ کپڑا پہننا ہو تو اس لئے کہ وہ ستر پوشی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح اپنی ہر ہر ضروریات میں اس نیت کے پیدا کرنے کی سعی کریں تاکہ ہماری دنیا بھی دین سے بدل جائے اور اس کے پیچھے نہ پڑیں کہ یہ نیت بھلا ہم کہاں کر سکتے ہیں' بس ایک عادت بنالیں اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالنے والا ہے۔ اسی طرح جو معاملات ہمارے دوسروں کے ساتھ ہیں' مثلاً یہ کہ ہم کسی کے ساتھ کوئی ہمدردی کریں تو یہاں بھی ہماری نیت خالص اور للہ ہونی چاہئے۔ دنیا میں بہت سے کفار بھی دوسرے انسانوں کی ہمدردی کرتے ہیں اور ان کی مدد بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ خدا تعالیٰ کو صحیح طور پر نہیں پہچانتے اور صحیح طور پر اس پر ایمان نہیں رکھتے' اس لئے وہ اس کو صرف اچھی صفت اور انسانیت کی خدمت سمجھ کر کرتے ہیں۔ اسلامی ہمدردی کی خصوصیت اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ وہ یہاں بھی ایک وحدہ لاشریک کی رضا جوئی کیلئے یہ خدمت سکھاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پھر وہ کسی سے نہ اس کے بدلے کا طلب گار رہتا ہے اور نہ اس کی

تعریف کا متمنی ہوتا ہے بلکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کا علم بھی کسی کو ہو چہ جائیکہ شہرت۔

میں مسلمانوں کو عامۃً اور اپنے احباب کو خاصۃً یہ تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ایسے طریقے پر کریں کہ شروع ہی سے ان پر اسلامی عقائد اور اسلامی معاشرت کا رنگ پختہ ہوتا چلا جائے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' قرآن پاک اور بیت اللہ شریف کی عظمت اور ہیبت اور انس و محبت کے ایسے نقوش قائم ہو جائیں کہ پھر وہ کسی طرح بھی نہ مٹ سکیں۔

مکان کی زیب و زینت کے متعلق کیا کہا جائے کہ زندہ کی تصاویر کا ہونا بھی گویا لازم ہے' کھانے پینے کے برتن' اٹھنے بیٹھنے کیلئے قالین اور صوفوں اور پہننے کے کپڑوں پر اگر تصاویر اور بعض شوقینوں کے مکانات میں تو فحش تصاویر نہ ہوں تو وہ گھر بہت ارذل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ملاقات کیلئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا اور چھینک کر الحمدللہ کہنا' کسی کی موت پر انا للہ پڑھنا' یہ سب اونچے طبقے کیلئے گویا مذہبی تعصب سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانا اور میت کے رشتہ داروں سے تعزیت ہماری دوستی پر موقوف ہے لیکن ہماری معاشرت سے خارج ہو چکا ہے اور وہ بھی صرف بڑے لوگوں کے ساتھ محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

شیطان کا ایک بڑا فریب یہ ہے کہ جب وہ کسی کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرتا ہے اور اسی کے دلائل دماغ میں ڈال دیتا ہے' اس لئے نادان انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہے یہ بہت معقول بات ہے۔ مثلاً عورتوں کی بے پردگی آج اس کی مضرت دنیا پر روشن ہو چکی ہے اور اس کے نتائج بد مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن جب کوئی عمل بد سے بدتر ہم اختیار کر لیتے ہیں تو کج فطرتی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ وہ اسی کے استحسان کے دلائل اور ایک خوب صورت بات میں بے وجہ عیب پیدا کرنے لگتا ہے۔

جھوٹ بولنے اور قسم کھانے کی عادت

مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کی تربیت میں شروع سے جھوٹ بولنے کی نفرت پیدا کرنا ضروری ہے' جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے' بلکہ اسلامی فطرت کے خلاف ہے اور اس کی

عادت اللہ کی لعنت کا موجب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ آل عمران۔ (لعنت ہو اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں)

یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ خالی کذب کی ممانعت اس قدر شدت کے ساتھ وارد ہوئی ہے تو جھوٹی قسم کھانا کس درجے کی معصیت ہوگی' ادنیٰ حیثیت کی اسلامی زندگی اس قسم کے عیوب کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ جب خدا تعالیٰ کی بخشیدہ دولت میں سے اس کے عائد کردہ حقوق فراخ دلی سے ادا کر دیتا ہے تو وہی دنیا پھر مسلمان کے دین کیلئے ایک بہترین رفیق کا کام دیتی ہے اور اس میں اس کی محبت کی وہ کشش ہی باقی نہیں رہتی جس کی محبت اس کے اور رب کے درمیان حجاب بن جائے۔ اس لئے حدیثوں میں ایسی پاک دنیا کی تعریف بھی آئی ہے اور اسی نکتے کی وجہ سے حدیث مذکور میں دنیا کی مذمت نہیں بلکہ اس کی محبت کی مذمت کی گئی ہے۔ اسلام میں محبوب دنیا کی مثالیں بھی سلف سے لے کر خلف تک ملتی ہیں' ہمارے زمانے میں پاک دنیا کی یعنی کسب حلال کی بڑی اہمیت ہے کہ اپنا دین بھی عزت کے ساتھ محفوظ رکھے اور دوسروں کی بھی مدد کا باعث ہو۔

زید بن الحسین رحمہ اللہ تعالیٰ روایت فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ زہد اور دنیا سے بے تعلقی کیا ہے؟ انہوں نے اپنے لفظوں میں یہ جواب دیا کہ **طیب الکسب و قصر الامل** یعنی حلال مال کمانا اور لمبی لمبی امیدیں نہ باندھنا۔ اس سے یہ بات اور واضح ہوگئی کہ جنہوں نے اپنے آپ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہنا اور رزق کی جائز تدابیر ترک کرنے کا نام زہد سمجھا وہ بڑی غلط فہمی میں ہیں اور اسی طرح جو لوگ لمبی امیدیں لگا کر حلال و حرام کا امتیاز کئے بغیر کمانا ہی ہوشمندی اور دین داری سمجھتے ہیں وہ بھی سخت نادانی کا شکار ہیں۔

شہد کی مٹھاس دنیا جانتی ہے لیکن یہ بات صرف انبیاء علیہم السلام بتاتے ہیں کہ ایمان بھی مٹھاس رکھتا ہے اور شہد سے کہیں زیادہ مٹھاس رکھتا ہے' شہد کھانے والے شہد چھوڑ سکتے ہیں لیکن جو ایمان کا مزہ چکھ لیتا ہے وہ ایمان کو کسی قیمت پر چھوڑ نہیں سکتا' بلکہ اس کو چھوڑ نہیں سکتا' بلکہ اس کو چھوڑنا اس کے نزدیک جل کر خاک ہو جانے سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے' اب سوچئے کہ اس کو

کون جان سکتا ہے کہ جو چیز اتنی زیادہ میٹھی ہو اس کا مزہ خراب بھی ہو سکتا ہے اور جس چیز سے خراب ہو جاتا ہے وہ کیا چیز ہے' یہ بات صرف انبیاء علیہم السلام ہی بتاتے ہیں کہ ایمان کی مٹھاس ذرا سی بات سے خراب بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی غصہ عام آدمی صرف غصے کی کڑواہٹ سے واقف ہے اس لئے جو آدمی زیادہ غصے والا ہوتا ہے اس کو کڑوے مزاج کا آدمی کہتے ہیں' یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ غصہ صرف زبان کو کڑوا نہیں کرتا بلکہ ایمان کو بھی کڑوا کر دیتا ہے۔ یہاں غصے سے مراد وہ غصہ ہے جو اپنی خواہش نفس کیلئے ہو' رہا وہ غصہ جو دین اور شریعت کی خاطر ہو وہ حلاوت ایمانی کا تقاضا ہے اور اس کی حلاوت کو اور دگنا زیادہ کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے میری ملاقات ہوئی ہے' سب کو اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا' ان میں کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ایمانوں کی طرح خطرہ نفاق سے مامون ہے۔ ابراہیمی تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے قول و عمل کو ملاتا تو ہمیشہ مجھ کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں جھوٹا نہ قرار پاؤں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: جس شخص کو اپنے متعلق نفاق کا خطرہ بھی گزرتا ہو اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے؟ انہوں نے تعجب سے فرمایا: ایسا کون مومن ہو سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ خطرہ بھی نہ آتا ہو۔ (جامع العلوم)

قدرت نے انسان میں فہم و فراست اور عقل و ذکاوت کی وہ طاقت ودیعت رکھی ہے کہ جب وہ اس کا پورا پورا ادراک کر لیتا ہے تو بر و بحر کی ساری قوتیں اس کو اپنی ہی محکوم نظر آتی ہیں' وہ سمندروں کے طوفانوں' دریا کی موجوں اور بڑے بڑے حوادث ارضی کو نظر میں نہیں لاتا' وہ سورج کی شعاعوں اور بادلوں کے پانی سے بڑی بے نیازی کے ساتھ فائدہ اٹھاتا ہے اور اگر اس کے نظام عمل میں یہ عظیم الشان مخلوق کبھی اس کے موافق کام نہیں کرتی تو اپنا ایک الگ سورج اور جدا بادل بنا کر نہایت حاکمانہ انداز میں ان کا بائیکاٹ کر دیتا ہے۔

ہدیٰ اور ہویٰ کے دوراہے پر انسان کا امتحان

اسی دوراہے پر کھڑا کر کے انسان کا امتحان لیا گیا ہے' راہ ہدیٰ پکارتی ہے کہ راہ یہ ہے اس پر چلو' مگر ہویٰ مچلنے لگتی ہے اور سو طرح کی رکاوٹیں سامنے لے آتی ہے۔ ہدیٰ ایک آسمانی

آئین ہے اس کے اتباع میں محکومیت کا داغ لگتا ہے اور ہوئی اپنے ہی نفس کے جذبات ہیں اس کے مان لینے میں حاکمیت کا مزا آتا ہے اس لئے یہاں ایک نیک بخت انسان بڑی حماقت یہ کرتا ہے کہ ہدیٰ اور ہوئی کے درمیان اتفاق وسازگاری کی سعی کرنے لگتا ہے کہ

باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

مگر یہ سعی لاحاصل ہے قرآن نے پہلے اعلان کر دیا ہے کہ یہ دوراہیں علیحدہ علیحدہ ہیں ایک کا سرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے اور دوسری کا سرا شیطان کے ہاتھ میں ہے ایک کا منتہیٰ جنت ہے اور دوسری کا دوزخ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا چھوڑا؟

اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دنیوی مال ومتاع تھا ہی نہیں اور کوئی چیز تھی بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے اعلان فرمایا کہ ''ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ بھی چھوڑتے ہیں وہ امت کی جائز ملکیت ہوتی ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عمر بن حارث اور ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے تشریف لے جاتے وقت درہم' دینار' غلام یا کنیز کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے ایک سفید خچر' چند ہتھیاروں اور تھوڑی سی زمین کے' وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام مسلمانوں کو عطا فرما دی تھی۔ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے یہاں جو کے غلے کے عوض رکھی ہوئی تھی اور جن کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ان میں پیوند لگے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پورا عرب شام کی سرحدوں سے لے کر عدن تک فتح ہو چکا تھا اور مدینہ میں درہم ودینار کے ڈھیر لگے تھے۔

یہی وہ ذات گرامی ہے جس کے اتباع میں انسانوں کی فلاح ہے اور جس کا اسوہ حسنہ انسانیت کیلئے آخری معیار ہے۔

جائیں تو کہاں جائیں کہ جو کچھ ہے یہیں ہے باہر ترے گھر کے تو نہ دنیا ہے نہ دیں ہے

مختصر سوانح

فقیہ الامت

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ کو حق تعالیٰ شانہ نے بے شمار اوصاف وکمالات اور گوناگوں محاسن سے نوازا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نسب کے اعتبار سے میزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ کا دادا حاجی خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ' محدث عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے خصوصی خادم تھے۔

آپ رحمہ اللہ کے والدمحترم' حضرت مولانا حسن گنگوہی رحمہ اللہ قدس سرہ حضرت شیخ الہند مولانا محمودالحسن قدس سرہ اسیر مالٹا کے خصوصی شاگرد اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے رفیق درس تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی بسم اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ نے کرائی۔

علوم نقلیہ وعقلیہ' تفسیر وحدیث' فقہ وفتاویٰ' سیرت وتاریخ' رجال' ادب' نحو وصرف' منطق وفلسفہ' ریاضی اقلیدس' متون وشروح' حواشی وتعلیقات ہر ایک فن میں آپ کو کامل دستگاہ اور وسعت مطالعہ کے ساتھ وہ تعمق وتبحر حاصل تھا کہ ہر فن کے آپ امام معلوم ہوتے تھے اور آپ کا خداداد حافظہ اور استحضار تو بڑے بڑے اہل علم حضرات کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ کسی

بھی فن کا مسئلہ ہوتا آپ اس سے متعلقہ کتاب کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے تھے اور ہر مسئلہ سے متعلق اپنی ایسی مضبوط اور پختہ رائے رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے مالہ و ماعلیہ پر پوری بصیرت حاصل ہے اور بہت گہرائی کے ساتھ آپ نے اس کو حاصل کیا ہے۔

اور یہ آپ کا مخصوص فن ہے آپ نے اپنی پوری زندگی اسی پر لگائی ہے۔

آپ کی مجلس مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے پختہ کار علماء کا ایک بورڈ معلوم ہوتی تھی کہ ایک طرف کوئی مفسر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف کوئی محدث عصر جلوہ فرما' ایک طرف کوئی مفتی اعظم ہے تو ایک طرف سیرت و تاریخ اور رجال کا ماہر' ایک طرف کوئی شیخ الادب ہے تو ایک طرف امام نحو وصرف مسند نشیں ایک طرف منطق و فلسفہ کا امام ہے تو دوسری طرف شیخ طریقت' زاہد وقت' بوریہ نشیں۔

❀ ❀ ❀

فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

اپنے کو فرنگی کافر سے بدتر سمجھنے پر اشکال

ارشاد فرمایا کہ مکتوبات مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ میں لکھا ہے کہ جب تک آدمی اپنے آپ کو فرنگی کافر (انگریز) سے بدتر نہ سمجھے مومن نہیں ہوسکتا' حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے ایمان کی نعمت سے نوازا ہے' اسلام جیسی عظیم دولت دی ہے تو اپنے کو فرنگی کافر سے بدتر کیسے سمجھے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت کا ایمان کی حالت میں آنا یقینی نہیں اور اعتبار خاتمہ ہی کا ہے پھر کس چیز پر ناز کرے اور کیوں کر اپنے کو فرنگی کافر سے اچھا جانے۔

طالب علم کے مال کیلئے فولاد کا پیٹ

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کا مال کھانے کیلئے فولاد کا پیٹ چاہئے (مطلب یہ ہے کہ طالب علم قابل رحم ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی امداد کی جائے نہ یہ کہ اس سے کچھ لیا جائے پس اس کی چیز لینے میں یا اس کا مال کھانے میں احتیاط چاہئے۔

مدارس کیلئے فراہمی چندہ

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ مدرسہ کی طرف سے چندہ وصول کرنا بھی اعتکاف وغیرہ عبادات سے کم نہیں (پس مایوس نہ ہوں وہ حضرات جو رمضان

شریف اعتکاف وغیرہ عبادات میں گزارنا چاہتے ہیں مگر مدارس کی طرف سے مجبور ہوتے ہیں چندہ کرنے پر جس کی وجہ سے اعتکاف وغیرہ عبادات سے محروم ہو جاتے ہیں مگر اخلاص شرط ہے)

استغفار نا یحتاج الی استغفار کثیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے استغفار نا یحتاج الی استغفار کثیر (ہمارا استغفار بھی کثیر استغفار کا محتاج ہے) اس لئے کہ ہمارا استغفار زبانی ہے قلبی نہیں پس وہ استہزاء کے درجہ میں ہے جیسے کوئی شخص کسی کو جوتا مارے اور پھر معافی مانگے مگر ندامت ہو نہیں (کہ یہ معافی طلب کرنا نہیں بلکہ استہزاء ہے)

حقیقت خلق

ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے خلق چکنی چپڑی اور ہنس ہنس کر بات کرنے کا نام رکھ لیا ہے خواہ دلوں میں بغض ہی کیوں نہ ہو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا قول الکوکب الدری میں نقل کیا گیا ہے کہ خلق مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کو کہتے ہیں جس سے خالق بھی راضی ہو اور مخلوق بھی راضی ہو، چکنی چپڑی بات کرنے سے جبکہ دلوں میں بغض ہو خالق کہاں راضی ہوتا ہے اور مخلوق کو بغض قلبی کا علم ہو جائے تو وہ بھی کہاں راضی ہے۔

پریشان کن خیالات کا دفعیہ

ارشاد فرمایا کہ پریشان کن خیالات کو دفع کرنے کے درپے نہ ہو جایئے درود شریف کی کثرت رکھئے ان کی وجہ سے کام بند نہ کیجئے جیسے کوئی آدمی بازار جاتا ہے وہاں طرح طرح کی آوازسنتا ہے طرح طرح کی چیزیں دیکھتا ہے لیکن ان کی وجہ سے اپنا کام بند نہیں کرتا (بند کرنا بڑی بات ہے اس میں کچھ کمی بھی نہیں آنے دیتا بلکہ اس کو پورا پورا انجام دیتا ہے)

بیماری کی وجہ سے ترک عمل

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نیک عمل کرتا تھا پھر بیماری کی وجہ سے وہ عمل نیک نہیں کر پاتا تو (حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے) ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ بیماری کے زمانے میں بھی

اس کے اس نیک عمل کو لکھتے رہو جس کو وہ صحت کے زمانہ میں کرتا تھا (اور اب بیماری کی وجہ سے نہیں کر رہا) پھر جب وہ ٹھیک ہو جائے تو پھر شروع کر دے اگر صحت کے بعد نہ کرے گا تو پھر نہ لکھا جائیگا (اس میں بڑی تسلی ہے ان حضرات کیلئے جو بیماری یا کسی اور معقول عذر کی وجہ سے اپنا معمول پورا نہ کر سکیں اور اس کے فوت ہونے پر ان کو افسوس ہو)

مصائب بھی نعمت ہیں

ارشاد فرمایا کہ مسلمان جب تک مصائب میں مبتلا نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے مصائب بھی بندہ مومن کیلئے اللہ پاک کی بڑی نعمت ہیں۔

حسن ظن کیلئے دلیل کی حاجت نہیں

ارشاد فرمایا کہ حسن ظن (جو کہ مطلوب ہے۔ کہا گیا ہے ظنوا بالمومنین خیرا مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھو) کیلئے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ سوظن (جو کہ مذموم ہے اس سے اجتناب کا حکم ہے ارشاد خداوندی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ) کو دلیل نہ ہونا اور مسلمان کا اسلام ہی اس کیلئے کافی ہے البتہ سوء ظن کیلئے مستقل دلیل کی حاجت ہے (بغیر دلیل معتد بہ کے کسی کے ساتھ بدگمانی گناہ ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ ان بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)۔

دین کی طلب پیدا کرنا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب (بانی تبلیغی جماعت) فرمایا کرتے تھے کہ اس دور میں سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں دین کی طلب نہیں ان کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کر دی جائے۔

حضرت امام ابو یوسف کی قضاءت

ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی بنے اور قاضی القضاۃ کا لقب آپ کو دیا گیا لیکن بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملا کر نہیں رہے بلکہ

ہر معاملہ میں شریعت کا اتباع کرتے یہاں تک کہ بادشاہ کا مزاج درست کر دیا کتاب الخراج تصنیف فرمائی اور حکومت کو مجبور کر دیا کہ اس کے موافق عمل کرنا ہوگا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی اور شاہجہاں کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ ایک مرتبہ شاہجہاں کے ساتھ کشتی میں سفر کر رہے تھے اتفاق سے کشتی بھنور میں پھنس گئی تو مولانا گھبرائے لیکن شاہجہاں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ شاہجہاں نے مولانا کو غیرت دلائی کہ آپ عالم دین ہو کر گھبرا رہے ہیں اور میں ذرا بھی متاثر نہیں مولانا بڑے ذہین تھے فوراً ارشاد فرمایا کہ میں مر جاؤں تو مجھ سا پیدا ہونے کیلئے ایک صدی چاہئے اور تم مر جاؤ تو کیا ہے صاحبزادہ داراشکوہ تمہاری جگہ پر کرنے کیلئے موجود ہے صاحبزادہ عالمگیر موجود ہے۔

خط میں القاب وآداب

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک صاحب کا خط آیا جس میں حضرت کو بہت لمبے چوڑے القاب وآداب لکھے تھے۔ حضرت نے اس کو پڑھا تو بیساختہ فرمایا کس قدر غلو ہے منشا اس کا علو ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے خلو ہو پھر فرمایا کہ مجھ سے یہ شاعری کا مرض نہیں جاتا کہ بے اختیار مقفّٰی و مسجع عبارات زبان سے نکلتی ہیں۔

گیارہ رات سے لیٹنا نہیں ملا

ارشاد فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اس حال میں کہ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی فرمایا کہ بھائیو اجازت دیدو تو میں تھوڑی دیر کیلئے سو جاؤں اس لئے کہ گیارہ رات سے لیٹنا نہیں ملا ہے اس کے بعد تقریر کروں گا۔

کھانے میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عادت

ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ بائیں ہاتھ میں روٹی لے لیتے تھے اور دائیں ہاتھ سے اس میں سے توڑ توڑ کر کھاتے رہتے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی طلبہ کو نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلبا سے فرمایا کہ تم لوگوں کو مطبخ سے دو روٹی ملتی ہیں تم دونوں کو کھا جاتے ہو اتنا نہیں ہوتا کہ ڈیڑھ روٹی پر قناعت کر لیں اور آدھی روٹی کسی غریب کو دیدیں اسی طرح بستر پر سوتے ہو تکیہ لگاتے ہو میں جب تک طالبعلم رہا کبھی بستر پر نہیں سویا اور نہ تکیہ لگایا بلکہ سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتا تھا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی کثرت عبادت

ارشاد فرمایا کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب دیو بندی (جن کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ لوگ ان کو شیخ الہند کہتے ہیں حالانکہ وہ شیخ العالم تھے) کے قدم ایک مرتبہ کثرت عبادت کی بناء پر ورم کر گئے تو اس پر خوش ہو کر فرمایا کہ آج ایک سنت (حتی تورمت قدماه حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمہائے مبارک کثرت قیام کی بنا پر ورم کر جایا کرتے تھے) پر آج اتباع نصیب ہوا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے یہاں فجر کے بعد مجلس لگتی اور چائے کا دور چلتا مجلس میں سب لوگ تو اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہتے۔ لیکن حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش سر جھکائے بیٹھے رہتے اور کسی کی باتوں میں حصہ نہ لیتے۔ جب آہستہ آہستہ لوگ چائے پی کر چلے جاتے تب حضرت شیخ الہند ان سے فرماتے کہ شاہ صاحب آپ کو کچھ کہنا ہے تو سر اٹھاتے اور عرض کرتے کہ جی ہاں فلاں حدیث کے متعلق دریافت کرنا ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ جواب مرحمت فرماتے اس کے بعد شاہ صاحب واپس آتے۔

بڑی کتابیں پڑھانے کی خواہش

ایک مولوی صاحب نو فارغ (جو کسی جگہ مدرس ہوئے تھے اور ان کو چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھانے کیلئے دی گئی تھیں) کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ خیال نہ کرنا کہ میں علامہ ہوں مجھے بڑی کتابیں ملنی چاہئے تھیں چھوٹی کتابیں دے کر میری توہین کی اس لئے کہ چھوٹی کتابیں جب سینے میں محفوظ ہو جاتی ہیں تو بڑی کتابوں کیلئے مدد ملتی ہے اور ان کا پڑھانا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں شروع سے آخر تک تمام کتابوں کا تکرار کرایا۔ حتیٰ کہ دورہ حدیث شریف کی کتابوں کا بھی تکرار کرایا مگر جب ملازم ہوا تو سب سے پہلے میزان پڑھائی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سب سے پہلے پنج گنج پڑھائی ہے۔

تھوڑی تنخواہ میں برکت

ارشاد فرمایا کہ تھوڑی تنخواہ میں برکت ہوتی ہے چنانچہ جب میں کانپور تھا تو میری تنخواہ صرف ستر روپے ماہانہ تھی ان میں سے ساٹھ روپے گھر بھیج دیا کرتا تھا باقی سے ایک وقت کے کھانے کا انتظام کرتا اور ایک وقت کھاتا ہی نہ تھا۔ ان میں سے کچھ بچ رہتا تو مہمانوں کی کثرت تھی۔ ان کی چائے پانی میں خرچ کر دیتا اور پھر بھی بچ رہتا تو اپنی ضرورت کپڑے جوتا وغیرہ میں خرچ کر لیتا اور بھی کچھ بچ جاتا تو کتابیں خریدتا رہتا پھر بھی کچھ بچ رہتا تو اس کو حج کی نیت سے روک لیتا۔ چنانچہ اسی طرح جمع کرتے کرتے وہاں سے دو حج کئے۔

اچھی تقریر

ارشاد فرمایا کہ تقریر تو وہی اچھی ہوتی ہے جس میں بس آیات و احادیث ہوں اپنی طرف سے کچھ نہ ہو اپنی طرف سے تو ترجمہ ہی کافی ہے۔

مشائخ کی محبت اکسیر ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مشائخ کی محبت اکسیر ہے بشرطیکہ قلب میں خرخشہ نہ ہو میں نے (حضرت دام مجدہ نے) دریافت کیا کہ خرخشہ کا کیا مطلب؟ تو فرمایا کہ شیخ کے قول وفعل پر یہ کہنا کہ ایسا کیوں کیا ایسا کیسے فرمادیا (مطلب یہ کہ شیخ کے قول وفعل کو بلا چون و چرا تسلیم کرلے اس میں حجتیں نہ نکالے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے حضرت تھانوی نے نقل کیا ہے طالبعلمے کہ چون و چرانہ کندو سالکے کہ چون و چرا بکند ہر دورا بہ چراگاہ باید فرستاد کہ جو طالب علم چون و چرانہ کرے اور جو مرید چون و چرا کرے دونوں کو چراگاہ بھیج دینا چاہئے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ انکو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درددل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اسلام سے جزیہ کا سقوط

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کسی عامل نے ان کو خط لکھا کہ یہاں کے ذمی لوگ یہ معلوم کرکے کہ اسلام سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں جس کی بنا پر جزیہ کم آرہا ہے خزانہ خالی ہے۔ اس لئے آپ اسلام سے جزیہ ساقط ہونے کے قانون کو ختم فرمادیں۔ آپ نے جواب لکھا **ان محمد صلی الله علیه وسلم بعث هادیا لاجابیا** کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ مال بٹورنے والا بنا کر بھیجے گئے تھے۔

اس لئے خزانہ خالی رہے تو پرواہ مت کرو۔ وہ کام جس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے یعنی ہدایت وہ تو ہو رہا ہے اور کیا چاہئے۔

شکر ہدیہ کرنے والے کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ گاؤں کے ایک آدمی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کچھ شکر پیش کی حضرت نے قبول فرما کر حاضرین مجلس میں تقسیم کرادی۔ سب نے کھالی اب اس نے عرض کیا کہ حضرت اب مجھے بیعت فرمالیجئے فرمایا کہ ہمارے یہاں یہ قانون نہیں بیعت ہونے کا اس نے کہا کہ میں قانون وانون نہیں جانتا مجھے تو بیعت کرلو تو میں مرید ہوں گا نہیں میری شکر لاؤ حضرت نے فرمایا کیا اسی لئے شکر لائے تھے۔ اس نے کہا جی ہاں اسی لئے لایا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر پہلے سے کیوں نہیں بتلایا اس پر اس نے کہا کہ آپ نے پوچھا کب تھا؟ آپ نے پوچھا کہ تیری شکر کتنی تھی اس نے کہا کتنی وتنی کی بات نہیں میں تو وہی لوں گا۔ بالآخر اس کو بیعت فرمالیا اس نے عرض کیا مجھے وظیفہ بھی بتلاؤ جبکہ بیعت اور وظیفہ جمع کرنے کا قانون نہ تھا۔ حضرت نے وظیفہ بھی بتادیا پھر کہا کہ مجھے تبرک بھی دو اس کو تبرک (تسبیح) بھی دیا پھر عرض کیا خدمت بھی کروں گا آپ نے اس کا بھی موقع دیا اس کے بعد وہ رخصت ہوا۔ تب حضرت نے فرمایا کہ بڑی پکی قسمت کا تھا کہ ایک ہی مجلس میں سب ضدیں پوری کرگیا۔

اذکار واشغال میں فرق

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سہارنپور تشریف لائے تھے میں بھی وہاں تھا مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کیا اذکار واشغال ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اذکار واشغال کا فرق بھی نہیں جانتا تو فرمایا کہ جو چیز زبان سے متعلق وہ اذکار اور جو چیز دھیان سے متعلق وہ اشغال۔

(ازملفوظات فقیہ الامت رحمہ اللہ)

مختصر سوانح

مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی رحمہ اللہ

مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب کی ولادت ۲۱ شوال ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ بڑی ہمشیرہ نے ماں کی قائم مقامی کی لیکن ابھی آپ کی عمر بارہ ہی سال کی تھی کہ ان کا سایہ عاطفت بھی سر سے اٹھ گیا۔

حیدرآباد کے قیام کا زمانہ بڑے مجاہدہ اور جفاکشی کا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس سترہ سال کی مدت میں زیادہ تر جوار کی روٹی پر گزر کی' عید کے موقع پر اس ڈر سے کہ احباب نیا جوڑا بنانے پر اصرار نہ کریں جنگل میں نکل جاتے تھے۔ اس وقت جوار ایک روپیہ کی بہت مل جاتی تھی۔ ۱۵ سیر جوار مہینہ بھر کیلئے کافی ہوتی تھی' نمک کا بجٹ نہ ہوتا تھا جن سے روٹیاں پکواتے تھے نمک انہیں کی طرف سے ہوتا تھا۔ کتابیں بغل میں دبائیں اور روٹیاں کپڑے میں باندھیں اور گھر سے چل دیئے۔ سالن کے دام بھی نہ ہوتے۔ آم کا اچار سالن کا کام دیتا تھا کبھی طبیعت میں تقاضا پیدا ہوتا تو گڑ سے جوار کی روٹی کھا لیتے۔

حیدرآباد کے زمانہ قیام ہی میں آپ نے عربی' فارسی کی تعلیم کے سلسلہ کا آغاز کیا۔

نظام الاوقات

آپ کا نظام الاوقات عموماً یہ رہتا ہے کہ فجر اول وقت پڑھ کر اشراق تک مصلے پر ہی تسبیحات میں مشغول رہتے ہیں۔ اشراق کے بعد بغیر ناشتہ کئے ہوئے خانقاہ میں تشریف لے آتے ہیں اور درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن پاک سناتے ہیں پھر ایک رکوع کا

ترجمہ اور احسن تفاسیر سے کچھ حصہ تفسیر کا پڑھتے ہیں۔ پھر مشکوۃ کی چند احادیث مع ترجمہ وتشریح کے سناتے ہیں' اسی دوران میں دو ایک کتب کا سبق کسی عالم سے لیتے ہیں۔ اسی اثناء میں مریضوں کے بھی علاج ومعالجہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ڈاک بھی ملاحظہ فرماتے ہیں خطوط کے جوابات لکھواتے ہیں' حاضرین سے خطاب بھی فرماتے ہیں۔ اسی گفتگو میں شریعت وطریقت کے اہم نکات' نصائح اور ہدایات کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ ۱۱ بجے اور جب صحت بہتر تھی تو ۱۲ بجے تشریف لے جاتے تھے' کھانے سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اٹھ کر نماز ظہر ادا فرما کر پھر تلاوت فرماتے ہیں۔ عصر کے بعد مغرب تک تسبیحات میں مشغول رہتے ہیں بعد مغرب اوابین ادا فرماتے ہیں اور درمیانی اوقات میں ذکر وتسبیح میں مشغول رہتے ہیں۔ عشاء ادا فرما کر آرام فرماتے ہیں۔ ختم خواجگان عام دنوں میں ہر جمعہ کو بعد مغرب اور رمضان مبارک میں بعد نماز جمعہ کا معمول ہے۔ (صحبتے با اہل دل)

آپ کی وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ (۲۰ مئی ۱۹۷۰) کو ہوئی۔

مولانا یعقوب مجددی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

نماز میں جی نہ لگنے کی وجہ

''بمبئی میں مجھے ایک نوجوان ملے، سوٹ بوٹ میں ملبوس، داڑھی صاف، کہنے لگے مجھے پہچانا؟ میں نے کہا نہیں، کہا میرا نام یہ ہے، حافظ قاری ہوں، اکثر لوگ مجھے اس لباس میں نہیں پہچانتے پھر کہنے لگے مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے، کہنے لگے میرا نماز میں جی نہیں لگتا۔ میں نے کہا بالکل قدرتی بات ہے، ایسے ہی ہونا چاہئے۔ چمڑے کے کارخانے میں کام کرنے والے کا عطر کی دوکان میں دم گھٹنے لگتا ہے اور عطر کے کارخانہ میں کام کرنے والا جب سریش کے کارخانے میں جاتا ہے تو اس کی جان پر بن جاتی ہے۔''

بڑھاپے کی شکایت کرنیوالے کی مثال

''آخرت اور جنت مقصود اور نتیجہ ہے اور بڑھاپا اور موت اس کا ذریعہ اور پل ہے، اس لئے مجھے تعجب ہوتا ہے جب کوئی بڑھاپے کی شکایت کرتا ہے اور بڑے درد و حسرت سے کہتا ہے کہ اب مرنا ہی باقی ہے اور موت تو آنی ہے۔ وہ لڑکوں اور جوانوں کو حسرت سے دیکھتا ہے کہ کبھی میں بھی ایسا تھا، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسان خوشی خوشی کھیتی کرے، جب غلہ کاٹنے اور غلہ اٹھانے کا وقت آئے تو رنجیدہ اور مایوس ہو، حالانکہ یہ ساری محنت و مشقت اسی دن کے لئے تھی اب اس کا افسوس کیوں؟ اب تو غلہ اٹھانے اور گھر لیجانے کا وقت آیا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ کی ملاقات کا شائق ہو اللہ بھی اس کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ اَحَبَّ اللهُ لِقَائَهٗ. (حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بندے کے لئے خدا کی طرف سے سلام و پیام آتا ہے)۔

بڑھاپا موجب شکر ہے

میں کلکتہ میں جہاں ٹھہرا ہوا تھا وہاں ایک انگریز کا مکان تھا، اس کے یہاں ایک مینا پلی ہوئی تھی۔ کلکتہ میں مکانوں کی دیواریں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اکثر پاس پڑوس والوں کو دوسرے گھروں کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے۔ میناؤں کا ایک جھنڈ گزرا اور انہوں نے آواز دی تو یہ مینا جو پنجرے میں تھی بے قرار ہوگئی، اور بہت پھڑ پھڑائی۔ بالکل یہی حالت روح کی ہے کہ جب وہ اوپر کی آوازیں سنتی ہے اور وہاں سے اس کے کان میں صدا آتی ہے کہ:۔

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

کسی بندے میں کچھ نہیں، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

''آدمی کی تعریف نہیں جہاں سے علوم ومضامین آتے ہیں اس کی تعریف ہے۔ کوئی ٹونٹی کی تعریف کرے اور اس کا فیضان بتائے۔ ٹونٹی کہے گی کہ اس وقت آنا جب پانی بند ہو جاتا ہے، پھر میرے فیضان کی حقیقت معلوم ہوگی اس وقت اگر اس سے کوئی پانی لینے گیا تو وہ کہے گی کہ میں تو خود جلی جارہی ہوں، چلو بھر پانی مجھ پر ڈال دو۔ یہی انسان کا حال ہے کہ وہ ہر وقت ایک حال میں نہیں رہتا اور نہ وہ فیضان کا مالک ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ پانی کے حوض پر بیٹھے وضو کر رہے تھے، اچانک پانی میں گر گئے اور غوطہ کھانے لگے۔ بڑی مشکل سے مریدوں نے نکالا اور جان بچی۔ ایک مرید نے ادب سے عرض کیا کہ حضرت فلاں موقع پر دریائے مغرب پر سے گزر گئے اور پاؤں بھی تر نہ ہوا، آج چھوٹے سے حوض میں گر گئے اور ہوش نہ رہا۔ فرمایا یکساں حال نہیں رہتا، شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند ۔۔۔ کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زقصرش بوئے پیراہن شمیدی ۔۔۔ چرادر چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برقِ جہاں ہست ۔۔۔ دمے پیدا ودیگردم نہاں ہست

گہے برطارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش برحالے بماندے سردست از دو عالم برفشاندے

محبت بڑی چیز ہے

محبت بڑی چیز ہے۔محبت پٹرول کی طرح ہے جس سے ہر چیز چل سکتی ہے۔فرمایا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے(کہ تم کو اس کا اس قدر اشتیاق ہے) کہا کہ میرے پاس اس کے لئے کچھ زیادہ عبادات نہیں البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔فرمایا"المرءُ مع من احب." (انسان آخرت میں اسی کے ساتھ ہو گا جس سے (اس کو) دنیا میں محبت تھی) فرمایا حضرات چشتیہ کی نظر اسی پٹرول (دردو محبت) پر زیادہ ہے اور اسی سے ان کی یہ ترقی اور علو شان ہے۔

سلوک کبھی تمام نہیں ہوتا

مجھے اس لفظ پر بہت تعجب ہوتا ہے جب کوئی صاحب کسی صاحب کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا سلوک تمام ہوگیا۔کیا سلوک بھی کبھی تمام ہوسکتا ہے؟ یہ تو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، یہ تو خود اپنی کم ہمتی اور خامی کی دلیل ہے۔جس نے سمجھا کہ سلوک تمام ہوگیا۔اس کی ترقی رک گئی اور وہ ایک منزل پر رہ گیا، اسی طرح یہ کہنا بھی مجھے بہت محسوس ہوتا ہے کہ قرآن ختم کرلیا۔حدیث کا دورہ مکمل ہوگیا، بھلا قرآن وحدیث کا بھی کہیں اختتام ہے؟ یوں کہنا چاہئے کہ میں نے اپنی تمام عمر کردی۔عارف نے تو فرمایا ہے:

اے برتر از قیاس وخیال وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ ایم نوشتیم وخواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ماہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

بندگی سب سے اونچا مقام ہے

بندگی اور اپنے کو مٹانا سب سے اونچا مقام ہے بے نفسی،خود انکاری اور اپنے کو خاک وخس وخاشاک سمجھ لینے سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور کمال نہیں۔امام ربانی فرماتے ہیں کہ جن

لوگوں سے کرامات کا بہت ظہور ہوا ہے۔ ان کو قیامت میں تمنا ہوگی کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔ کڑا مانک پور میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت خواجگی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے لوح مزار پر یہ دو شعر لکھ دیئے جائیں ؎

برائے خدا اے عزیز ان من نویسید برگور من ایں سخن
کہ چوں خواجگی درتہ خاک شد نکوشد و حسکم جہاں پاک شد

کیفیت حاصل نہ ہونے کی بلیغ مثال

ایک مرتبہ کچھ ذکر و شغل کرنے والوں نے جو ایک شیخ سے تعلق رکھتے تھے شکایت کی ہم عرصہ سے اللہ اللہ کر رہے ہیں لیکن ہمارے اندر کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہم کو اس کا کچھ احساس ہوتا ہے، فرمایا، ذکر کرتے وقت آپ کو کچھ وساوس اور خیالات آتے ہیں، انہوں نے کہا بہت، فرمایا کہ شکر کیجئے کہ ذکر اپنا کام کر رہا ہے۔ یہ اس اثر کی دلیل ہے، آپ کنواں کھودتے ہیں تو پہلے کیا نکلتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مٹی اور پتھر، فرمایا جو کچھ باطن میں ہوتا ہے پہلے وہی نکلتا ہے، اس کے بعد پانی کی نوبت آتی ہے، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور صحابہؓ کی خصوصیت تھی کہ آپ نے ان کو بھرے ہوئے لبالب حوض پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور ان کو مٹی اور پتھر نکالنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ گوہر مقصود اور نسبت باطنی ان کو یکدم سے حاصل ہوگئی۔

استخارہ کا غلط استعمال

لوگوں نے استخارہ کا بھی بہت غلط استعمال شروع کر دیا ہے بدیہیات اور مشاہدات میں استخارہ نہیں ہے۔ پہلے اللہ نے آنکھیں دی ہیں دیکھنے کے لئے، یہ پتھر ہے یا سنگ مرمر ہے، اس کے لئے استخارہ کی ضرورت نہیں، لوگ پہلے دل میں ایک چیز طے کر لیتے ہیں، پھر استخارہ کرتے ہیں اور جب کوئی خواب اس کے مطابق نظر آتا ہے تو اس کو سند بنا لیتے ہیں۔

کسی کا دین دیکھنا ہو تو اس کی دنیا دیکھو

مولانا عبدالشکورؒ اور حاجی مشتاق علی خاں مرحوم نے حضرت مولا عین القضاۃ کی ایک

بات سنائی، میں نے اس کو اپنی عادت کے مطابق لکھ لیا اور میں نے کہا کہ عمر بھر کے لئے میں یہی ایک بات کافی ہے۔ انہوں نے نقل کیا کہ حضرت مولانا فرماتے تھے کہ اگر کسی کا دین دیکھنا ہو تو اس کی دنیا دیکھو، یعنی اگر دنیا شریعت کے مطابق ہے تو دین بھی شریعت کے مطابق ہوگا۔

رونگٹوں کی دُعا

ایک مرتبہ ہمارے یہاں مزدور لگے ہوئے تھے۔ میری عادت ہے کہ میں بھی کام کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہوں، اکثر تجربہ ہوا ہے کہ ان غریب اور بے پڑھے آدمیوں کی گفتگو سے بعض مرتبہ کوئی بڑا نکتہ اور بڑے کام کی بات ہاتھ آ جاتی ہے، چنانچہ میں بھی ان کے کام میں شریک ہو گیا۔ جب ان میں گھل مل گیا اور کچھ بے تکلفی ہوئی تو انہوں نے کہا بابا جی، ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہو۔ میں اسی لئے تو گھلا ملا ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم فلاں جگہ کام کرتے تو ہم کو زیادہ مزدوری ملتی ہے۔ میں نے کہا کہ تم اطمینان رکھو، یہاں مزدوری خاک نہ ملے گی، یہاں تو صرف دعائیں ملیں گی، شام کو جب چھٹی ہوئی تو میں نے ان کو حساب سے زیادہ اور ان کی توقع سے بڑھ کر مزدوری دی۔ اس پر وہ خوش ہو کر کہنے لگے، بابا جی، ہمارا رونگٹا رونگٹا آپ کے لئے دعا کرے گا میں نے کہا، یہی تو چاہئے زبان سے دعا کرنے سے رونگٹوں کا دعا کرنا کہیں بڑھ کر ہے زبان کی دعا میں تو تصنع و ریا کاری بھی ہو سکتی ہے اور غفلت کا شائبہ بھی، لیکن اس میں خلوص کے سوا کچھ نہیں، میں ایسے ہی جملوں کا شائق رہا کرتا ہوں، اس سے بڑے بڑے سبق لیتا ہوں۔

خدا کا نام لینا ہنسی کھیل نہیں

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بے شک اللہ نے خرید لیا ہے اہل ایمان سے انکو اور انکے اموال کو اس وعدہ پر کہ انکا بدلہ جنت ہے)

فرمایا، خدا کا نام لینا آسان نہیں، ایک قصہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہر وقت اسم ذات ہی کا ورد کرتا ہے، ایک منٹ کے لئے اس کی زبان نہیں

تھمتی اور ایک لمحہ بھی اپنے وقت کا ضائع نہیں کرتا، حضرت موسیٰ کو اس سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہوا جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ مجھے عرصہ سے اللہ کے نبی کی زیارت کا اشتیاق تھا خوب ہوا کہ آج دیدار ہو گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے مناجات اور شرف ہم کلامی کا موقع ہو تو یہ دعا کر لیجئے گا کہ اللہ مجھے ایک بار اپنا نام لینے کی توفیق دیدے اور مرنے سے پہلے ایک مرتبہ وہ پاک نام لینا نصیب ہو جائے۔ حضرت موسیٰ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ تو ہر وقت اللہ کا نام ہی لیتا رہتا ہے، اب اور کیا چاہتا ہے؟ غرض جب حضرت موسیٰ کو باریابی ہوئی اور ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، عرض کیا، خدایا تیرے فلاں بندہ نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں تجھ سے عرض کروں کہ تیرا نام لینا نصیب ہو جائے، فرمایا، اچھا اس کی دعا قبول ہوئی، اس کو میرا نام لینا نصیب ہو جائے گا، جب حضرت موسیٰ اس کے پاس پلٹ کر آئے اور کہا تمہاری دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کو نام لینا نصیب ہو جائے گا، بس اس پر اس نے ایک نعرہ لگایا، اور اللہ کا نام لیا، اللہ کا نام لیتے ہی جان بحق تسلیم ہو گیا۔ حضرت موسیٰ کو بڑا تعجب ہوا اور بارگاہ الٰہی میں رجوع فرمایا، ارشاد ہوا کہ اسم سے مانوس تھا، مسمی تک نہیں پہنچا تھا، اب مسمی تک پہنچ گیا، حقیقت یہی ہے کہ پہلے کثافت کو دور کرتے ہیں، پھر حقیقت تک پہنچتے ہیں، پہلے تخلیہ ہوتا ہے، پھر تحلیہ، کسی کو نماز کے لئے کہا جائے اور اس کو بشری ضرورت کا تقاضہ ہو تو پہلے وہ اپنی ضرورت رفع کرتا ہے، یہ نماز ہی کی تیاری ہے۔

روح کی تفسیر اور اسکی بلیغ مثال

انسان کے جسم کی ساری قدر و قیمت روح سے ہے، روح نہیں تو انسان کا جسم بے قیمت اور بے حقیقت ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کی تفسیر میں لوگوں نے صفحے کے صفحے لکھے ہیں، لیکن مجھے تو ایک مثال سے اس کے معانی خوب سمجھ میں آئے سب سمجھتے ہیں کہ مجھے نوٹ سے دلچسپی ہے مگر مجھے نوٹ سے دلچسپی نہیں حکم سے دلچسپی ہے، اگر حکم ہو جائے کہ فلاں نمبر کے نوٹ بیکار ہیں تو نوٹ ردی کاغذ سے زیادہ نہیں۔ پھر نہ کوئی اس کو رکھے گا نہ کوئی اس کی حفاظت کرے گا۔ میں نے ایک صاحب سے کہا کہ میں ایسی

ترکیب بتاؤں کہ تیرہ ہزار روپے تجوری میں رکھے رہیں اور قفل بھی نہ ٹوٹے اور چوری چلے جائیں۔ سب کو اس پر تعجب ہوگا، لیکن یہ بات بہت آسان ہے۔ حکم آجائے کہ فلاں نشان کے نوٹ بیکار ہیں، وہ نہیں چلیں گے، بس تجوری میں رکھے رکھے وہ نوٹ بے جان اور بے قیمت ہو جائیں گے، گویا چوری چلے گئے، اسی طرح حکم صادر ہوا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے اگر وہ آہنی برجوں اور بڑے بڑے قلعوں میں بھی ہوں تو لاشہ بے جان اور مٹی کا ڈھیر۔ اسی کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے:۔

اَیْنَ مَاتَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ

جہاں کہیں بھی تم ہو پالے گی تم کو موت اگر چہ تم مضبوط برجیوں میں کیوں نہ ہو۔

تجوری میں نوٹ ہیں مگر بے قیمت کاغذ کا ڈھیر، آہنی برجوں اور سنگین قلعوں میں انسان ہیں مگر جسد بے جان اور خاک کا ڈھیر، دونوں میں کیا فرق ہوا؟

خدا کی ناقدری

ایک بڑی بی والد صاحب کے پاس اکثر آتی تھیں اور اپنا دکھڑا روتی تھیں۔ ہمیشہ رام کہانی سناتی تھیں۔ ایک ایسی ہی رام کہانی سنانے لگیں اور بہت ہی تکلیفیں اور پریشانیاں بیان کر کے کہنے لگیں یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے کہنے لگیں میرا تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے میں نے کہا کہ آپ نے خوب کہا۔ مجھے بادشاہ اپنی گود میں بٹھالے اور میں ہزاروں شکایتیں کر کے کہوں کہ میرا تو بادشاہ کے سوا کوئی نہیں، یہ بادشاہ کی تعریف ہوئی یا ہجو؟

شریعت کی کسوٹی سب سے زیادہ ضروری

وظائف واذکار سے بعض مرتبہ فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے، اس وقت یہ دیکھنے کی بات ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام، شریعت کا حکم ہے یا نہیں، اگر اس امتحان میں پورا اترا تو پھر اللہ کی مدد ہوتی ہے، اور دروازہ کھل جاتا ہے۔ دہلی میں ایک زرکوب تھا نیک اور صالح آدمی، ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ جب سے میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور ورق کوٹنے سے میں معذور ہو گیا

ہوں، تنگدستی و ناداری نے پریشان کر دیا ہے، میں نے کچھ پڑھنے کو بتا دیا۔ چند دن کے بعد وہ ملے اور بہت خوشی سے کہنے لگے کہ آپ نے پڑھنے کو جو کچھ بتایا تھا اس سے بڑا فائدہ ہوا، میں سڑک پر جا رہا تھا کہ ایک پڑیا پڑی ہوئی دکھائی دی میں نے اٹھایا تو اس میں سوسو کے نوٹ تھے۔ میں نے کہا یہ اس پڑھنے کی برکت ہے اور رکھ لیا، میں نے جواب دیا کہ تم کو اس وقت سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ ناجائز ہے، اگر تم اس امتحان میں پورے اترتے تو پھر اللہ کی مدد ہوتی۔

ذکر و مراقبہ کی مثال

قرآن مجید میں حکم ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ذکر کی کثرت کرنے سے ذکر ذہن میں جم جاتا ہے اور جو چیز ذہن میں جم جاتی ہے سامنے آتی ہے، ایک ٹائپسٹ نوجوان کہنے لگے کہ سونے میں بھی اور نماز میں بھی وہی حروف سامنے آ جاتے ہیں، اور بغیر ذہن میں جمے ہوئے کوئی ٹائپ نہیں کر سکتا، اسی کا نام مراقبہ ہے۔

دولت کی بیماری

جب میں کسی کھاتے پیتے آدمی کی نبض دیکھتا ہوں اور وہ کمزور معلوم ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یا تو ان کے پاس مال زیادہ ہے یا مال کی محبت، اکثر لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں جس کا قرآن میں ذکر کیا گیا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ یعنی اہل دولت پر رشک اور مال کی کثرت کی تمنا، میں نے ایسے بہت سے لوگوں کا ہارٹ فیل ہوتے ہوئے دیکھا۔ جو اس مرض سے آزاد ہے، وہ تندرست اور قوی و توانا ہے، میرے بعض ساتھی کہنے لگے کہ آپ کی تندرستی بہت اچھی ہے، میں نے کہا کہ آپ بھی یاقوتی کھایا کرو تندرست رہو گے، (یعنی بے فکری اور استغناء) ایک ڈاکٹر صاحب نے مجھے دیکھ کر کہا کہ آپ جھکے نہیں؟ (حضرت کی عمر مبارک اس تحریر کے وقت ۸۵ سال کی ہے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے لیکن قد مبارک میں ذرا بھی خم نہیں۔) میں نے کہا میں جھکتا رہتا ہوں، (یعنی خدا کے سامنے) اس لئے نہیں جھکا، جو

شخص بھی ننانوے کے پھیر میں پڑا، اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ وہاں اس کو تفکرات پریشانیوں نے آ گھیرا۔

نیت سب کچھ ہے

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک درویش کا انتقال ہوا۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے اور درویش دوزخ میں پڑا ہوا ہے، کسی بزرگ سے تعبیر پوچھی تو کہا کہ وہ بادشاہ صاحب تخت و تاج تھا مگر درویشی کی تمنا کرتا تھا اور درویشوں کو بڑی حسرت کی نگاہ سے دیکھا کرتا اور یہ درویش تھے تو فقیر بے نوا مگر بادشاہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس طرح اگر کوئی شخص مسجد میں ہے اور اس کا دل لگا ہوا ہے کہ جلدی نماز ہو اور میں اپنے کام کو جاؤں تو گویا وہ مسجد سے باہر نکل چکا اور اگر کوئی بازار میں ہے اور اس کا دل مسجد و نماز میں لگا ہوا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے، یہی معنی ہیں انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ کے۔ زہد خانقاہ میں بیٹھنے کا نام نہیں، معلوم نہیں ہم کہاں ہیں، اس کا حال قیامت میں معلوم ہوگا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، وہاں ادھر کا پلہ بھاری ہوا تو اُدھر، اگر ادھر کا پلہ بھاری ہوا تو اِدھر۔

قرآن وہ آئینہ ہے جس کو ہم ہمیشہ الٹا کر کے دیکھتے ہیں

ہماری اور قرآن کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کے پاس کوئی آئینہ ہو، مدت سے اس کے پاس رکھا ہوا ہے، لیکن وہ ہمیشہ اس کو الٹا کر کے دیکھتا ہے، اور اس کو کچھ نظر نہیں آتا، مشائخ مجاہدات کراتے ہیں، مراقبات بتاتے ہیں، مرغوبات چھڑاتے ہیں، انبیاء نے مراقبہ نہیں بلکہ مشاہدہ کرایا ہے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ آئینے کو سیدھا کر کے دیکھو سب کچھ نظر آ جائے گا، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھے اور سوچے کہ اس نے آنے والے دن کے لئے (روز قیامت کیلئے) کیا کیا ہے۔) بس یہی آئینہ کو سیدھا کر کے دیکھنے کی تعلیم ہے۔

پاخانہ جانا ضروری کام ہے لیکن اسکو مقصد نہیں بنایا جا سکتا

مقصد تخلیق کو بھلا کر ایک ایسی تعلیم میں منہمک ہونا جو موت کے بعد کی زندگی میں کام آنے والی نہیں، لوگ بڑی عقلمندی اور ترقی سمجھتے ہیں، اس تعلیم میں کوئی حرج نہیں، ضرورت کے لحاظ سے اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے، مگر اس کو کمال اور ترقی سمجھنا بے جا ہے، پاخانہ جانا ضروری کام ہے، مگر وہاں بیٹھ کر کوئی یہ نہیں کہتا کہ نعمت خانہ میں بیٹھا ہوں۔

اعتراف قصور سب سے بڑی صداقت ہے

کل ایک بچے نے دل خوش کر دیا۔ اس سے پوچھا، میاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ "عمر ضائع کر رہا ہوں"۔ یہ احساس اور اعتراف بڑی چیز ہے۔

بندہ کا کام غلامی وتابعداری ہے خواہ کچھ ملے یا نہ ملے

شیخ سعدیؒ نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ تمام رات مناجات و دعا میں مشغول رہے صبح کو ایک غیبی آواز آئی کہ تم مردود بارگاہ ہو تمہارا کوئی عمل قابل قبول نہیں، ان بزرگ کے چہرے میں کوئی تغیر نہیں ہوا، مریدوں نے کہا کہ کیا حضرت کے گوش مبارک میں یہ ندائے غیبی نہیں پہنچی؟ فرمایا کہ پہنچی، انہوں نے عرض کیا کہ پھر اس سے حضرت کی طبیعت مبارک پر کوئی اثر نہیں ہوا؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا جو کام ہے وہ ہم کر رہے ہیں، وہ چاہے مقبول کریں یا مردود، اگر اس کا دروازہ ہمارے لئے بند ہے تو ہم جائیں کہاں؟ اس کے دروازہ کے سوا کوئی دروازہ بھی تو نہیں، اس پر ارشاد ہوا یہ ابتلا تھا، تم مقبول ہو۔

سنت کی بے توقیری

بعض لوگوں کو اگر کسی شرعی امر کے لئے کہا جائے تو بہت دبی زبان سے کہتے ہیں کہ سنت ہے یعنی کوئی ضروری اور اہم چیز نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ فعل سنت تو ہے مگر یہ لہجہ کفر ہے، زور سے عظمت کے ساتھ کیوں نہیں کہتے کہ سنت ہے جو ہر ایمان، اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور عظمت ہے۔

ایک بزرگ کی تمثیلی حکایت

کسی بزرگ کا قصہ ہے کہ انہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ چلم پینے کے لئے آگ لا، اس کو آگ نہیں ملی تو کہا دوزخ میں سے لے آ، اس نے وہاں جا کر آگ مانگی تو مالک، داروغہ جہنم نے کہا کہ یہاں آگ واگ نہیں ہے، یہاں ہر شخص اپنی آگ اپنے ساتھ لاتا ہے، یہ ایک تمثیلی حکایت ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص کی آگ اپنے ساتھ ہے، وہ ہمارے اعمال واخلاق ہیں، قرآن شریف میں آتا ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (جولوگ ظالمانہ طور پر یتیموں کا مال ہڑپ کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف انگارے بھرتے ہیں اور یقیناً وہ دہکتی اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں جائیں گے۔) شریعت کے احکام بہت سے لوگوں کو معلوم ہیں۔ عمل کرنے کیلئے عزم اور ارادہ کی ضرورت ہے، شکر ومیوہ سب موجود ہے، چولھا سلگ رہا ہے اور آپ میرے یہاں حلوہ مانگنے آئے ہیں۔

وظیفہ کا راز

لوگ فرمائش کرتے ہیں کہ وظیفہ بتا دیجئے۔ آج پیشی ہے۔ عظمت تو دل میں حاکم کی بٹھالی ہے، اب وظیفہ کیا اثر کرے گا۔ ایک بی بی تشریف لائیں۔ مصیبت بیان کی، میں نے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** کا وظیفہ بتایا۔ کہا یہ تو میں پڑھتی ہی ہوں۔ میں نے کہا آپ تشریف لے جائیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ یہ عرش کے خزانوں میں سے خزانہ ہے اور آپ کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں، اس کے مقابلے میں ایک دوسرے صاحب تشریف لائے اپنی ایک پریشانی بیان کی، میں نے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کا ختم بتایا۔ انہوں نے کہا یہ تو بڑے حضور (حضرت پیر ابواحمد صاحب) (صاحب ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کے والد ماجد اور شیخ) نے بتایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے ایک شخص جس کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی، بری ہو گیا، انہوں نے عظمت کے ساتھ پڑھا اور غیبی طریقہ پر ان کی ایسی مدد ہوئی کہ حیرت ہو گئی۔ ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ہیں۔

جنازہ میں شمولیت بھی رسم بن گئی

میں نے ایک دوست سے کہا کہ لوگ جنازہ میں شامل ہوتے ہیں۔ مجھے ایک بھی جنازہ میں شامل ہوتا نظر نہیں آتا۔ جنازہ میں شمولیت یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ یہ جنازہ فلاں آدمی کا نہیں پڑا ہے، دراصل میں مرا ہوں، یہ نماز جنازہ میری نماز جنازہ کا ریہرسل (حضرت نے یہی لفظ استعمال کیا اور متعدد بار متعدد موقعوں پر یہ لفظ استعمال فرماتے رہے۔) ہے، لیکن مجھے زندگی کی ایک مہلت مل گئی ہے۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ فیض اللہ خان نے جہانگیر آباد میں انتقال کیا، میں نے کہا غلط! صحیح یہ ہے کہ میں مرا ہوں۔ یہ میرے انتقال کی خبر ہے۔ مجھے سمجھنا چاہئے کہ یہ میری ہی نماز پڑھائی جارہی ہے اور پھر قبر دیکھ کر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب ارادے اور آرزوئیں دفن ہورہی ہیں، لیکن اس کے برخلاف میں نے دیکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے سب نے ہاتھ اٹھائے۔ ایک صاحب سگریٹ پی رہے تھے اس کو ذرا جھکا دیا کہ بجھے نہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ پھر بدستور سگریٹ پینے میں مشغول ہوگئے۔ میں نے منشی حکیم الدین سے کہا کہ دیکھئے مردہ سگریٹ پی رہا ہے، قبر حجلہ عروسی ہے۔ کامیاب وہی ہے جو ایمان سلامت لے گیا۔

بیرون گور لاف کرامت چہ می زنی ایمان اگر بگور بری صد کرامت است

اگر بارات بڑی دھوم دھام سے ہے اور بڑا تزک و احتشام ہے لیکن نوشاہ اہل نہیں تو کچھ فائدہ نہیں۔

کلام کا صحیح مطلب کب سمجھ میں آتا ہے؟

کلام کا صحیح ترجمہ متکلم کی حالت اور موقعہ کلام کو دیکھنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ کسی صاحب کے یہاں ایک غیر ملکی خادم تھے جو زبان اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے، وہ صاحب ایک مرتبہ بیت الخلاء میں تھے، انہوں نے کہا پانی لاؤ۔ خادم نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے لوٹے کی طرف اشارہ کیا کہ اس میں پانی لے جاؤ، وہ بے چارہ سمجھا کہ اس جملہ کا یہی ترجمہ ہے، ایک دن انہوں نے دستر خوان پر پانی مانگا۔ وہ خادم

صاحب پاخانہ کے لوٹے میں پانی لیکر پہنچے، لوگوں نے ان کو ٹوکا اور کہا گلاس میں پانی لے کر پیش کرو، اب وہ سمجھے کہ اب اس جملہ کا یہی ترجمہ ہو گیا، ایک مرتبہ صاحب خانہ نے پھر پاخانہ سے پانی مانگا، وہ اب کے گلاس میں پانی لے کر پہنچ گئے، یہی حال اچھے اچھے سمجھدار لوگوں کا ہے اور یہی وحدۃ الوجود اور بڑے بڑے جھگڑوں کا حل ہے کہ کلام، متکلم کی حالت سمجھے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا، دیکھنا یہ ہے کہ متکلم نے جب یہ کلام کیا تو وہ کس مقام پر تھا، اس پر کیا حالت طاری تھی، اس کی کیا کیفیت تھی، بے محل اگر فصیح و بلیغ الفاظ بولے جائیں تو ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کسی نے مہترانی سے کہا اے کناسہ تیری جاروب کشی نے میرا دماغ معبر کر دیا ہے۔" وہ بے چاری کچھ نہ سمجھی، دوسرے نے کہا" ہلکے ہاتھ جھاڑ، گرد آ رہی ہے۔ کسی نے دیہاتیوں سے پوچھا کہ" آپ کے قریات میں امسال تقاطر امطار ہوا یا نہیں۔" وہ کچھ نہ سمجھے، ایک شخص نے کہا کہ پوچھتے ہیں کہ چھینٹا پڑا یا نہیں تو وہ سمجھ گئے۔

گنہگاروں ہی کی ضرورت ہے

جب کوئی آ کر کہتا ہے کہ سب سے بڑا گنہگار میں ہوں، تو میں عرض کرتا ہوں کہ تمہاری ہی ضرورت تھی، یہ بڑے کام کی چیز ہے، اللہ کی راہ میں ان (معاصی) کی قربانی دو، نوٹوں کے تڑانے سے کام چلتا ہے، ملائی میں ملا کر کھائے نہیں جاتے، ان نوٹوں کے تڑانے کے لئے بنک ہے، یہ توبہ و استغفار کا بینک ہے جہاں یہ نوٹ تڑائے جاتے ہیں اور جہاں ان کی مانگ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود کہ جس کے لئے کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے تو اس کا حساب پروردگار کے پاس ہوگا،

یاد رہے کہ کافر فلاح یاب نہیں ہو سکتا) اب اس کی اصلاح و تلافی کی تدبیر بتاتا ہے وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین" (اور کہو کہ اے پروردگار بخش دے اور رحم فرما دے کیونکہ تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے)

سورۂ والعصر کی روشنی میں

پہلے انسان دبلا، پتلا، سوکھا اور لاغر ہوتا ہے، پھر وہ گوشت، گھی، میوے اور مقویات و عمدہ غذائیں کھاتا ہے تو شادابی اور تازگی آتی ہے، گوشت چڑھتا ہے، پھر ورزش، کسرت کرتا ہے، پھر جب اس کا بدن کسرتی اور طاقتور ہو جاتا ہے تو وہ میدان میں اترتا ہے، پہلوانوں سے دو دو ہاتھ کرتا ہے، اور کشتی لڑنے کے قابل بنتا ہے، یہی تینوں مرحلے سورۂ والعصر میں بیان کئے گئے ہیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی ایمان لاکر اپنے اعضاء رئیسہ اور دل و دماغ کو صحیح غذا پہنچاؤ، پھر ان پر عمل کرو، جو بمنزلہ کسرت و ورزش کے ہے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اب اکھاڑہ میں اترو اور اپنے ایمان و عمل صالح کا جوہر دکھاؤ، دوسروں کو حق وصبر کی تلقین کرو، اب تم دعوت و تبلیغ کے قابل ہوئے، اب اس میں سستی کرو گے یا بخل سے کام لو گے، تو گنہگار رہو گے۔ "وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" اگر کوئی شخص تر و تازہ و فربہ ہو اور وہ اپنی طاقت کا استعمال نہ کرے تو گنہگار اور اگر تندرست و طاقتور ہونے سے پہلے کسی سے کشتی بدلے اور اکھاڑے میں خم ٹھونک کر آئے تو نادان اور قصوروار ایمان و عمل صالح سے پہلے دعوت، غلطی اور ایمان و عمل صالح کے بعد خاموش رہنا اور دوسروں کو دعوت نہ دینا غلطی ہے۔

نکاح خلاصہ و جامع عبادات

نکاح افضل ترین عبادت ہے، بلکہ خلاصہ اور جامع عبادات ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو اس میں امت کے مقابلہ میں امتیاز حاصل نہ ہوتا۔ ہر مسلمان کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام کے لئے اس تعداد کی قید نہ تھی اور افضل الرسل اور آخری نبی کے گھر میں بیک وقت نو بیویاں تھیں اور فرماتے "کمینی یا حمیراء" (آ وَ عائشہ مجھ سے باتیں کرو) آپ نے کبھی محبت و انس کے اظہار کے لئے کہانیاں بھی سنائی ہیں۔ (حدیث ام زرع کی طرف اشارہ جو بخاری میں بڑی تفصیل کے ساتھ آئی ہے اور

بڑے بڑے علماء نے اس کی شرح میں رسائل لکھے ہیں) لیکن بہت کم لوگوں کو اس کے عبادت ہونے کا استحضار ہے۔ کیا آپ نے کسی کو نماز میں سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ لیکن میں نے نوشہ کو بارہا مجلس نکاح میں سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا ہے، اگر اس کو اس کا علم ہوتا کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت میں مشغول ہے تو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے تو وہ اسی طرح سے اس میں ایسی چیزوں سے احتراز کرتا جیسے کوئی شخص نماز میں سگریٹ نہیں پی سکتا۔

موت سے وحشت کوتاہ نظری ہے

موت کا صدمہ اور اس سے وحشت کوتاہ نظری پر مبنی ہے۔ بچوں کے کپڑے اتارو تو منہ بناتے ہیں اور روتے ہیں۔ ان کو خبر نہیں کہ یہ کپڑے اس لئے اتارے جارہے ہیں کہ اس سے اچھے کپڑے پہنائے جائیں۔ عید کے دن بچوں کے کپڑے اتارتے اور نہلاتے ہیں تو کس قدر روتے ہیں، عید کا جوڑا اس کے بغیر نہیں پہنایا جاسکتا۔ (ماخوذ از صحبتے با اہل دل)

مختصر سوانح

مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ

آپ ۱۳۲۹ھ میں ضلع علی گڑھ کی ایک بستی سرائے برلہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد جناب احمد حسین خان صاحب شیروانی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور اپنے علاقے میں بڑے بااثر اور ہر دلعزیز سمجھے جاتے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی کے ایک سرکاری سکول میں درجہ ششم تک حاصل کی اور اس کے ساتھ بہشتی زیور اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ کا مطالعہ جاری رکھا سکول میں آپ ہمیشہ ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے لیکن طبیعت چونکہ ابتدا ہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب تھی اس لئے کچھ عرصے کے بعد والد صاحب نے آپ کا طبعی رجحان دیکھتے ہوئے آپ کو فارسی اور عربی کی تعلیم شروع کرادی ابتدا سے مشکوۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے اپنے وطن ہی میں حاصل کی آپ کے اس وقت کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی بطور خاص قابل ذکر ہیں جن سے حضرت نے مشکوۃ سمیت درس نظام کی بہت سی کتابیں پڑھیں لیکن یہ عجوبہ بھی استاد اور شاگرد دونوں کے انتہائی اخلاص اور دونوں کے مقام بلند کا کرشمہ ہے کہ بعد میں جب شاگرد کو حضرت حکیم الامت سے بیعت وارشاد کی اجازت حاصل ہوئی تو استاد نے اپنی اصلاح کیلئے شاگرد سے رجوع کیا اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت رحمہ اللہ نے اپنا زمانہ طالب علمی اس طرح گزارا کہ استاد تو ان کی ذہانت وذکاوت اور متانت کردار کے معترف تھے ہی والد صاحب بھی آپ کی نیکی کا اس درجہ احترام کرتے تھے کہ اپنے اس بیٹے سے اپنے حقے کی چلم کبھی نہیں بھروائی حضرت نے بعض مرتبہ والد کی خدمت کے شوق میں یہ کام کرنے کی کوشش کی لیکن والد صاحب نے سختی سے انکار کر دیا ہے۔

حضرت نے مشکوۃ شریف تک تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد دورہ حدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور وہاں اپنی تعلیم کی تکمیل فرمائی جن بزرگوں سے وہاں آپ نے استفادہ کیا ان میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں اور اسی زمانے میں حضرتؒ نے احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے بھی تعلیم حاصل کی ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ پر مخلوق خدا پر شفقت کا ایک خاص حال اس درجہ طاری ہوا کہ انسان تو انسان کسی جانور اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی اپنی ذات سے کوئی ادنیٰ تکلیف پہنچنا بے حد شاق گزرتا تھا یہاں تک کہ موذی حشرات الارض کو بھی اپنے ہاتھ سے مارنے پر قدرت نہ ہوتی تھی جس شخص کا جانوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو وہ انسانوں کی تکلیف کا کس درجہ خیال رکھے گا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت کا ضعف تو عرصہ سے روز افزوں تھا لیکن معمولات میں فرق نہیں آتا تھا اب چند ماہ پہلے معلوم ہوا کہ ضعف اتنا بڑھ گیا ہے کہ مسجد تک بھی نہیں جا پاتے اور مجلس کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے پھر معلوم ہوا کہ ڈاک کا جواب بھی نہیں لکھ رہے ہیں بیچ میں کبھی کبھی افاقے کی خبریں بھی آتی رہتیں احقر نے ۲ نومبر کو ہندوستان جانے کا ارادہ کیا ہوا تھا اور جلال آباد حاضر ہونے کا قصد تھا لیکن اچانک ازبکستان کا سفر پیش آ گیا اور ہندوستان کا سفر وہاں سے واپسی پر ملتوی کر دیا لیکن حضرت کی زیارت مقدر میں نہ تھی ازبکستان سے واپسی کے چند ہی دن بعد اچانک حضرت والا کے وصال کی خبر آئی جمعرات کا دن گزرنے کے بعد جمعہ کی شب میں حضرت نے بلند آواز سے ذکر شروع کیا اور ذکر کرتے کرتے ہی دنیا سے کوچ فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ جمعہ کے دن حضرت والا کی تجہیز و تکفین ہوئی سنا ہے کہ حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب مدظلہم العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (نقوش رفتگاں)

۞ ۞ ۞

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے انمول اقوال

تعلق.... مشاہدات وانوار وبرکات

کسی اللہ والے سے پوچھا گیا آپ کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا دس سال اس لئے کہ مجھے ایک اللہ والے کی صحبت میسر آئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ میری عمر وہی دس سال ہے واقعۃً جو لمحات کسی اللہ والے کی صحبت میں گزر جائیں وہی قیمتی اور یادگار لمحات ہوتے ہیں اس کو شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی وہ قیمتی لمحات جو کسی اللہ والے کی صحبت میں گزریں وہ سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ کسی لمحے میں دل کی دنیا بدل جائے تو یہ چند لمحوں کی صحبت پوری زندگی کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے اس لئے دل چاہتا ہے کہ ایسے قیمتی لمحات جو بندہ کو اپنی زندگی میں میسر آئے ان کا تذکرہ قارئین کے سامنے بھی کر دیا جائے شاید کہ کسی کے دل میں کوئی بات گھر کر جائے اور وہ اس کی اصلاح کا ذریعہ ثابت ہو۔

ضرورتِ شیخ

عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال بدوں استاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہِ طریقت میں آنے کی توفیق ہو استادِ طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہیے جس کے فیض

تعلیم و برکتِ صحبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا   دامن رہبر بگیر وپس بیا

بے رفیقے ہر کہ شد درراہِ عشق   عمر بگذشت ونشد آ گاہِ عشق

یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو اس لئے جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آ گاہ نہ ہوا۔

شیخ کامل کی پہچان

۱- بقدر ضرورت دین کا علم ہو خواہ تحصیل علم سے یا صحبت علمائے محققین سے۔

۲- کسی شیخ کامل صحیح السلسلہ سے مجاز ہو۔

۳- خود متقی پرہیز گار ہو یعنی ارتکاب کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے بچتا ہو۔

۴- کافی مدت تک شیخ کی خدمت میں مستفیض ہوا ہو خواہ بمکاتبت خواہ بمجالست۔

۵- اہل علم وفہم اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

۶- اس کی صحبت سے آخرت کی رغبت محبت الٰہی کی زیادت اور محبت دنیا سے نفرت محسوس ہوتی ہو۔ ۷- اس کے مریدین میں سے اکثر کی حالت شریعت کے مطابق ہو۔

۸- اس میں حرص وطمع نہ ہو۔   ۹- خود بھی ذاکر وشاغل ہو۔

۱۰- مریدین کو آزاد نہ چھوڑے بلکہ جب کوئی ان کی نامناسب بات دیکھے یا معتبر ذریعے سے معلوم ہو تو روک ٹوک کرے اور ہر ایک کو اس کی استعداد اور حال کے مطابق سیاست کرے ہر ایک کو ایک لکڑی نہ ہانکے جس میں یہ علامات پائی جائیں وہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بنائے اور اس کو اکسیر اعظم سمجھے اور اس کی زیارت وخدمت کو کبریت احمر جانے ان کمالات وعلامات کے بعد پھر شیخ کامل میں کشف وکرامات تصرف وخوارق تارک کسب ہونے کو ہرگز نہ دیکھے کہ ان کا ہونا شیخ کامل کیلئے ضروری نہیں۔

مجاہدہ کی ضرورت

اعمالِ صالحہ میں مشقت ہمیشہ رہتی ہے کیوں کہ اعمال نفس کی خواہش کے خلاف ہیں۔ نفس

ان کے بارے میں قلیل یا کثیر منازعت ضرور کرتا ہے اسی لئے مخالفت نفس کی عمر بھر ضرورت ہے۔ مبتدی کو بھی اور منتہی کو بھی دونوں ہی کو کبھی نہ کبھی اعمال میں منازعت کی وجہ سے کسل بھی پیش آتا ہے۔ مبتدی کو زیادہ اور منتہی کو کم اس کسل ہی کو دفع کرنے کیلئے مجاہدہ کی ضرورت ہے نیز کسی وقت دونوں کا نفس اپنے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے معاصی کا بھی تقاضا کرتا ہے اس کے مقابلے کیلئے بھی مجاہدہ کی دونوں کو ضرورت ہے۔

حرص ام الامراض

حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو ام الامراض کہنا چاہئے کیونکہ اسی کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے بدکاری کا منشاء بھی لذت کی حرص ہے اخلاق رذیلہ کی جڑ بھی یہی حرص ہے کیونکہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے پس کبر کا منشاء بھی حرص ہوا۔

حقیقت طمع

خلاف شریعت امور کو پسند کرنا خواہش نفسانی اور حقیقت شہوت ہے اس کا اعلیٰ درجہ کفر و شرک ہے وہ تو اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ ہے وہ کمال اتباع سے ڈگمگا دیتا ہے ہر طمع و خواہش نفسانی میں یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔

حقیقت غصہ

غصہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اقتضاء پر عمل کرنا اختیاری ہے اس لئے اس کا ترک بھی اختیاری ہے اور اختیاری کا علاج بجز استعمال اختیار کے کچھ نہیں گو اس میں کچھ تکلف و مشقت بھی ہو اسی استعمال کی تکرار اور مداومت سے وہ اقتضاء ضعیف ہو جاتا ہے اور اس کے ترک میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا البتہ اس اختیار کے استعمال میں کبھی قدرے تکلف ہوتا ہے۔

حقیقت کبر

تکبر سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے یہ بہت برا مرض ہے اور تمام امراض کی جڑ ہے تکبر ہی سے کفر پیدا ہوتا ہے تکبر ہی سے شیطان گمراہ ہوا اس لئے حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے والے کا بہت برا ٹھکانہ ہے کبریائی میری چادر ہے پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا میں اس کو قتل کردوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور فرمایا کبر سے بچو کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا اور فرمایا دوزخ میں اس قسم کے آتشین صندوق ہیں جن میں متکبروں کو بند کردیا جائے گا۔

حقیقت کینہ

کینہ صرف ایک عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے جب غصہ نہیں نکلتا تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات بڑھتی اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کینہ یہ ہے کہ اپنے اختیار اور قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آوے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

حقیقت حب وجاہ

جاہ مذموم وہ ہے جو طلب اور خواہش سے حاصل ہو اور یہ وہ بلا ہے جو دین و دنیا دونوں کو مضر ہے دینی ضرر تو یہ ہے کہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا مجھ پر فدا ہے تو اس میں عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے آخر کار اس عجب و کبر کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے بہت سے لوگ اس میں آکر ہلاک ہو گئے یہ تو دین کا ضرر ہوا۔

اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی کے حاسد بہت پیدا ہو جاتے ہیں پس صاحب جاہ

کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیوی خطروں کا بھی اندیشہ لگا رہتا ہے۔

ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدوں طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے کیونکہ مال کی طرح انسان جاہ کا بھی بقدر ضرورت محتاج ہے تا کہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم و تعدی سے محفوظ اور بے خوف ہو کر باطمینان قلب عبادت میں مشغول رہ سکے لہٰذا اتنی طلب جاہ میں مضائقہ نہیں۔

حقیقت دنیا

جس درجہ کی حب دنیا ہو گی اسی درجہ فکر دین کم ہو گی اگر کامل درجہ کی حب دنیا ہو گی تو کامل درجہ کی دین سے بے فکری ہو گی۔ جیسی کہ کفار میں ہے اور مسلمانوں میں جس درجہ کی حب دنیا ہو گی اسی درجہ کی دین سے بے فکری ہو گی۔ مگر یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ حقیقت میں دنیا مال و دولت زن و فرزند کا نام نہیں بلکہ دنیا کسی ذی اختیار کے ایسے مذموم فعل یا حالت کا نام ہے جو اللہ سے غافل کرادے خواہ کچھ بھی ہو۔

اگر بچے کے سامنے سانپ چھوڑ دیں تو وہ اس کی ظاہری خوبصورتی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتا ہے چونکہ اسے کو یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہماری حالت بھی اس بچے کی سی ہے کہ ہم دنیا کی ظاہری آب و تاب نقش و نگار اور رنگ و روپ پر فریفتہ ہیں اور اندر کی خبر نہیں اور یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جس قدر خوبصورت ہوتا ہے اسی قدر زہریلا ہوتا ہے اسی لئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے دنیا کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے۔

اخلاص کے فائدے

اخلاص کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ محض خدا کیلئے کام کرے مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو اس سے کم یہ ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کام کرے مگر کوئی دنیوی غرض مطلوب نہ ہو صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو تو یہ بھی دنیوی غرض ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ کچھ نیت نہ ہو نہ دنیا مطلوب ہو نہ دین یوں ہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کیا یہ بھی اخلاص یعنی عدمِ ریا ہے۔

حقیقت خوف

جو بندہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھے گا وہ آخرت میں بے خوف ہوگا اور جو دنیا میں نڈر رہا اس کو آخرت میں امن و اطمینان نصیب نہ ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے روکی گئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا نیز مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جو کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

اصل ضرورت تعلیم شیخ کی ہے بیعت اصل نہیں ہے

یہ بات ضرور خیال رکھنے کی ہے کہ ضرورت شیخ کی تعلیم کی ہے نہ کہ بیعت کی آج کل تمام دارومدار بیعت پر سمجھا جاتا ہے اور تعلیم کی جانب توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ اصل شے تعلیم ہے اگر ایک شخص بیعت نہیں ہے لیکن اس کو شیخ کامل تعلیم دیتا ہے اور وہ اخلاص و صدق کے ساتھ اور فکر و اہتمام کے ساتھ پورا پورا اتباع کرتا ہے عمل کرتا ہے تو اس کے کامل مکمل ہو جانے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں برخلاف اس شخص کے جو کسی قطب الارشاد سے بیعت ہے مگر نہ وہ تعلیم دیتا ہے اور نہ یہ عمل کرتا ہے تو یہ بیعت ہیچ ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کا طریقہ

قرآن شریف پڑھنا بڑی عبادت ہے اور خدائے تعالیٰ کے قرب کے لئے سوائے فرض کے ادا کرنے کے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں اس لئے اس کے آداب و مستحبات تلاوت کے وقت بہت ہی ملحوظ رکھ کر تلاوت کا ارادہ کیا جاوے اور پوری طہارت سے نہایت اخلاص کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ الخ کے بعد خشوع و خضوع سے ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی اس طرح پڑھا جاوے کہ ہر ہر لفظ آسانی سے سمجھ میں آ جائے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ہو خلط ملط نہ ہو۔

تکمیل نماز

نماز کا دل خالص نیت ہے اس کی روح حضور قلب ہے اور نماز کا جسم قیام' رکوع' قومہ' سجدہ جلسہ وقعدہ ہیں اور اس کے اعضائے رئیسہ ارکان اور حواس ترتیل قرات کی درستی ہے اور نماز کے لئے پوری پاکی بھی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی اور وہ دل کی پاکی ہے یعنی غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اور قبولیت دل پر ہے۔

متفرق نصیحتیں.....دوازدہ کلمات

امیر المومنین امام المشارق والمغارب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے خدائے تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کئے ہیں اور ہر روز میں ان میں تین بار غور کرتا ہوں۔اور وہ کلمات حسب ذیل ہیں۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہرگز کسی شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک میرے خزانے کو تو بھرپور پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز خالی اور ختم نہ ہوگا۔

۳-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا اس لئے کہ تمام چیزوں کا دینے والا اور نیکیوں کا دینے والا میں ہوں۔

۴-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی میرا ہی ہو جا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔

۵-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مجھ سے بے خوف نہ ہو جب تک کہ تو پل صراط سے نہ گزر جائے۔

۶-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تجھ کو خاک' نطفہ' علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور بکمال قدرت پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا تو پھر دو روٹی دینے میں کس طرح عاجز ہوں پس تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟

۷-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تمام چیزیں تیرے لئے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لئے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لئے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے دوری اختیار کر لی۔

۸-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان ہر شخص اپنے لئے کوئی چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لئے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے۔

۹-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو خواہشات نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا۔

۱۰-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔

۱۱-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا۔

۱۲-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ میں نے تجھ کو دے دیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام وراحت میں رہے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کر دوں گا کہ وہ تجھ کو در بدر پھرائے کتے کی طرح دروازوں پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو شے مقدر کے علاوہ کچھ نہ پائے گا۔ (شریعت تصوف)

ہدایت و گمراہی سے متعلق شبہ کا جواب

عام لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ جب ہدایت و ضلالت دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں تو ہم مجبور ہوئے؟ حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بندہ ہدایت کے اسباب اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور گمراہی کے اسباب اختیار کرتا ہے تو ضلالت پیدا کر دیتا ہے اس پیدا کرنے کو جسے تخلیق کہتے ہیں "یضل و یھدیٰ" سے تعبیر فرمایا ہے اس سے بندہ کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا اسی لیے تو قرآن شریف کا ترجمہ دیکھنا بلا استاد کے جائز نہیں بعض وقت بلا استاد کے محض ترجمہ دیکھنے سے بڑا شبہ پڑ جاتا ہے۔

روزی کمانا اور اللہ کی یاد

یہ روزی کمانا اللہ کا فضل ہے تو حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا یعنی روزی کمانا جو اللہ کا فضل ہے اس میں ایسے مت لگ جانا کہ مجھے بھول جاؤ اور جس طرح چاہو کمانے لگو پھر وہ اللہ کا فضل کہاں رہے گا کہ نہ جائز کا خیال رکھا نہ ناجائز کا نہ حلال کا خیال رکھا نہ حرام کا اور اس کمانے میں ایسا لگا کہ جب اس کے بعد نماز کا وقت آیا تو اس کا اس کمانے کے اندر بھی خیال نہ رکھا دیکھو! زمین میں پھیلنے اور چلنے پھرنے میں کہیں ایسا نہ ہو جائے دیکھو! اللہ کو یاد رکھنا۔

الغرض کتاب اللہ مثل متن کے ہے اور حدیث اس کی شرح ہے اور ان دونوں کی تبویب یہ فقہ ہے۔

شدت تعلق مع اللہ کا مطالبہ

شدت تعلق مع اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق ہو کہ کسی مطلوب سے بھی ایسا تعلق نہ ہو اپنی جان سے بھی ایسا تعلق نہ ہو اور اولاد مال و دولت، بادشاہت وغیرہ سے بھی ایسا تعلق نہ ہو جیسا اللہ تعالیٰ سے ہو۔ اس کے مقابل کسی چیز سے بھی ایسا تعلق نہ ہو ایمان لانے کے بعد مؤمن سے اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ ہے تو اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ بس میری اطاعت میں لگے رہو اور کیا ملے گا اس سے قطع نظر کر لو اس کو تفویض کہتے ہیں اس میں بڑی راحت ہے۔

اطمینان ذکر اللہ میں ہے

تم کسی اور چیز کے اندر دنیوی مال و دولت کے اندر سکون کی زندگی کے طالب ہو رہے ہو کمالو ہزار بیگھے زمین کے مالک ہو کر کمالو اونچی سے اونچی تجارت کر کے کروڑوں کمالو وزیر اعظم اور بادشاہ بن کر کمالو لیکن یاد رکھو تمہارے قلب کے اندر جس کو طمانیت اور سکون کہتے ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتا اس کا طریق تو ذکر اللہ ہے۔

ذاکر حقیقی

ذکر مقصود یہ نہیں ہے کہ صرف زبان پر کلمہ شریف اور درُود شریف اور تسبیحات ہوں بلکہ جو شخص جس وقت حکم الٰہی کے تحت مطیع بن کر کام کر رہا ہے تو وہ اس قت اللہ تعالیٰ کی یاد ذہن میں رکھتا ہوا اس کے مطابق عمل کر رہا ہے اس لیے ذاکر ہے اگر چہ زبان پر ذکر نہیں ہے مان لو تھوڑی دیر کے لیے اس وقت دل میں اللہ کی یاد بھی نہیں ہے لیکن جو کام کر رہا ہے اس میں اللہ کے حکم کے تحت ہو کر کام کر رہا ہے تو ذاکر ہے بیوی کے پاس بحکم الٰہی جا رہا ہے وہ بھی ذاکر ہے گو اس وقت زبان پر ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ ہر اطاعت کاملہ کرنے والا ذاکر ہے اصل چیز اطاعت ہے۔

ہر مطیع ذاکر ہے

ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہمہ وقت قلباً ولساناً وجسماً ذاکر رہنا ضروری ہے اگر چہ بعض وقت بظاہر ذکر نہیں ہوتا مگر جسم اس طرح طاعت میں لگا ہوا ہے کہ تمام اعضاء اپنے اپنے وقت پر میلان اور اغوا سے محفوظ رہتے ہیں ایسے مطیع کو ذاکر کہتے ہیں گو اس وقت زبان پر ذکر نہیں اور اس وقت دل میں یا دُ دھیان بھی بالفرض نہیں لیکن اب بھی وہ ذاکر ہے جب یہ معنی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں کہ ”**کُلُّ مطیع للّٰہ فھو ذاکر**“ (ہر اللہ کا مطیع ذاکر ہے) تو تفصیلات خود سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

سالک کا کمال اطاعت

جس کو چار چیزیں دی گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی دے دی گئی قلب شاکر زبان ذاکر جسم صابر اور بیوی ناظر جو اپنی بھی حفاظت کرتی ہے اور شوہر کے مال کی بھی نگرانی رکھتی ہے جسم صابر یہ کمال طاعت کا عنوان ہے کیونکہ جسم حریت چاہتا ہے اور طاعت وتعمیل حکم میں مقید ہو کر رہ گیا ہے یہاں تک کہ ذات باری تعالیٰ کا حکم جس کو شریعت کہتے ہیں اس کی طبیعت بن گئی اسی کو کمال طاعت کہتے ہیں۔

بیوی سے محبت معین ولایت ہے

بیوی کے ساتھ محبت باری تعالیٰ کے ساتھ محبت میں معین ہوگی تو پھر یہ عشق غیر اللہ کیسے ہوا؟ ایسا شخص عفت مآب ہوگا جس کی دلیل یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات باری تعالیٰ کا کس درجہ عشق تھا لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بھی عشق تھا باوجود اس عشق کے حقوق عدلیہ (برابری) سب کے ساتھ تھے حالت مرض وفات میں بھی باریک باریک باتیں (حقوق سے متعلق) پوری فرمائی جارہی ہیں۔

لیکن آپ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا انتظار فرماتے ہیں جب بقیہ بیویوں کو اس کا علم ہوا کہ آپ عائشہ کی باری کا انتظار فرماتے ہیں، ہر ایک کی باری میں تشریف لانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو سب نے اتفاق کر کے کہہ دیا کہ بس اب آپ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں ہی رہا کیجئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عشق تھا تو بیوی کے ساتھ عشق دوام طاعت کے خلاف کیا ہوتا بلکہ دوام طاعت میں داخل ہے۔

ایمان کی زیادتی مطلوب ہے

اچھی چیز میں کون زیادتی نہیں چاہتا کاشتکار کاشت میں زیادتی چاہتا ہے زمین دار زمین میں زیادتی چاہتا ہے تاجر تجارت میں زیادتی چاہتا ہے تو اچھی چیز میں تو ہر ایک زیادتی چاہتا ہے تو اے مؤمنو! ایمان سے زیادہ اچھی چیز اور کون سی ہوگی پھر اس میں زیادتی کی طلب کیوں نہیں؟

توحید خالص

آج جو اصلاح کے اندر دیر ہوتی چلی جارہی ہے اس کی ایک وجہ یہی ہے کہ شیخ کی رائے کے آگے اپنی رائے چلاتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنی سعی پر نظر ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر باوجود نبی ہونے کے اپنی سعی پر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "**ھذا الجھد وعلیک التکلان**" یہ میری کوشش ہے اور بھروسہ آپ ہی پر ہے تو سالک کی نظر سعی پر ہرگز نہ ہونا چاہیے یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے حاصل یہ نکلا کہ بس حکم کی تعمیل پر نظر رہے اور دعاء مسلسل کرتا رہے اپنے عمل پر نظر نہ ہو نظر صرف اللہ کی ذات پر ہو توحید خالص یہی ہے۔

(بحوالہ شریعت وتصوف، خطبات ومجالس مسیح الامت، یادگار باتیں)

مختصر سوانح

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق رحمہ اللہ

حکیم الامت کی یہ مجددانہ شان تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح فرما کر ہزاروں نفوس کی زندگیوں کو تابناک بنادیا قرآن حدیث فقہ وافتاء اور تمام اسلامی علوم پر گراں قدر تصانیف کے علاوہ آپکی خاص تجدیدی شان یہ تھی کہ علماء صلحاء کی کثیر تعداد کا آپ سے باضابطہ رابطہ تو تھا ہی اس کے علاوہ آپ کے خلفاء اور صحبت یافتگان کی فہرست دیکھی جائے تو آپکی مجددانہ شان یوں ظاہر ہوتی ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر' وکیل' انجینئر' صحافی ادیب سکالر غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ سے منسلک حضرات آپکے دست حق پرست پر بیعت ہو کر کامل مسلمان بنے اور اپنے ظاہر و باطن کو سنوار کر دنیا و آخرت کی منازل میں سرخروئی حاصل کی انہی حضرات خلفاء کو دیکھ کسی صاحب دل نے کہا تھا ۔ وہ دریا کیسا ہوگا جس کے یہ قطرے سمندر ہیں

برصغیر پاک و ہند میں خانقاہ دینی مدارس اور شرعی حدود کی پاسدار طریقت کے ذریعے حکیم الامت کا جو فیض پھیلا اور تادم تحریر جاری و ساری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا اس سے کسی منصف مزاج شخص کو انکار کی گنجائش نہیں پاک و ہند کے تمام کامیاب دینی مدارس حضرت کے خلفاء یا خلفاء کے خلفاء کی سرپرستی میں فروغ دین کیلئے سرگرم عمل ہیں پاکستان میں دارالعلوم اور جامعہ بنوریہ اور جامعۃ الرشید کراچی جامعہ اشرفیہ لاہور خیر المدارس ملتان جامعہ امدادیہ فیصل آباد وغیرہ اپنے تمام تر فیوض و انوار کے ساتھ اس پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت مولانا ابرارالحق کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے فطری صالحیت و صلاحیت کی بنا پر کم عمری (تقریباً ۲۱ سال کی عمر) ہی میں خلافت عطا فرمادی تھی حضرت والا نے اپنے شیخ و مربی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس اعتماد و انتخاب کی عمر بھر لاج رکھی اور علماء ربانیین کی طرح پوری زندگی اصلاح وارشاد اور عامۃ المسلمین کی دینی تربیت و رہنمائی میں گزار

دی آپ رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامتؒ ہی کے حکم سے اپنے آبائی شہر ہردوئی (بھارت) میں ایک دینی مدرسہ ''اشرف المدارس'' کی بنیاد رکھی جس سے سینکڑوں طلبہ فیض یاب ہوئے۔

اس مرد قلندر نے مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی اور اصلاح وعلوم باطن کیلئے حکیم الامت رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا جو ایسا استوار ہوا کہ حضرت کے خلفاء میں یہ شرف بھی اسی صاحب تذکرہ کو نصیب ہوا کہ 22 سال کی جواں عمری ہی میں خلعت خلافت سے مزین ہو کر مسند رشد واصلاح پر فائز ہوئے۔

آپ پاکستان بھارت بنگلہ دیش کے اہل حق علماء کی اصلاحی وفلاحی مجلس ''دعوت حق'' کے روح رواں رہے جس کی سرپرستی میں تقریباً 1165 مدارس ومکاتب اپنے اپنے علاقہ میں ایمان وعمل کی شمعیں روشن کیے ہوئے ہیں جن میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد ستر ہزار سے متجاوز ہے جن کی دینی تربیت قابل رشک ہے ایسی فعال ہستی جسے دنیا حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے نام سے جانتی ہے کل تک جنہیں مدظلہٗ کہا اور لکھا جاتا تھا آج وہ ہمیں داغ مفارقت دیکر مسافرانِ آخرت میں شامل ہو چکے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

تقریباً ۸۸ برس کی عمر پا کر رشد وہدایت کا یہ آفتاب ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بمطابق 17 مئی 2005ء کی شام کو غروب ہوا غالباً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری اللہ کے ہاں مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازے سے ہوگا اس قول کی روشنی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اللہ اور اس کے بندوں میں مقبولیت کا اندازہ روزنامہ ''اسلام'' کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرحوم کے جنازے میں تقریباً 10 لاکھ افراد نے شرکت کی

اللھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وعافہ واعف عنہ

آپ کی وفات پر برصغیر کی اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب بند ہو گیا لیکن اپنی ضوفشانیوں کا جو نقش دوام رجال کار مدارس ومکاتب کتب ورسائل ملفوظات ومواعظ اور تعلیمات وارشادات کی صورت میں صحیفہ عالم پر جو باقیات الصالحات چھوڑ گئے ہیں یہ سب یقیناً حضرت مرحوم کیلئے ایسا سدابہار صدقہ جاریہ ہے جسے گردش لیل ونہار مٹا نہیں سکتے۔ (از ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ کے انمول اقوال

وعظ کا ضابطہ

جب وعظ کا اعلان دس منٹ کا ہو تو دس منٹ پر وعظ کو ختم کر دینا چاہئے کیونکہ یہ اعلان بھی ایک عہد اور وعدہ ہے بعض لوگ مختصر وقت سمجھ کر شرکت کر لیتے ہیں اور دس منٹ بعد ان کو کوئی ضروری کام ہوتا ہے اب اگر وعظ طویل ہوا تو مجمع سے اٹھتے ہوئے شرم محسوس کر کے بیٹھے رہ جاتے ہیں اور دوبارہ جب اس کا اعلان سنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ محض زبانی اعلان ہے عمل اس کے خلاف ہو گا اس سے اہل علم کے وقار کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے ساتھ قول فعل کے تطابق کا حسن ظن قائم نہیں رہتا البتہ دس منٹ کے بعد دعا مانگ کر وعظ ختم کرنے کے بعد بھی لوگ شوق ظاہر کریں تو پھر مضمون کو طویل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ شوق سے بیٹھیں۔

اکابر سے اکرام کا معاملہ

اگر بڑوں کی پیالیوں میں چائے پیتے وقت مکھیاں گر جائیں تو چھوٹے فوراً اس کو نکال دیتے ہیں اور اس بات سے بڑے بھی خوش رہتے ہیں تو منکرات میں بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے ہرگز ہرگز اس منکر میں شریک نہ ہو اور موقع سمجھ کر ادب سے اکابر کی خدمت میں بھی عرض کر دے لیکن ایسے وقت اکابر کا اکرام اور اپنی پستی و کمتری کا استحضار بھی ضروری ہے۔

تصحیح تلاوت قرآن

قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکی ملنے کا جو وعدہ ہے وہ صحیح پڑھنے پر ہے مثلاً قل

کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے لیکن اگر کوئی اسی لفظ قل کو کل پڑھے اور قاف نہ ادا کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا اگر اردو کا امتحان لیا جا رہا ہو اور کہا جائے کہ لکھو ظالم اور طالب علم لکھے جالم تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے یا کوئی نمبر دیں گے حالانکہ صرف ایک حرف کو غلط لکھا ہے اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہیا سی طرح آپ نے کہا لکھو طوطا اس نے لکھا تو تا تو آپ کیا نمبر دیں گے پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآن پاک کی تلاوت میں بھی کرلیں بہت اہتمام سے قرآن پاک کی تلاوت کو صحت حروف کے ساتھ مشق کریں قرآن پاک کی غلط تعلیم سے منتظمین مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے اور صدقہ جاریہ کے بجائے ضد صدقہ جاریہ ہوگا۔

خلاف طبیعت امور پر رنج کیسا؟

جس طرح ماں باپ احسانات کے سبب اپنی اولاد کو جب ڈانٹتے اور مارتے ہیں تو لائق اولاد بھی اور تمام عقلاء زمانہ بھی اس کو شفقت اور محبت سمجھتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ جو رات دن بے شمار احسانات فرمارہے ہیں اور وہ ہمارے خالق اور مالک بھی ہیں تو ان کی طرف سے اگر ہماری طبیعت کے خلاف امور رنج وتکلیف کے پیش آجائیں تو اس وقت بھی راضی رہنا اور ان کی اطاعت میں لگے رہنا اصل عبدیت ہے یہ نہیں کہ جب تک حلوا ملتا رہے محبت اور اطاعت اور جب حلوا بند ہو جائے تو شکایت حلوا کھلا کر امتحان نہیں ہوا کرتا امتحان محبت کا تو تکالیف میں ہوا کرتا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عبدیت اس کم عمری میں اللہ اکبر کس مقام پر تھی گردن پر چھری چلنے والی ہے اور باپ سے فرمارہے ہیں ستجدنی ان شاءاللہ من الصابرین ذبح میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے مگر راضی ہیں۔ عشق کے دعوی پر ایک حکایت مثنوی میں مذکور ہے ایک شخص ایک عورت کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا اس نے پوچھا یہ کیا۔ اس نے کہا میں تجھ پر عاشق ہوں اس نے کہا پیچھے دیکھ میری بہن مجھ سے بھی خوبصورت آرہی ہے اس نے فوراً پیچھے دیکھا پس اس نے کہا اے جھوٹے بے شرم اگر تو اپنے دعوی عشق میں صادق تھا تو غیر پر کیوں نظر ڈالی۔ پس چرا بر غیر افگندی نظر۔

اس حکایت سے ہمارے حالات کا پتہ چلتا ہے حق تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے اور غیر حق سے بھی دل لگائے بیٹھے ہیں۔

دافع غم کا وظیفہ

مصائب میں یاحی یاقیوم برحمتک استغیث کوکثرت سے پڑھے اورحق تعالیٰ کے مالک، حاکم، حکیم، ناصراورولی ہونے کوسوچا کرے پھر کیا غم حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

مجلس علم یا وعظ کا ادب

جب وعظ ہورہا ہو یا دینی کتاب سنائی جارہی ہوتو تلاوت یا نفل نماز یا کوئی وظیفہ وہاں نہ پڑھنا چاہئے دین کا ایک مسئلہ سیکھنا سو رکعات نوافل سے بھی افضل ہے اور ایسے وقت ایسے لوگوں کے ان اعمال سے واعظ کے مضامین کی آمد رک جاتی ہے اس کا وبال الگ اس کی گردن پر ہوگا اسی طرح بعض لوگ سر جھکا کر آنکھ بند کر کے بیٹھتے ہیں خواہ وہ توجہ ڈالتے ہوں یا سوتے ہوں اس سے بھی واعظ کے قلب پر اثر پڑتا ہے اور مضامین کی آمد رک جاتی ہے لہٰذا توجہ ڈالنے والوں کو (یعنی سونے والوں کو) وعظ سے اٹھ جانا چاہئے کہیں اور جا کر سو رہنا چاہئے نیز پاس والوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی آنکھ بند کرنے نہ پائے۔

توجہ الی اللہ

جب کسی سے ایذا پہنچے تسبیح وتحمید میں لگنے کا حکم ہے اس کا علاج حقیقت یہ ہے کہ توجہ ادھر سے ہٹائی جائے اور توجہ کا فرد کامل توجہ الی اللہ ہے۔

اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تنگی وپریشانی ختم ہوجائے گی۔

غیبت کے مفاسد

غیبت کرنے کو حدیث پاک میں زنا سے بھی اشد فرمایا ہے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ المغترین میں لکھا ہے کہ جو شخص غیبت کرتا ہے اپنی نیکیوں کو منجنیق میں

رکھ کر منتشر کر رہا ہے اور دوسروں کو دے رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم اپنی مجلس میں کسی کو غیبت نہ کرنے دیں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ مہمان تھے میزبان نے کسی کی غیبت کی فوراً اٹھ گئے فرمایا پہلے ہی گوشت کھلا دیا اور وہ بھی مردہ بھائی کا اگر شرم کی جگہ زخم ہے تو سوائے معالج کے کسی کو دیکھنا یا دکھانا جائز نہیں اسی طرح اپنے بھائی کے عیب کو صرف اس کے معالج اور مصلح کے علاوہ کسی سے کہنا حرام ہے غیبت کرنا اور اس کا سننا دونوں ہی حرام ہے ایسا شخص قیامت کے دن مفلس اٹھے گا کیونکہ اپنی نیکیوں کو غیبت کر کے دوسروں کو دے رہا ہے جو شخص بدنگاہی نہ کرے اور غیبت نہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تمام گناہوں سے بچ جائے گا۔

عزت وکمال کا معیار

ہم لوگ اپنے خیال سے اپنی قیمت زیادہ لگا لیتے ہیں اپنی قیمت سنت کی کسوٹی پر لگایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری چرا لیتے تھے دودھ بکری کا تھن سے نکال لیتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاخرانہ لباس پہننے سے انکار فرمادیا کہ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا اور فرمایا کہ **نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام**۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستر خوان پر کھانا گر گیا اٹھا کر کھالیا بعض غیر ممالک کے سفرا بھی تھے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کیا خیال کریں گے فرمایا ہم ان احمقوں کے سبب اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

جنت کے اسٹیشن

لوگوں کو مرنے کے نام سے وحشت ہوتی ہے لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ فلاں صاحب اصلی وطن گئے قبرستان وطن اصلی کا اسٹیشن اور وطن اصلی کی گاڑی قبر ہے میرا نواسہ چھوٹا سا ہے جب قبرستان کئی روز نہیں جاتا ہوں تو تقاضا کرتا ہے کہ آپ جنت کے اسٹیشن کب چلیں گے۔

صحبت اہل اللہ

جب کار اسٹارٹ نہیں ہوتی تو بیٹری چارج کراتے ہیں اسی طرح جب دین کی کار یعنی قلب کی ہمت کمزور ہو جانے سے نہ چلے تو کسی اللہ والے سے اس کی بیٹری چارج کرالو پھر چلنے لگے گی۔

عالم آخرت کے سفر کی تیاری

ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کیلئے کس قدر پریشانیاں ہوتی ہیں پاسپورٹ لو ویزا لو پھر کہاں کہاں بھاگنا پڑتا ہے صحت کا سرٹیفکیٹ لو کہ کوئی وبائی بیماری کا مریض تو نہیں تو آخرت کا سفر کیسا ہوگا جو ایک عالم سے دوسرے عالم کا سفر ہے کس قدر اس کی تیاری کرنی چاہئے۔

وعظ سے نفع کا گر

حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے وعظ سے بہت نفع کیوں ہوتا ہے فرمایا کہ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ میرے یہ سامعین مجھ سے بھی افضل ہو جائیں۔

اصلاح ظاہر کی ضرورت

ایک پولیس مین وردی میں نہ ہو اور کسی کمرہ میں بیٹھا ہو اور کسی نے دریافت کیا کہ اس کمرے میں سپاہی ہے وہ دیکھ کر کہہ دے نہیں وہاں سپاہی نہیں ہے تو یہ نفی جس طرح صحیح ہے اسی طرح آج مسلمانوں نے اپنی ظاہری وضع قطع غیر اسلامی کر لی ہے تو دراصل مسلمان ہوتے ہوئے بھی اس کی نفی بھی صحیح ہوگی۔ **"من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر"** میں کفر کی جو وعید ہے اس مثال سے اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ جو بے نمازی ہے گویا کہ وہ غیر مسلموں جیسی حیثیت میں ہے کافروں جیسا کام کر رہا ہے۔

اصلاح برائے واعظین

مقرر اور واعظ اپنی نیت درست کر لے کہ میں اپنی اصلاح اور خدمت دین کیلئے وعظ کہہ رہا ہوں جاہ و شہرت کیلئے نہ کہے۔

خدائی ناراضگی رزق میں بے برکتی کا سبب

آج کل دکاندار ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو آمدنی کی زیادتی کا سبب سمجھتے ہیں حالانکہ دن بھر جتنے لوگ اس دکان پر گانے اور عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا الگ الگ گناہ کرتے ہیں وہ سب جمع کر کے اس دکاندار کی گردن پر ڈالا جائے گا مرے گا جب تب اس کو اپنی آمدنی کا حال معلوم ہوگا زبان سے کہتے ہیں کہ رزق خدا دیتا ہے اور پھر گناہ کر کے خدا کی ناراضگی سے رزق بڑھا رہے ہیں۔

گناہوں کے ساتھ وظائف بے اثر رہتے ہیں

ایک صاحب نے رزق کیلئے دعا کرائی وظیفہ بھی دریافت کیا پھر وظیفہ کے بے اثر ہونے کا شکوہ کیا میں نے عرض کیا کہ دوٹرک آمنے سامنے ہیں اور زور آزمائی ہو رہی ہے کوئی راستہ نہیں دے رہا تو کوئی منزل تک پہنچے گا ادھر وظیفہ جاری ہے ادھر گناہ بھی جاری ہیں وظیفہ تو جالب رزق ہے اور معاصی برعکس تنگی رزق کا اثر رکھتے ہیں۔

بہترین طرز معاشرت

جن لوگوں سے گاہ گاہ اذیت پہنچتی ہے انہیں گاہ گاہ کچھ ہدیہ بہ تکلف پیش کر دیا کرے اور گاہ گاہ دعوت و ناشتہ بھی کر دیا کرے اس سے قلب کو حق تعالیٰ کے ساتھ فراغ حاصل ہوگا اور بوقت اذیت یا حی یا قیوم کا ورد کریں اور حق تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کو سوچ لیا کریں۔

نفس وشیطان سے بچاؤ کی ضرورت

اگر کسی کار کے انجن میں پٹرول بھر دیا جائے مگر پٹرول کی ٹینکی میں سوراخ ہو جس سے پٹرول سڑکوں پر گرتا رہے تو کچھ دیر چل کر کار کھڑی ہو جائے گی اسی طرح سالک ذکر کے انوار سے اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرتا ہے مگر دل کے نور کی ٹینکی کو شیطان اور نفس آنکھ کان اور زبان وغیرہ کے گناہ سے خالی کر دیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے پس ہر گناہ

کی عادت سے سچی توبہ ضروری ہے بالخصوص بدنظری اور گندے خیالات اور بدگمانی اور غیبت سے کہ اس زمانے میں ان معاصی میں بہت کثرت سے ابتلا ہے اپنے شیخ ومرشد سے سب حالات کہہ کر مشورہ کرتا رہے اور عمل کرتا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ راستہ ضرور طے ہو جائے گا۔

اتباع سنت کی برکات

اذان کے وقت تلاوت اور ذکر روک دے جب سنت پر عمل کرے گا تو قلب میں نور پیدا ہوگا پھر نور قلب سے تلاوت کریگا تو خوب نور پیدا ہوگا۔

فراخی رزق کا وظیفہ

جب رزق میں تنگی ہو تو اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور گھر والوں کے اعمال پر نظر ڈالے کہ حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہو رہی ہے۔

علاج امراض کا وظیفہ

الحمد شریف کثرت سے پڑھ کر پانی اور کھانے پر دم کر کے مریضوں کو استعمال کرانا شفا کیلئے مجرب ہے۔

تلاوت میں صحت حروف کی ضرورت

آج کل جو خوش آواز ہو اور قرآن پاک کے حروف کو صحت سے ادائیگی نہ کرتا ہو اس کو اس شخص سے مقدم رکھتے ہیں جو خوش آواز نہ ہو اور صحت حروف کا پابند ہے حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہئے۔

نماز میں خشوع کی مثال

خشوع فی الصلوٰۃ کا حاصل قلب کا حق تعالیٰ کی عظمت کے استحضار سے حق تعالیٰ کے سامنے جھک جانا ہے اور اگر جسم کے تمام اعضاء جھک گئے اور قلب نہ جھکا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایس پی کسی تھانہ پر معائنہ کیلئے گیا وہاں چوکیدار اور سپاہی باادب کھڑے ہیں اور تھانے دار صاحب لاپتہ ہیں پس ایسی صورت میں کیا ایس پی خوش ہوگا۔

احقر جامع ملفوظات عرض کرتا ہے کہ اس مثال سے یہاں کے احباب اور بعض اہل علم کو بہت نفع ہوا دل کے حاضر رکھنے میں یہ مثال بہت نافع ہے۔

رزق کے اکرام کا حکم

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سے مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے دھونے کا حکم نہیں دیا گیا لیکن کھانے کا یہ اکرام کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سنت قرار دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ رزق کا کتنا اکرام ہے اور ہاتھ دھوکر کھانے کیلئے جب بیٹھے تو تولیہ یا کسی رومال سے نہ پونچھے تا کہ یہ ہاتھ دھلنے کے بعد رزق ہی سے لگیں دستر خوان پر جو کھانے کے ذرات گریں ان کو اٹھا کر کھالے یا چیونٹیوں کے بلوں کے پاس ڈال دیکھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لے پلیٹ اور پیالہ بھی کھانے کا صاف کرلیں کہ برکت نہ جانے کس جزء میں ہو جب رزق کی برکت سے انسان محروم کردیا جاتا ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ میری روزی میں برکت نہیں ہوتی تعویذ دیجئے۔

روحانی غذا مقدم ہے

کہ آج کل مشائخ اور بزرگوں کو اپنے اپنے گھروں پر برکت کیلئے بلاتے ہیں اور ان کے پیٹ میں کچھ ڈالنا بھی چاہتے ہیں خواہ بھوک ہو یا نہ ہو مگر ان بزرگوں کے سینے میں جو ہے وہ روحانی غذائیں اپنے پیٹ میں ان سے نہیں مانگتے حالانکہ یہ زیادہ اہم اور ضروری تھا کہ ان سے کچھ لیکر اپنے دل میں بھر لیتے مگر استفادہ کی فکر نہیں ہے حالانکہ ایک مسئلہ سیکھنے کی فضیلت سو رکعات نوافل سے بھی زیادہ ہے میں اسی لئے ایسے لوگوں کی دعوت ہی قبول نہیں کرتا جہاں کم از کم دس منٹ کے وعظ کا بھی سلسلہ نہ قائم کیا جائے اگر متعدد جگہ جانا ہو اور ہر جگہ چاء کا انتظام ہو تو ہر جگہ دس منٹ کے وعظ کا بھی نظم ہونا چاہئے۔

اصلاح برائے مبلغین

ڈاکٹر شہزادہ کو جب انجیکشن لگاتا ہے تو اپنے کو شہزادہ سے افضل نہیں سمجھتا اسی طرح دین کی بات سنانے والے کو سامعین سے اپنے کو افضل نہ سمجھنا چاہئے ماہر فن کو اکمل سمجھنا جائز

مگر افضل سمجھنا حرام ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قبولیت عنداللہ پر ہے جو دنیا میں نہیں معلوم ہوسکتی ہر مومن کی قلب میں عظمت ہو کسی عالم اور شیخ کامل کیلئے بھی جائز نہیں کہ کسی گنہگار مسلمان کو حقیر سمجھے باپ کے اوپر چھوٹا بچہ اگر پیشاب کردے تو کپڑا باپ کا ناپاک سمجھا جائے گا لیکن باپ کی عظمت میں کمی نہ ہو حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی پر داروگیر کرتا ہوں تو خود سے اس کو افضل سمجھتا ہوں اسی طرح میں بھی اپنی ماں بہنوں کو اور آپ لوگوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں مگر خدائے تعالیٰ کا حکم سنا رہا ہوں۔

بیوی کی دلجوئی ضروری ہے

اپنے بھائی بہن کو دینے سے اگر بیوی کو ناراضگی ہوتی ہو تو بیوی پر ظاہر نہ کرے چھپا کر دینا چاہئے اور یوں کہہ دے کہ کسی کار خیر میں اتنی رقم خرچ کی اس طرح کام بھی چلتا ہے اور بیوی کی دلجوئی بھی رہتی ہے۔

اللہ کو ناراض کرنا بے عقلی ہے

کوئی شخص کلکٹر کو ناراض کرکے تحصیلدار کو نہیں راضی کرتا لیکن ہم لوگوں کا کیا حال ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کیلئے حق تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں حالانکہ چھوٹوں کو راضی کرنے کیلئے بڑوں کو ناراض کرنا سب کے نزدیک بے عقلی ہے۔

دین میں کمی گوارا کیوں؟

چاء میں شکر ذرا بھی کم ہو گوارا نہیں اسی طرح کھانے میں نمک ذرا بھی کم ہو تو گوارا نہیں لیکن دین کے اندر ہر کمی کو گوارا کرلیا جاتا ہے یہ بات قابل عبرت ہے۔

بدگمانی سے بچو

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کوئی رقم کسی سے لے تو دوبارہ گن لے مگر اس نیت سے کہیں شاید زیادہ نہ دیدیئے ہوں کیونکہ کم دینے کا گمان کرنا بدگمانی ہے۔

وصول الی اللہ کے ضامن دو کام

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دو کام کرلو تو میں ذمہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا۔ ا۔ گناہوں سے حفاظت ۲۔ کم بولنا اور ذکر کیلئے خلوت کا اہتمام اور دو چیزوں سے بہت بچے عورتوں سے اور امردوں سے (لڑکوں سے)۔

الامر فوق الادب

حضرت مولانا محمد اللہ صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت تھانویؒ کا سفر حجاز مقدس میں ایک جگہ ساتھ ہوا مولانا زیادہ عمر کے بزرگ ہیں اس کے باوجود مجھے فرمایا کہ تم اوپر چارپائی پر لیٹو ہم نیچے لیٹیں گے چونکہ چارپائی ایک ہی تھی حضرت کا حکم سمجھ کر اوپر لیٹ گیا لیکن میں نے احباب سے عرض کیا کہ اچھا بھائی آپ لوگ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ موتی دریا میں نیچے ہوتا ہے اور بلبلہ اوپر ہوتا ہے اور ترازو کا وزنی پلہ نیچے ہوتا ہے اور ہلکا پلہ اوپر ہوتا ہے۔

ترویج سنت

سنتوں کو خوب پھیلانا چاہئے ایک دو سنت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں سنتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود دفنا ہونے لگے گی ایک انگریزی سکول کے لڑکے کو ایک سنت ہر روز سکھائی گئیں جب بیس سنتیں یاد ہوگئیں تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی پوچھا کہ بالوں کی سنت کیا ہے بس پھر بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہوگئی اتباع سنت کی برکت عجیب ہے گلزار سنت اور تعلیم الدین سے ایک ایک سنت روز یاد کرائی جائے اور طلبا اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرلیں۔

گھڑی کا بہترین مصرف

گھڑی کا مقصد تھا کہ صف اول میں نماز ادا کریں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو مگر آج کل گھڑی کا مقصد برعکس ہوگیا ہے یعنی کاہلی اور تاخیر کا سبب بن گئی ہے گھڑی اس نیت سے دیکھتے ہیں کہ ابھی جماعت میں کتنے منٹ باقی ہیں اور حجرے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔

اہل اللہ دل کے معالجین

بیماری کی دو قسمیں ہیں اصلی اور عارضی جیسے قبض سے دردسر ہو تو اصلی بیماری قبض ہے اور دردسر عارضی ہے اسی طرح قلب کی غفلت اور خرابی اور سختی اصلی بیماری ہے پھر اس کی خرابی سے اعمال میں خرابی عارضی بیماری ہے پس اصلی بیماری کا علاج کرنا چاہئے یعنی دل کا علاج اللہ والوں سے کرانا چاہئے پھر دل کی درستی سے اعمال اور اخلاق کی درستی خود بخود ہونے لگتی ہے۔

اصلاح منکرات

ایک صاحب نے کہا کہ فلاں شادی میں شرکت سے بڑا صدمہ ہوا فوٹو کھینچے گئے اور ریکارڈنگ بھی ہوئی گانا بجانا اور تصویر کھینچانے کے گناہ میں ہم بھی مبتلا ہوگئے وہاں سے اٹھنے میں خاندان کے لوگوں کا لحاظ اور دباؤ معلوم ہوا میں نے کہا اچھا اگر شادی والے ایک خوبصورت پلیٹ میں چاندی کے ورق کے ساتھ مکھی کی چٹنی پیش کرتے تو آپ خاندان کے لحاظ اور دباؤ سے کھالیتے یا نہیں یا اٹھ کر چلے آتے کہنے لگے اٹھ کر چلا آتا فرمایا کہ پھر حسی منکر کے ساتھ جو معاملہ ہے کم از کم وہی معاملہ شرعی منکر سے بھی کیجئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مکھی کی چٹنی تو طبعی منکر بھی ہے طبعی کراہت معلوم ہوتی ہے اور گناہوں سے اس طرح کی طبعی کراہت نہیں معلوم ہوتی میں نے کہا اچھا سنکھیا اگر کھلائی جائے کسی شادی میں تو آپ کھالیں گے کیا سنکھیا بھی طبعی منکر ہے طبعی کراہت تو اس سے نہیں ہوتی پس جس طرح یہ عقلی منکر آپ نہیں کھاسکتے اسی طرح گناہ کے ساتھ معاملہ کیجئے۔

اصلاح ظاہر کی اہمیت

میں نے ایک جگہ ظاہر کی اصلاح پر بہت تاکید کی تو ایک صاحب نے کہا کہ اگر باطن ٹھیک ہو تو ظاہری وضع قطع یعنی داڑھی وغیرہ کے اوپر سختی کی کیا ضرورت ہے میں نے کہا کہ آپ تاجر ہیں آپ اپنی دکان کا سائن بورڈ الٹ کر لگا دیجئے تو کہنے لگے لوگ مجھے پاگل کہیں گے اور دماغی توازن کے خراب ہونے پر دلیل قائم کرلیں گے تو میں نے کہا کہ اس وقت اس سائن بورڈ کا باطن تو ٹھیک ہوگا صرف ظاہر خراب ہوگا تو آپ نے کیوں پاگل

ہونے اور دماغی توازن کی خرابی کا سٹیفکیٹ خود ہی دیدیا تو کہنے لگے مولانا اب سمجھ میں بات آ گئی بعض وقت مثالوں سے بات خوب سمجھ میں آ جاتی ہے۔

گناہ ہونے پر فوراً توبہ کرے

بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے انسان سے گناہ ہوجاتے ہیں اس لئے دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے بہت عمدہ چیز ہے ایسے ہی روزہ رکھے گا تو گناہ کم ہوں گے روزہ کی برکت سے طاقت وقوت پیدا ہوگی۔

عمل کیلئے طاقت کی ضرورت

علم الگ چیز ہے عمل الگ چیز ہے عمل کیلئے قلب میں جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے اور علم سے قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے عمل کیلئے طاقت وقوت کی ضرورت ہے جسمانی عمل ہے تو جسمانی طاقت وقوت کی ضرورت ہے اور اگر روحانی عمل ہے تو اس کیلئے روحانی طاقت وقوت کی ضرورت ہے۔

ولی اللہ بننے کا طریقہ

رمضان شریف میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے تلاوت کرنے پر ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور رمضان شریف میں جب ستر گنا زیادہ ہوجائیں گی تو حساب لگایئے کہ کتنا ثواب ملے گا سات سو کے قریب نیکیوں کا ثواب مل جائے گا یہ کتنا بڑا انعام ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟ رمضان کے روزے اگر قاعدے سے رکھ لے جیسا کہ اس کا حکم ہے تو پھر اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

اصلاح ظاہر مقدم ہے

وائرنگ کے بعد کرنٹ آتا ہے اسی طرح ظاہر کے باطن عطا ہوتا ہے پہلے ظاہری حالت کو سنت اور شریعت کے مطابق بنادے اللہ تعالیٰ ظاہر کی صلاحیت کی برکت سے باطنی صلاحیت بھی عطا فرمادیتے اگر کوئی شخص وائرنگ ہی نہ کرائے تو کرنٹ (بجلی) اس کے گھر میں کیسے دی جاسکتی ہے۔ (از خطبات ومجالس محی السنہ یادگار باتیں)

مختصر سوانح

حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

(خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

حضرت حاجی صاحب یکم ستمبر ۱۹۰۱ء کو ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں مہندی پور میں پیدا ہوئے تھے۔ قریب ہی ایک قصبہ مکیریاں کے اینگلو سنسکرت ہائی سکول میں آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ اس سکول پر آریوں کا غلبہ تھا اس لئے انہوں نے آپ کو اپنا ہم مذہب بنانے کی کوشش کی لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے اگرچہ وضع قطع بڑی حد تک اسی ماحول کے رنگ میں رنگ گئی۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر سے پاس کیا' وہاں آپ کا شمار ممتاز طلبا میں ہوتا تھا۔

تقسیم ہند کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ملتان کو اپنا وطن بنالیا تھا اور حضرت حکیم الامت سے مجاز بیعت ہونے کے باوجود آپ نے حضرت رحمہ اللہ کے اکابر خلفاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب' حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ اور احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہم سے نیازمندانہ تعلق قائم رکھا اور یہ سب حضرات آپ رحمہ اللہ سے نہایت اکرام ومحبت کا معاملہ فرماتے رہے۔ بہت سے طالبین نے آپ سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی برکت اور اثر سے ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہوا۔

احقر نے ایک مرتبہ ملاقات کے بعد رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت! کوئی نصیحت فرمادیں حضرت رحمہ اللہ نے ایک لمحہ توقف کے بعد فرمایا' عمر کے لمحات کو غنیمت سمجھیں' عمر کا ایک ایک لمحہ بڑا گراں قدر ہے' اسے ناقدری سے بچائیں۔

ایک اور مرتبہ اسی قسم کی درخواست پر فرمایا دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں' دنیا سے دل لگانے کے بجائے وطن اصلی یعنی آخرت کی فکر کو غالب رکھیں۔ (نقوش رفتگاں)

نوٹ۔ حضرت کی مکمل خودنوشت سوانح پڑھنے کیلئے ''اصلاح دل'' کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کے انمول اقوال

عجیب وغریب نصیحت

زندگی گزارنے کا طریقہ کتاب (قرآن) اور سنت کا اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا چاہئے۔ ان ہی کی دھن ان ہی کا دھیان بس یہی دین ہے۔ کسب دنیا ناجائز نہیں۔ مگر دل ادھر ہی لا رہنا چاہئے ہر سانس ایک بش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے اور جب عمر پوری ہوگی تو آخرت کی تجارت ختم ہوگی۔ وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہئے۔ آنکھ بند ہوتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائے گا پھر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ پھر دار الحساب ہوگا وہاں عمل نہیں۔ اب ہم دار العمل میں ہیں۔ اس حساب کی تیاری کر لینا چاہئے۔ تمام تحقیقات تدقیقات دھری رہ جائیں گی جس نے سب غموں کو ایک غم بنالیا اور وہ ہے غم آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی غموں کیلئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا۔ حق تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

کمال تواضع

حضرت رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ مسجد میں پہلی صف میں ہمیشہ بائیں طرف بیٹھتے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ ہمیشہ پہلی صف میں بائیں طرف بیٹھتے ہیں جب

کہ دائیں طرف بیٹھنے میں بہت فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے۔

تو حضرت نے ارشاد فرمایا مجھے بھی معلوم ہے کہ دائیں طرف بہت فضیلت ہے۔لیکن میں یہ جگہ یعنی دائیں طرف نیک لوگوں کیلئے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اپنے آپ کو سب میں ذلیل ترین سمجھتا ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں بائیں طرف رہوں۔

ایک دفعہ احقر نے عرض کیا کہ آپ کے جو ملفوظات مجلس میں سنتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ اسی وقت نوٹ کرلیا کروں۔ بعد میں بعینہ وہ الفاظ نوٹ کرنا دشوار ہوتے ہیں ۔اس لئے اجازت عطا فرمائی جائے کہ احقر مجلس ہی میں نوٹ کرلیا کرے اس کے جواب میں حضرت کے تحریر فرمودہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

میں تو نالائق دربار اشرف ہوں اس لئے شرم دامن گیر ہوگی ایسا نہ کریں۔

حضرت اپنی مسجد میں امامت کے فرائض خود انجام دیتے تھے پیرانہ سالی کی وجہ سے درس امامت اور کتاب سنانے کی خدمت میرے متعلق کردی۔ حضرت کے حکم سے کتاب میں سنانے لگا۔ چند حضرات نے تقاضا کیا کہ میرے کتاب سنانے کی بجائے حضرت خود چند کلمات فرما دیا کریں۔لیکن منظور نہیں فرمایا ایک خان صاحب نے چند رفقاء کے ساتھ تحریری طور پر حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

محترم مکرم جناب خان صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کے جذبات محبت اور دعاؤں سے یہ ناکارہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ایک کیف وسرور کی کیفیت پیدا ہوگئی خان صاحب! بات اصل میں یہ تھی کہ نماز کے بعد امام کی جگہ فوراً بیٹھنا اور بجائے امام کے کچھ بیان کرنے میں دعویٰ اور امتیاز کی سی صورت تھی جو مجھے پسند نہ تھا۔ دعویٰ اور امتیاز میں بڑے مفاسد ہیں اور عبادت کا حاصل اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے مٹنا ہے اور دعویٰ اور امتیاز اس کی ضد ہے جو مہلک ہے۔

لیکن محبت میں ایسی کشش ہے جیسی مقناطیس میں ہوتی ہے کہ وہ لوہے کو کھینچ لیا انکار کی گنجائش وہمت نہیں پاتا اور پھر یہ محبت وتمنا صرف آپ کی نہیں سب احباب کی ہے اس لئے بھی مجھے خود رائی نہیں کرنا چاہئے۔سر تسلیم خم ہے ان شاء اللہ کچھ کہہ دیا کروں گا چونکہ

مجھے ہر ایک کی آزادی محبوب ہے۔ میں کسی کو مقید رکھنا نہیں چاہتا اور بعض حضرات کو ضروری کام ہوتے ہیں میں ان کا حرج نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے امام کی دعا کے بعد کچھ کہا کروں گا تا کہ ہر ایک کی آزادی برقرار رہے جو چاہے چلا جائے۔ آپ حضرات کی دعاؤں کا ممنون۔

احقر محمد شریف عفی عنہ ۹۰۷ نواں شہر ملتان۔

اس کے بعد حضرت صبح کی نماز کے بعد کچھ کلمات فرمادیا کرتے لیکن عجیب عبدیت کا مقام تھا کہ نماز کے بعد مصلی کے قریب تشریف رکھتے اور چونکہ امامت کی ذمہ داری احقر کے سپرد تھی۔ اس لئے مجھے اپنے قریب ہی بٹھا لیتے اور فرماتے کہ مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ ایسی صورت میں امام کو مصلی سے اٹھا دیا جائے کہ امامت اس سے کرائی جائے اور دوسرا کچھ کہنے کیلئے آئے اور اسے مصلی سے اٹھائے۔

فرمایا مجھے ذرا سی بات بھی اگر فضول ہو تو اس سے نہایت انقباض ہوتا ہے۔

یہ عمر رأس المال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جوہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہوسکتی ہے اور جب عمر پوری ہوگئی تو تجارت ختم ہوگئی پھر غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی اب دارالعمل نہیں اب دارالحساب ہوگا۔ اس لئے فرصت کو غنیمت جانو اور حساب کی تیاری کرلو۔

جب آدمی مر جاتا ہے تو ایک ایک نیکی کیلئے ترستا ہے اہل قبور پاس سے گزرنے والوں سے تمنا کرتے ہیں کہ کوئی ایک دفعہ سبحان اللہ یا الحمد للہ پڑھ کر ثواب بخش دے۔

اے کہ بر ما بے روی دامن کشاں   از سر اخلاص الحمدے بخواں

جب ایک ایک نیکی کیلئے آدمی ٹکریں مارے گا تو اب وقت ہے جتنی چاہو نیکیاں کمالو۔ مرنے کے بعد اگر حسرت کرے گا تو اس سے کیا نفع ہوگا۔ ایک ایک سانس غنیمت اور بے بہا موتی ہے۔ اس کی قدر پہچانو آج کا کام کل پر کبھی نہ ڈالو آج ہی کرو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے۔ غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت نفع نہ دے گی۔

جس کو مقصود حضرت حق ہوں۔ اس کو اور فضول خرافات سے اور فضول جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو انہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔ دوسرے لی

فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: کوئی شخص آ کر مجھ سے بیعت کی درخواست کرتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے چڑا رہا ہے زیادہ اصرار کرتا ہے تو حضرت کا حکم سمجھ کر بیعت کر لیتا ہوں۔

ایک متعلق نے حضرت کی خدمت میں اپنے بیٹے کی نافرمانیوں کا حال لکھا اور اپنی بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

کہ حالات کو پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کاش وہ لڑکا میرے سامنے ہوتا تو میں اپنی پگڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا یہ خط واپس پہنچا تو لڑکے کے والد صاحب یہ خط پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے اسی نافرمان لڑکے نے آ کر پوچھا کہ ابا کیا بات ہے؟ آپ رو رہے ہیں تو باپ نے وہ خط سامنے کر دیا۔ خط پڑھتے ہی لڑکے کی حالت بدل گئی اور فرمانبردار بن گیا۔

تواضع کا عقلی طور پر کون سا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ دل میں اس قدر تواضع کا پیدا ہونا ضروری ہے کہ اپنے کو اس قدر حقیر جانے کہ میلے کچیلے کپڑوں والا جس کے کپڑوں میں سے بدبو آ رہی ہو۔ اس کے ساتھ عقلی طور پر معانقہ کرنے کو دل میں عار محسوس نہ کرے۔ یعنی بے ساختہ طور پر اس کے سینہ کے ساتھ چمٹنے کو دل چاہے کہ میں تو اس سے بھی حقیر ہوں۔

بناوٹی تواضع

آج کل لوگ اپنے آپ کو نالائق خبیث آوارہ وغیرہ ایسے خطاب تواضع جتانے کیلئے کہتے ہیں اگر کوئی کہہ دے ہاں! واقعی جناب آپ نالائق ہیں تو پھر دیکھنا کہ اس کے خلاف کتنی دل میں غم وغصہ کی لہر دوڑتی ہے۔

آخرت کا غم تمام غموں کو نگل جاتا ہے

آخرت کا غم تمام غموں کو نگل جانے والا ہے جیسا کہ عصاء موسوی کہ تمام چھوٹے بڑے سانپوں کو نگل گیا تھا۔ اسی طرح جس کے دل میں آخرت کا غم لگا ہو۔ ہر وقت خدا کو

راضی کرنے ہی کی فکر ہو۔ اسی کی رضا جوئی کا طالب ہو۔ اللہ پاک اس کو دنیا کے غموں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ دنیا کے سب کاموں کا کفیل ہو جاتا ہے۔ یعنی دنیا میں رہنے کی جائز ضروریات کی کفالت فرماتا ہے لیکن جو شخص دنیا کے غم کو اپنے اوپر سوار کر لیتا ہے کہ ہر وقت دنیا حاصل کرنے اور ناجائز طریقہ سے دولت جمع کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے تو اللہ پاک اس کو دنیا ہی کے حوالے کر دیتے ہیں کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو۔

اختیاری غیر اختیاری کا فرق

اگر انسان کے اختیار میں کچھ نہیں غیر مختار ہے تو پیغمبر بھیجنے کا مقصد کیا ہے اور احکام الٰہی کا آنا فضول ٹھہرتا ہے۔ یہ کام نہ کرو وہ کام کرو یہ حکم اس کو دیا جاتا ہے جس کو اختیار دیا جائے۔ یعنی وہ کام کرنا اس کے اختیار میں ہو جب اس کے کچھ اختیار میں نہیں تو دوزخ میں جانا عبث ٹھہرتا ہے۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ انسان مجبور ہے یا مختار ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنی ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ اس نے اٹھائی پھر فرمایا دوسری بھی اٹھاؤ وہ اٹھا نہ سکے فرمایا یہ تقدیر کی حقیقت ہے کہ نہ انسان پورا مجبور ہے اور نہ ہی پورا مختار ہے۔

تقدیر کا بہانہ

شریعت پر نہ چلنے کیلئے تقدیر کو آڑ بنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر تقدیر میں ہے جنت تو مل جائے گی دوزخ مقدر میں ہوگا تو دوزخ ہی ملے گا۔ اعمال سے کیا ہوتا ہے؟ یہ شیطانی چال ہے اگر اتنا ہی تقدیر پر بھروسہ ہے تو دنیاوی امور میں تقدیر کہا چلی جاتی ہے۔ تقدیر میں تو یہ لکھا ہے کہ جتنا رزق مقدر میں ہے اتنا ہی ملتا ہے۔ دن رات کمانے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے خود بخود مل جائے گا۔ وہاں تو سب سے پہلے تقدیر کے منکر بن جاتے ہو۔ اسی طرح اگر کسی کی آنکھ میں درد ہو رہا ہو اور شہر میں ماہر ڈاکٹر بھی موجود ہو۔ کیا وہ یہ خیال کرے گا کہ یہ درد تقدیر میں لکھا ہے ہونے دو بلکہ بھاگا بھاگا ڈاکٹر صاحب کے پاس جائے گا۔ تقدیر پر بھروسہ نہیں کرے گا۔ تقدیر کا یہ مقصد نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو۔ کوشش اختیاری اعمال میں پوری کرو پھر معاملہ اللہ کے سپرد کر دو۔

توکل کی شرعی حقیقت

توکل اس کو نہیں کہتے کہ ہاتھ پاؤں جوڑ کر بیٹھے رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المال کا اونٹ گم ہوگیا۔ آپؓ کی تلاش میں دوپہر کے وقت نکلے اور اس کو تلاش کر کے دم لیا مقصد واقعہ یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے پوری کوشش کرے کوشش کرنے کے بعد پھر خدا پر بھروسہ کرے۔ جیسے زمیندار زمین میں ہل چلاتا ہے بیج ڈالتا ہے۔ یہ تمام کوشش کے بعد پھر خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

پودے کا نکالنا فصل کا پکنا پھل وغیرہ کا آنا یہ کسان کے اختیار میں نہیں۔ یہ کام تو اللہ پاک کرتے ہیں لیکن تدبیر اور کوشش کرنے کے باوجود بھی توکل خدا ہی پر ہو۔ اس کا نام ہے توکل۔

مومن کو اصل راحت جنت میں

ایک شخص حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا دعا کی درخواست کی۔ حضرت والا نے اس کیلئے دعا فرمائی۔ ارشاد فرمایا کیا آپ ملازم ہیں؟ اس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے چارہ مالی مشکلات میں پریشان ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دنیا میں انسان کو نہیں ملتا کوئی کتنا ہی امیر بن جائے کوئی نہ کوئی پریشانی رہتی ضرور ہے مومن کو راحت و آرام تو جنت میں ملے گا۔ یہ بے چارے بھی کسی مالی مشکلات میں پریشان ہیں۔

قلب کو ذکر اللہ کیلئے فارغ رکھنے کی کوشش

حضرت تھانویؒ سے سنا ہے کہ میں قلب کو اللہ کے ذکر کیلئے فارغ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ قلب فارغ ہوگا تو کبھی نہ کبھی ذکر کی توفیق ہو ہی جائے گی۔ جیسے برتن کہ اگر وہ پہلے ہی سے پُر ہو اور شے اس میں کیسے داخل ہوگی! اس لئے حضرت تھانوی کوئی کام شروع کرتے تو جلد ہی اس کو پورا کر کے فارغ ہونے کی کوشش فرماتے تھے۔ کوئی کتاب تصنیف کی جاتی تو بعض دفعہ اس کو مکمل کرنے کیلئے ساری ساری رات لکھتے ہی رہتے فرمایا جو کام کیا جائے اس کو توجہ اور استقامت کے ساتھ کیا جائے کام اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کام کے پیچھے نہ پڑا جائے تفسیر بیان القرآن کے متعلق دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ!

جب تک یہ مکمل نہ ہو۔ مجھے بیمار نہ کریں۔اس لئے تفسیر بیان القرآن لکھنے کے دوران آپ کو کوئی تکلیف نہیں آئی لیکن جب یہ مکمل ہوئی۔اس کے بعد کچھ دن بیمار رہے۔

وقت کو غنیمت جانو

اس کا ایک ایک سانس بے بہا گوہر ہے انسان اس زندگی میں اگر ایک دفعہ بھی سبحان اللہ کہہ لے تو جنت میں درخت لگ جاتا ہے لیکن مرنے کے بعد اگر ہزار دفعہ بھی سبحان اللہ کہتا رہے تو کوئی درجہ نہیں ملے گا۔ جنت میں درجات کی ترقی اس دنیا میں ہی ہوتی ہے۔ یہ دار العمل ہے۔ یہاں پر اعمال کی قیمت پڑتی یہ آخرت دار الجزاء ہے۔وہاں انسان کو عملوں کی جزاء دی جائے گی۔

مومن کی کوئی چیز رائیگاں نہیں

مومن کی کوئی چیز رائیگاں نہیں جاتی حتی کہ اگر کوئی چیز چرا بھی لے جائے۔اس کا بھی اجر ملتا ہے کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کا بھی اجر ملتا ہے۔ یہاں تک اگر راستے میں چلتے ہوئے کانٹا لگ جائے تو اس پر بھی مومن کو اجر ملتا ہے۔ حدیث شریف میں تو یہاں تک آتا ہے اگر چلتے ہوئے راستے میں کوئی کانٹا پڑا ہے ڈھیلا پڑا ہے۔اس کو اس نیت سے ہٹا دیا کہ کسی کو تکلیف نہ دے اس پر بھی اجر ملتا ہے۔

مومن کو مصیبت اور غم میں اجر ملتا ہے اگر کوئی بیماری آجائے تو بیماری بھی مومن کیلئے گناہوں کا کفارہ اور اجر و ثواب کا باعث ہوتی ہے۔ مصیبت اور غم کا بھی مومن کیلئے اصلاح باطن کی ترقی کا سبب بنتا ہے حدیث میں ہے کہ بعض کو درجات کی بلندی کی خاطر ان کو کسی بیماری یا غم میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

خواب کتنا ہی برا ہو اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں برے خواب پر پکڑ نہیں ہے۔اصل حالت بیداری کی حالت ہے اگر یہ شریعت کے مطابق ہے تو سب کچھ حاصل ہے اگر بیداری کی حالت شریعت کے مطابق نہیں تو خواب کتنا ہی اچھا ہو تو یہ کمال کی بات نہیں انسان جو مکلّف ہے جاگنے کی حالت کا ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ میں کسی اجنبی عورت سے زنا کر رہا ہوں یا خواب میں اس سے زیادہ برے افعال کرتا ہوا دیکھے تو کچھ بھی

پریشانی کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ایک آدمی خواب میں بادشاہ بنا ہوا ہے بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے بادشاہی کررہا ہے اور لیکن جب بیدار ہوتا ہے تو ٹوٹی ہوئی چارپائی پر اپنے کو پاتا ہے اور ایک شخص ہے کہ وہ بادشاہ بنا ہوا ہے ہر طرح کی سہولت حاصل ہے لیکن خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ بہت افلاس کی حالت میں ہے۔ لوگ اس کے جوتے مار رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوگا تو اس کو اس خواب کا کوئی غم نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو بادشاہ ہی ہے۔

اسی طرح یہ زندگی ہے کہ یہ بھی خواب کی مانند ہے اگر اس دنیا میں شریعت پر چلا گو اس کو تکالیف بھی آتی رہیں لیکن جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی یہ زندگی خواب کی مانند نظر آئے گی۔ دنیا کی تکالیف ایسی معلوم ہونگی جیسے اس کو کسی نے خواب میں تکلیف پہنچائی ہو۔

وقت کی قدر کریں

فارغ نہیں رہنا چاہئے جو شخص فارغ رہتا ہے۔ شیطان اس کو گمراہ کرنے کا زیادہ موقع فراہم کرتا ہے۔ دین کا کام نہ ہو تو کسی دنیاوی کام میں مشغول رہے اپنے وقت کی قدر کرے مرنے کے بعد جو وقت فضولیات میں گزرا اس پر حسرت ہوگی۔

شریعت اور پل صراط

میں نے حضرت تھانویؒ سے سنا ہے کہ شریعت پر چلنا بھی گویا پل صراط پر چلنا ہے۔ حکمت اس کی یہ ہے کہ اسلامی اصولوں پر چلنا حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنا افراط وتفریط میں مبتلا نہ ہونا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا اور خدا تعالیٰ کی عظمت ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ میں تواضع

حضرت تھانوی رحمہ اللہ میں تواضع کا یہ عالم تھا کہ گلی سے گزر رہے ہیں۔ ساتھ خادم بھی ہیں بھنگی سڑک صاف کررہا ہے۔ ایک خادم نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا کہ ذرا ٹھہر جائیں حضرت والا نے فرمایا مت روکو! وہ اپنی ڈیوٹی دے رہا ہے۔ ہم اس کے کام میں خلل اندازی نہیں کرنا چاہتے۔ اس کو اپنا کام سرانجام دینے دو۔

صفائی معاملات

حضرت تھانوی رحمہ اللہ وظائف کی بہ نسبت صفائی معاملات کی بہت تاکید کرتے تھے۔ صفائی معاملات کی اس قدر تاکید فرماتے تھے کہ ہم سے کبھی نہیں پوچھا تھا کہ کتنے وظائف پڑھتے ہو بلکہ یہ فرماتے کہ تمہارا معاملہ شریعت کے مطابق ہے۔ تمہاری وجہ سے کسی کو شرعاً تکلیف تو نہیں ہوتی یعنی تمہاری زبان و ہاتھ سے کسی کو ناجائز تکلیف تو نہیں پہنچتی۔

اولاد کی تربیت

ایک شخص حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرا بیٹا بڑا نافرمان ہے۔ بات نہیں مانتا اوباش لوگوں کے ساتھ اس کی دوستی ہے۔ اب میں اس کو عاق کر کے گھر سے نکال دینا چاہتا ہوں حضور والا مشورہ دیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا رات کو گھر آجاتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر اس کو گھر سے نہ نکالو کیونکہ گھر سے نکالنے سے تو وہ زیادہ بگڑ جائے گا اب رات کو تو گھر آجاتا ہے رات کے گناہ سے بچا رہتا ہے پھر رات دن اوباش لوگوں میں رہ کر زیادہ برائی میں مبتلا ہوگا۔ اولاد کی مثال انگلی کی طرح ہے کہ اگر گل جائے کاٹے تو تکلیف نہ کاٹے تو پھر بھی تکلیف اولاد جب جوان ہو جائے تو حکمت عملی اور صبر و تحمل سے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا رہے۔

بدنظری سے بچنا اختیاری ہے

نظر کی حفاظت کو تقوی میں خاص دخل ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں بدنظری سے بچنا بہت مشکل ہے یہ غیر اختیاری امر ہے انسان کو اختیاری اعمال کا مکلّف بنایا گیا ہے اگر یہ غیر اختیاری بات تھی تو شریعت میں کیوں حکم دیا گیا ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں یعنی غیر محرم عورتوں یا امرد و حسین لڑکوں کو شہوانی نظر سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔

شریعت نے پہلی نظر جو اچانک پڑ جائے اس کو معاف کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ اے علیؓ پہلی نظر جو اچانک پڑ جائے وہ

معاف ہے اگر دوسری ڈالی گئی تو اس پر پکڑ ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے میں نے خود سنا کہ انسان اگر زنا کرنے کیلئے عورت کی چھاتی پر بھی سوار ہو جائے اور عورت اس کے پورے قابو میں آ جائے اس وقت بھی بچنا اختیاری امر ہے اس وقت بھی انسان مجبور نہیں ہو جاتا اس وقت بھی بچنا اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔

بس دل میں خدا کی محبت اور عظمت نہیں ہے اس لئے شریعت کے آسان حکموں پر بھی چلنا ہمیں مشکل نظر آتا ہے اگر کوئی شخص کسی نامحرم حسین عورت کو شہوانی نظر سے گھور رہا ہو ایسی حالت میں اس کے باپ کو پتہ چل جائے تو پھر بھی کیا اس کو ایسی حالت میں گھورتا رہے گا؟ بلکہ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گا کہیں اس کے باپ کو میری اس حرکت کا پتہ چل جائے کیا اس بڑے حاکم اللہ جل شانہ کا دل میں ڈر نہیں ہے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اگر ہم اندھیری کوٹھڑی میں بھی کوئی برا کام کریں تو اس کو بھی دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ پتھر کا باریک کیڑا جب چلتا ہے اس کی آواز بھی سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔

دنیا کی محبت کی دو قسمیں

دنیا کی محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محمود ہے اور ایک مذموم ہے محمود محبت تو یہ ہے کہ دنیا بھی کمائے اور اس میں شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے جب انسان شرعی حدود تجاوز کرتا ہے حلال حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرتا دن رات دنیا ہی کے کمانے کی فکر ہے تو یہ محبت مذموم ہے۔ حدیث شریف میں مذموم محبت کے متعلق ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

دنیا کی مذموم محبت کو کم کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت دل پیدا کی جائے یہ اکثر بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے ہی سے دولت نصیب ہوتی ہے صرف کتابیں پڑھنے ہی سے اس دولت کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے جب یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے تب پھر دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ (انوار مرشد)

نفس کو خطاب

اے نفس! دنیا فانی... زندگی قلیل... ایک ایک سانس گوہر بے بہا... فرصت کو غنیمت جان... اور ابدی زندگی کا سامان کر لے... ورنہ انجام حسرت کے سوا کچھ نہیں۔

مختصر سوانح

عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو اس دنیا میں اپنی رحمت کا مظہر بنایا تھا وہ رحمت ورافت اور شفقت کا پیکر مجسم تھے جس کسی کا آپ سے تعلق ہوا خواہ مختصر وقت ہی کیلئے کیوں نہ ہو وہ آپ کے اس وصف جمیل کا گہرا نقش لئے بغیر نہ رہ سکا آپ اپنے سے ادنیٰ تعلق رکھنے والوں کی نجی زندگی کی تفصیلات تک اس قدر دخیل تھے کہ آج ان میں سے ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ دنیا میں اس کی سب سے گرانقدر پونجی لٹ گئی یہ عزیز ترین متاع گم ہو گئی اور زندگی کا محبوب ترین سہارا ٹوٹ گیا۔

اسی ضعف کے عالم میں اتوار ۱۱ رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو فجر کے بعد معمولی بدہضمی کی بنا پر دردشکم کی شکایت شروع ہوئی اتفاق سے اسی دن دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کی تقریب تھی اور حضرت نے یہاں تشریف آوری کا وعدہ فرما لیا تھا خدام نے بھی عرض کیا کہ طبیعت چونکہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے دارالعلوم تشریف لے جانا ملتوی فرما دیا لیکن فرمایا کہ الحمدللہ ابھی ہمت ہے اور ختم بخاری شریف کی بابرکت مجلس میں شرکت کا معاملہ ہے اس لئے میں ضرور جاؤں گا اللہ اکبر! اس ضعف اور علالت میں بھی سعادتوں کے حصول کی یہ فکر اور دارالعلوم کے ساتھ تعلق کا یہ عالم تھا۔

دارالعلوم تشریف لائے لیکن یہاں پہنچ کر بھی تکلیف جاری رہی یہاں تک کہ تکلیف ہی کی بنا پر وقت مقررہ سے پہلے تشریف لے جانے کا فیصلہ فرما لیا اور مکان پر تشریف لے گئے مکان پر پہنچنے کے بعد بھی تکلیف بڑھتی چلی گئی متعدد معالجوں کا علاج ہوا لیکن دردشکم کو افاقہ ہوا تو پیشاب میں رکاوٹ کی تکلیف ہو گئی منگل کے دن پتہ چلا کہ بلڈ پریشر بہت گر گیا ہے اور بلڈ یوریا میں بہت اضافہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہ کو اس آخری دور میں اپنے شیخ حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے علوم و فیوض کی تشریح و توضیح اور ان کی نشر و اشاعت کیلئے گویا چن لیا تھا خاص طور پر اپنی زندگی کے آخری سالوں میں حضرت پر افادہ خلق کا ایک جذبہ بیتاب طاری تھا ان کی ہر وقت کی دھن یہ تھی کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے حاصل کیا ہے اسے جلد از جلد اپنے ہر مخاطب کی طرف منتقل کر دوں چنانچہ حضرت کے یہ افادات کسی باقاعدہ مجلس کے پابند نہیں تھے بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ۔ میں جہاں بیٹھ لوں وہیں میخانہ بنے۔

حضرت والا کی اس تبلیغ و دعوت اور تعلیم و تربیت سے سینکڑوں زندگیوں میں انقلاب آیا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔

آپ نے وکالت کے پیشے کو چھوڑ کر ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا مشغلہ اختیار فرمایا تھا اور آخر وقت تک اس مشغلے کو ترک نہیں فرمایا مطب میں لوگوں کے رجوع کا عالم یہ تھا کہ جس وقت حضرت مطب میں تشریف فرما ہوتے اس وقت بعض مرتبہ کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ ہوتی تھی لیکن اس مشغولیت کے عالم میں بھی دعوت و تبلیغ کا کام چھوٹتا نہیں تھا اور اس مطب میں جسمانی امراض کے ساتھ ساتھ روحانی امراض کا علاج بھی جاری رہتا تھا نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو حضرت کے پاس اپنے جسمانی امراض کے علاج کیلئے آئے آتے وقت نہ دین کی کوئی فکر تھی نہ کسی دینی بات سے دلچسپی لیکن یہاں سے دین کی فکر لیکر لوٹے جسم کے ساتھ ساتھ اپنی روح کی دوائیں لیکر گئے اور رفتہ رفتہ اللہ نے ان کی کایا پلٹ دی۔

زبانی وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ حضرت کے یہاں تصنیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اور آپ نے ہزارہا صفحات پر مشتمل اپنی ایسی تالیفات کا گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے جو اپنے اسلوب کے لحاظ سے بالکل منفرد ہے اور طالبان حق کیلئے ان شاء اللہ رہتی دنیا تک مشعل راہ بنے گا "اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" "مآثر حکیم الامت" "بصائر حکیم الامت" "معارف حکیم الامت" "اصلاح المسلمین" اور "معمولات یومیہ" میں سے ہر کتاب ہم سب کیلئے ایک گرانقدر سرمایہ اور علوم و معارف کا انمول خزانہ ہے جس کے ذریعے ان شاء اللہ حضرت والا کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا علیہ رحمة الله رحمةً واسعةً۔ (نقوش رفتگاں)

عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کے انمول اقوال

مشکل کو آسان کرنے کا گُر

میں نے دو گُر ایسے سیکھے ہیں کہ ان سے مجھے زندگی کی تمام مشکلات میں آسانی ملی ہے ایک ''ہمت'' اور دوسرے ''پابندی اوقات'' ان دو چیزوں سے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں میں نے زندگی کے ہر مرحلے میں ان سے کام لیا ہے۔

وقت

وقت کو اپنا تابع کرلو تو وقت تمہارا تابع ہو جائے گا اور کاموں میں برکت ہو جائے گی ارادہ اور ہمت سے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں۔

نظام الاوقات

نظام الاوقات بنانے اور اس کی پابندی کرنے کی برکت یہ ہے کہ ذرا سے وقت میں بہت سے کام ہو جاتے ہیں۔

پابندی وقت

وقت پر کام کرنے کی عادت ڈال لو پھر وقت خود کام کرالیتا ہے۔

سرمایہ زندگی

وقت بڑا گرانقدر سرمایہ زندگی ہے اگر وقت پر کام کرنے کی عادت پڑ گئی اور اس پر مداومت حاصل کرلی تو پھر وقت تمہارا خادم بن جائے گا۔

نظم اوقات

زندگی میں تنظیم الاوقات بڑی چیز ہے دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں ان کی زندگی کے حالات اُٹھا کر دیکھو تو یہی پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی میں نظام الاوقات کی بڑی اہمیت رہی ہے۔

قیمتی سرمایہ

وقت زندگی کا بڑا سرمایہ ہے اس لیے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیے اس کے لیے ضروری ہے کہ صبح وشام تک کی زندگی میں جس قدر مشاغل ہیں ان کے لیے نظام الاوقات مرتب کیا جائے تاکہ ہر کام مناسب وقت پر آسانی سے ہو جائے۔

مختصر معمولات

کچھ وقت بلکہ سب سے بہتر وقت نماز فجر کے بعد ذکر اللہ کے لیے اوراد و وظائف' تلاوت کلام پاک ماثورہ دعاؤں کے لیے مقرر کرنا چاہیے یہ معمولات اس قدر مختصر ہونے چاہئیں کہ ان پر بلاتکلف دوام ہو سکے۔

اہل وعیال سے حسن سلوک

اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی نیت سے کچھ وقت اپنے گھر کے اندر اپنے اہل وعیال کے ساتھ صرف کرنا چاہیے اس سے ان کو تقویت اور انشراح رہتا ہے اور خود اپنی زندگی میں بھی ان کے ساتھ اُنس ومحبت پیدا ہونے سے نشاط خاطر رہتا ہے فاور بہت سے

امور خانہ داری اور حسن انتظام میں مدد ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسن سلوک کے لیے خاص طور پر بہت تاکید فرمائی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

دنیا اور آخرت کا کوئی کام ہو اس کو اس اُمید پر منحصر کرنا کہ کسی فرصت کے وقت اطمینان سے کرلیا جائے گا ایک ایسا فریب ہے جو اکثر بڑے نقصان وخسران کا باعث ہوتا ہے۔

جو وقت بھی سکون سے گزرے زہے نصیب کیا اعتبار گردش لیل و نہار کا

(عارفی)

ہمت

ہمت بہت بڑی چیز ہے اس سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور عمل آسان ہو جاتا ہے۔

رحمت خداوندی پر نظر

ہائے ہائے مت کرو یہ نہ کہو کہ ’’کچھ بن نہیں پڑتا ہم کیا کریں کیسے کریں؟ کہاں تک کریں؟‘‘ حق تعالیٰ کی وسعت رحمت پر نظر رکھو سب کچھ بن پڑے گا سب ٹھیک ہو جائے گا اپنے ضعف وناتوانی کو نہ دیکھو ورنہ کچھ بھی نہ کرسکو گے حق تعالیٰ پر نظر رکھو سب کچھ کرسکو گے ان کو راضی رکھنے کی فکر کرتے رہو ان شاء اللہ کامیاب ہو جاؤ گے۔

ہمت کی قدر

ہمت کا سرمایہ کسی کے پاس موجود ہے تو اس کا جائز استعمال ہونا چاہیے' ناجائز استعمال نہ ہونا چاہیے ہمت اچھی چیز ہے مگر جب حدود کے اندر ہو۔

’’ہمت مرداں مدد خدا‘‘ یہ تو صحیح ہے مگر جہاں ہمت کا مصرف صحیح ہو وہاں ہمت کرو لیکن ہمت کرنے سے اگر اپنے نفس پر ظلم ہو رہا ہو تو اپنے نفس پر ظلم کر کے ہمت کرنا جائز نہیں۔

دعا کا ایک ادب

جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو پہلے اپنے اللہ سے مانگیں پھر اس شخص سے کہیں جس سے وہ مل سکتی ہے۔

ایک مفید وظیفہ

ہر کام سے پہلے "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کہنے کی عادت ڈالو بلکہ ہر وقت دل ہی دل میں یہ رٹ لگاؤ کہ "یا اللہ! اب کیا کروں؟ پھر دیکھو کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔"

رجوع الی اللہ کا طریقہ

اگر گھر سے باہر جانا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرلو کہ اے اللہ! میں باہر جا رہا ہوں میری آمد و رفت کو عافیت و سلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ پورا فرما دیجئے کھانا کھانا ہے پانی پینا ہے یا اور کوئی کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دل ہی دل میں مناجات کرلو۔ فرمایا کرتے تھے شروع میں قدرے الجھن ہوگی لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ عادت میں داخل ہو جائے گا اور بلا تکلف ہر ہر لمحہ رجوع الی اللہ کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔

کام سے مراقبہ

جب بھی کوئی کام کرنا ہو بڑا ہو یا چھوٹا آسان ہو یا مشکل علمی یا عملی دینی ہو یا دنیوی فوراً دل ہی دل میں اللہ کی طرف رجوع ہو جائیں اور عرض کریں یا اللہ! آپ میری مدد فرمائیے آسان فرما دیجئے پورا فرما دیجئے قبول فرما لیجئے پھر دیکھئے آپ کے کاموں میں کیسی آسانی اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔

کتنی دعا کی جائے

جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو یوں عرض کرو کہ اب آپ بدون مانگے ہم کو سب دے دیجئے کیونکہ ہم تو تھک گئے ہیں اب مانگنے کی طاقت نہیں۔

ہر وقت کی دعا

فرمایا۔ ہر دعا میں یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ استقامت فی الدین واہتمام دین اور مقبول عمل کی توفیق مل جائے۔

ایصال ثواب میں ترغیب

میں جب دعائے مغفرت یا ایصال ثواب کرتا ہوں تو سب سے پہلے اپنے والدین کے لیے کرتا ہوں پھر اپنے آباؤ اجداد اور جدات و اُمہات کے لیے اس کے بعد اپنے اساتذہ اور مشائخ کے لیے پھر اپنے اہل وعیال اور دوسرے رشتہ داروں کے لیے، پھر اپنے خدام کے لیے کرتا ہوں اس کے بعد اپنے خدام سے فرمایا کہ تم بھی اسی طرح کیا کرو۔

پریشانی کے وقت کا وظیفہ

فرمایا کہ اگر کوئی سخت مرض یا پریشانی ہو تو پانچ سو مرتبہ یا ارحم الراحمین پڑھ کر دُعا کرنا چاہیے۔

مصائب سے بچاؤ کا وظیفہ

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت ایک سخت بلا آنے والی ہے فرمایا کہ ۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آیت الکرسی پڑھ کر یہ دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی جان و مال کو اس سے بچالیں اور تمام عالم کے مسلمانوں کے گھروں کا حصار کرلو۔

ایک اور وظیفہ

ایک صاحب نے کہا کہ میرا تبادلہ بہت تکلیف دہ جگہ ہو رہا ہے
تو فرمایا نماز کے بعد یہ دُعا پڑھیں۔

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

دعا کیسے کی جائے؟

اپنی ہر ضرورت میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو ان سے مانگو اور دل کھول کر ان سے عرض ومعروض کرو لگ لپٹ کر مانگو بالکل اس طرح ضد کرو جیسے ایک معصوم بچہ اپنی ماں سے لجاجت خوشامد اور عاجزی کے ساتھ ضد کرتا ہے۔

عاجزی وطلب صادق

گناہ تم سے نہیں چھوٹتے تو یہ بات بھی اللہ میاں سے کہو کہ یا اللہ! میں حقیقتاً اس سے بچنا چاہتا ہوں مگر یہ معاشرہ مجھ کو مجبور کر دیتا ہے یا اللہ! آپ میری مدد فرمائیے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کبھی رو رو کر خدا کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرو۔ یقیناً راہ ملے گی مگر طلب صادق پیدا کرو۔

صبر وشکر

قبول دعا کے سلسلے میں فرمایا اللہ میاں سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا (لہٰذا) دعا ضرور مانگنی چاہیے پھر یا تو مقام شکر ہے یا مقام صبر ایک میں ترقی کا وعدہ (لازیدنکم) ہم ضرور تمہارے لیے نعمتوں کا اضافہ کریں گے دوسرے میں معیت کا اعلان (اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ) ''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں'' یہ بھی ان کی رضائے کاملہ وہ بھی رضائے کاملہ مقصود بہر حال حاصل ہے۔

دائمی معمول بنانے کا نسخہ

دوست اور اعزا کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہنے کے سلسلے میں فرمایا کہ جو چیز تمہیں نظر آئے اسے اپنے پروگرام میں داخل کرلو اس سے تقاضا پیدا ہونے لگتا ہے اور وقت پر وہ چیز یاد آجاتی ہے پھر ان شاء اللہ سہولت کے ساتھ دواماً توفیق بھی ہوتی رہے گی۔

اللہ کی محبت

دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

۱- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دھیان کرو اور ان پر شکر ادا کرتے رہو۔

۲- اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور ان کے حالات و اشعار اور کتابوں کو پڑھتے رہو۔

۳- زندگی کے سب کاموں میں اتباع سنت کا اہتمام کرو۔

محبت الٰہیہ کا مصرف

اللہ تعالیٰ کی محبت کا مصرف یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور مخلوق خدا سے محبت کرو۔

دین کیا ہے؟

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دین دراصل زاویہ نظر کی تبدیلی کا نام ہے روزمرہ کے بیشتر کام اور مشاغل وہی باقی رہتے ہیں جو پہلے انجام دیئے جانے تھے لیکن دین کے اہتمام سے ان کو انجام دہی کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے اور اس تبدیلی کے نتیجے میں سارے کام جنہیں ہم دنیا کا کام کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں عبادت اور جزو دین بن جاتے ہیں۔

بدنظری کا علاج

ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا کہ الحمدللہ! احقر نے غض بصر کی عادت ڈالنے کے لیے مدتوں یہ مشق کی ہے کہ کبھی کسی مرد کو بھی نگاہ بھر کر نہیں دیکھا دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ مخاطب مرد ہو یا عورت ہمیشہ نگاہ نیچی کر کے بات کریں گے چنانچہ اس کی باقاعدہ مشق کی اور سالہا سال تک کبھی کسی سے نظر اُٹھا کر بات نہیں کی رفتہ رفتہ عادت پڑ گئی تو اب کبھی کبھی بات کے وقت مردوں کے سامنے نظر اُٹھا لیتا ہوں لیکن وہ بھی بہت کم حضرت والاؒ اپنی اس مشق کا تذکرہ کرتے ہوئے کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

جگر پانی کیا ہے مدتوں غم کی کشاکش میں — کوئی آسان ہے کیا خوگر آزار ہو جانا

تشنگی اور ناکارگی کا فرق

فرمایا ''تشنگی اور چیز ہے اور ناکارگی کا احساس اور چیز ہے تشنگی اچھی چیز ہے احساس ناکارگی خطرناک ہے گناہوں کا ارتکاب خطرناک ہے اعمال صالحہ میں کمی اور کوتاہی کا احساس پسندیدہ ہے یہ احساس کہ بن نہیں پڑتا یہ تشنگی ہے یہ تکمیل کی طلب ہے تکمیل کسی کی نہیں ہوئی۔

تری شان بے نیازی کا مقام کس نے پایا مری سجدہ گاہ حیرت ترا حسن آستانہ
آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجوشد آب از بالا و پست

صراط مستقیم

حضرت والا نے کئی بار فرمایا کہ ''جب آدمی دنیا کے کسی سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اگر منزل پر پہنچ گیا تو سفر کامیاب سمجھا جاتا ہے نہ پہنچ سکا مثلاً کراچی سے پشاور کے لیے روانہ ہوا مگر راستے ہی میں انتقال ہوگیا تو سمجھا جاتا ہے کہ سفر ادھورا رہ گیا مگر صراط مستقیم ایسا عجیب راستہ ہے کہ اس پر آدمی کو جہاں بھی موت آجائے وہیں منزل ہے۔ اسی لیے سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کی دعا سکھائی گئی اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

''بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست''

شیطان اور نفس کا دھوکا

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ انسان کو دھوکا شیطان بھی دیتا ہے اور نفس بھی مگر دونوں کے طریقہ کار میں فرق ہے شیطان کسی گناہ کی ترغیب اس طرح دیتا ہے کہ اس کی تاویل سمجھا دیتا ہے کہ یہ کام کرلو اس میں دنیا کا فلاں فائدہ اور فلاں مصلحت ہے جب کسی گناہ کے لیے تاویل مصلحت دل میں آئے تو سمجھ لو کہ یہ شیطان کا دھوکا ہے اور نفس گناہ کی ترغیب لذت کی بنیاد پر دیتا ہے کہتا ہے یہ گناہ کرلو بڑا مزہ آئے گا جب کسی گناہ کا خیال لذت حاصل کرنے کے لیے آئے تو سمجھ لو کہ یہ نفس کا دھوکا ہے شیخ کی ضرورت نفس و شیطان کے دھوکوں ہی سے بچنے کے لیے ہوتی ہے۔

علاج نفس

اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہتا ہے تو اس سے ہمارے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور جو لوگ بڑی عقیدت سے لمبے چوڑے القاب لکھ بھیجتے ہیں ان سے نفس پھولتا ہے برا بھلا کہنے والوں سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

حقوق والدین

ماں باپ کا بڑا حق ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہی کا حق آتا ہے اور اتنا عظیم حق ہے کہ تمام عمر اخلاق سے ان کی خدمت کرنے اور تمام عمر ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کرنے کے باوجود ان کے حق کا عشر عشیر بھی ادا نہیں ہوتا اس لیے میں نے اپنی تمام عمر کی مستحب عبادتوں کا ثواب اپنے والدین کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

تربیت اولاد

آج کل اولاد کی بے راہ روی نافرمانی اور اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت والدین کی تربیت سے غفلت کا نتیجہ ہے اس پُرفتن دور میں اگر اپنی دنیا اور آخرت کو درست رکھنا ہے تو اپنی اولاد کی دینی اور ایمانی تربیت کرنا چاہیے افسوس اس پر ہے کہ والدین اپنی اولاد کی دنیا اچھی رکھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن دین نہ تو اس کو سکھاتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرانے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

تربیت اولاد کا دستور العمل

کسی بچہ کی اصلاح کرنا ہو تو پہلے تنہائی میں اللہ سے جی بھر کے دعا کرلو کہ اے اللہ! میں آپ کا ضعیف اور ناتواں بندہ ہوں آپ نے اولاد جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے اور اس کی اصلاح و تربیت کا فریضہ بھی مجھ ناتواں پر عائد کیا ہے نہ میری بات میں کوئی اثر ہے اور نہ مجھے تربیت کا ڈھنگ آتا ہے میرے بچوں کے قلوب آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں ان کے دلوں کو خیر کی طرف اور اپنی اور میری

فرمانبرداری کی طرف اور اصلاح حال کی طرف پھیر دیجئے دعا کرنے کے بعد بچے کو سمجھائیے نصیحت کیجئے اور اللہ پر توکل کر لیجئے جب بھی نصیحت کرنا ہو اسی طرح عمل کیجئے اور ان کی عام اصلاح کے لیے نمازوں کے بعد دُعا بھی کرتے رہیے ان شاءاللہ تعالیٰ آپ کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

اولاد کی پرورش ونگہداشت بہت اہم ذمہ داری ہے ان کو ابتداء ہی سے جب ان میں سمجھ پیدا ہونے لگے اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سکھانا شروع کر دینا چاہیے پھر ابتدائی عمر میں قرآن شریف کا ختم کرنا اور ضروری مسائل پاکی وناپاکی جائز وناجائز حلال وحرام چیزوں سے ضرور مطلع کر دینا چاہیے پھر ابتداء ہی سے نماز کی عادت ڈالنا چاہیے ان کا لباس پوشاک صرف اسلامی طرز کا رکھنا چاہیے ان کے اخلاق کی نگرانی رکھنا چاہیے ان کو نشست وبرخاست اور کھانے پینے کے آداب سکھانا چاہئیں بری صحبتوں سے ان کو خاص طور پر بچانے کی فکر رکھنا چاہیے اس کے علاوہ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔

تربیت اہلیہ

اپنی اہلیہ کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام کیا جائے اس بے چاری نے اپنے ماں باپ بہن بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کو چھوڑ کر تم کو اختیار کیا ہے لہٰذا یہ تمام محبتیں تمہاری جانب سے اس کو ملنا چاہئیں اس کی ایذاء پر صبر کرو گے تو اجر عظیم پاؤ گے اس کے ناروا سلوک کی اصلاح تمہارے غیظ وغضب سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا تیر بہ ہدف نسخہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے غصے کو پی جاؤ پھر نرمی اور ہمدردی سے اس کی غلطی کی نشاندہی کرو اگر اس میں ذرا بھی سلامتی ہے تو تمہاری اس نصیحت کو وہ قبول کر کے اپنی اصلاح کر لے گی۔

مزاحاً فرمایا کہ آپ کی اصل مصلح آپ کی بیوی ہے اس سے اپنے اصلاح یافتہ ہونے کا سٹیفکیٹ حاصل کر لو تو یقیناً یہ پکی سند ہے۔

دوسروں سے سلوک

جس کے ساتھ کوئی سلوک کرنا ہو تو اس سے عوض اور بدلے کا بالکل خواہاں نہ ہو نہ اُمید رکھے نہ چاہے بلکہ یہ خیال کرے کہ جس نے یہ تقاضائے محبت پیدا کیا ہے عوض اس سے ہی لیں گے دینی محبت کا صلہ یہی ہے **ان اجری الاّ علی اللّٰہ**

خدمت خلق

متقی وہ شخص ہے، جو نیکی کر کے اللہ تعالیٰ ہی سے عوض کا طالب ہو مخلوق سے بدلہ طلب نہ کرے نیکی کا تعلق مخلوق سے ہے ہی نہیں اور نہ کوئی مخلوق اس کا عوض دے سکتی ہے مخلوق سے توقع خام توقع ہے تم نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا اور احسان جتلانا تو بہت بری بات ہے جذبہ محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس کا شکر کرے اور مخلوقات سے اجر کو اُٹھا کر رکھ دے فرمایا کہ وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہوں۔

درستگی اخلاق

اپنا جائزہ لیتے رہا کرو'' ہماری عبادت کیسی ہے ہمارا معاملہ کیسا ہے ہمارا اخلاق کیسا ہے'' فرمایا اخلاق کا جائزہ لینا ہو تو کراچی کی بس میں سوار ہو جاؤ سب معلوم ہو جائے گا۔

اخلاق معلوم کرنے کا طریقہ

اپنی تمام زندگی اتباع سنت میں ڈھال اپنا اخلاق معلوم کرنا ہو تو اپنی بیوی اور پڑوسی سے پوچھو دوست کیا جانے اخلاق کو۔

حسن سلوک

ملازم کو حقیر مت سمجھو وہ تمہارے معاوضے میں کام کرتا ہے تنخواہ دینا تمہارا احسان نہیں ہے وہ اپنے کام کے پیسے لیتا ہے۔

نوافل

اگرچہ فقہی طور پر نوافل کی قضا نہیں ہے لیکن ایک سالک کو ایسے مواقع پر تلافی کے طور پر جب موقع ملے معمول کے نوافل ضرور پڑھ لینے چاہئیں خواہ ان کا اصلی وقت گزر گیا ہو پھر اس پر فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے کے آغاز میں بسم

اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے دوران بھی جب یاد آئے بسم اللہ اولہ و آخرہ پڑھ لینا چاہیے بس اسی پر دوسری نوافل قیاس کر لینی چاہئیں۔

رخصت وعزیمت

رخصت (آسانی) کے مواقع پر رخصت پر ضرور عمل کرنا چاہیے عزیمت (سختی) اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے تو رخصت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اس لیے رخصت پر عمل کرتے ہوئے کبھی دل تنگ نہ ہونا چاہیے حدیث میں بھی ہے کہ "ان اللّٰہ یحب ان توتیٰ رخصتہ کما یحب ان توتی عزائمہ" (اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی عزیمت پر عمل کو پسند فرماتے ہیں اسی طرح رخصتوں پر عمل کو بھی پسند فرماتے ہیں)

(از خطبات وملفوظات ومجالس حضرت عارفی رحمہ اللہ)

مختصر سوانح

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ

آپ کے بیٹے ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت والد صاحب کی عمر چاند کے لحاظ سے ۸۴ سال ایک ماہ پچیس دن ہوئی' ۱۶ رمضان المبارک (1918ء) پیدائش اور وصال ۱۳ ذی قعدہ کو مدینہ منورہ (پاکستان میں ۱۱ ذی قعد) ۱۹ فروری 2000ء۔

وصال سے دس روز قبل ہی مبشرات بے حد ملنا شروع ہوگئی تھیں برادر محترم مکی صاحب کو بار بار فرما کر اپنا سامان بندھوایا کہ یہ تم پاکستان لے جانا اور وصال کے دوسرے دن ہی چلے جانا تاکہ تین روز کے اندر اندر ترکہ تقسیم ہو جائے (اصل ترکہ تو پہلے سال ہی تقسیم فرما چکے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تدفین میں بہت جلدی کرنا کسی کا انتظار نہ کرنا اور پاکستان میں بھی تدفین ہونے کے بعد اطلاع کرنا۔ تو الحمدللہ ان کی خواہشات کے مطابق بہت ہی جلدی انتظام اللہ پاک نے فرمادیا کہ سہ پہر 4 بجے عصر کی جماعت کے ساتھ ہی جنازہ اور تدفین ہوگئی جبکہ مدینہ منورہ میں عام طور پر ایک ڈیڑھ دن ضرور لگتا ہے۔

وصال مدینہ منورہ کے وقت کے مطابق صبح سوا دس بجے ہوا تھا جنازہ عصر کی جماعت سے متصل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہاں کے بڑے امام چیف جسٹس عبدالباری صاحب نے پڑھایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قدموں کی جانب کچھ فاصلہ پر تدفین ہوئی۔

ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ سب سے بڑے ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مجاز حضرت عارفی رحمہ اللہ (گنگا رام ہسپتال شعبہ چشم لاہور) دوسرے جناب حبیب اللہ صاحب مجاز حضرت مسیح الامت (پوسٹ بکس 23 گجرات) تیسرے جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب مجاز حضرت نصرت صاحب رحمہ اللہ (سول ہسپتال شعبہ میڈیسن کراچی) چوتھا یہ احقر ہے۔

بڑی ہمشیرہ وزیر آباد ہیں اور بہنوئی کا پتہ (منیر کلاتھ ہاؤس مین بازار وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ) دوسری ہمشیرہ لاہور ان کے شوہر ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب اور حضرت والا صاحب۔ وصال سے چند روز قبل بھائی صاحب کو بلا کر کلمہ کا گواہ بنایا بہت سی نصائح فرمائیں۔ البتہ بالکل آخری لمحات میں اس طرح ہوا کہ چاشت کے وقت آرام سے بیدار ہو کر اٹھ کر خود ہی بیٹھے اور خود ہی اٹھ کر کھڑے ہوئے اور وضو وغیرہ کیلئے تشریف لے جانے لگے۔ مکی صاحب بائیں جانب ساتھ ساتھ تھے تین قدم ہی چلے کہ دائیں جانب ایک دم گر گئے یہ دل کا تیسرا دورہ تھا۔ اسی کے ساتھ بے ہوش ہو گئے۔ زبان پر ورد تھا مگر بھائی صاحب کو بالکل بھی کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حج کی تعداد تو یاد نہیں اندازہ ہے کہ پچیس کئے ہونگے اور اس دفعہ بھی حج کا ارادہ تھا اور انتظام بھی فرما لیا تھا۔

غسل اور تجہیز و تدفین وہاں سرکاری ہوا کرتی ہے۔ البتہ بھائی صاحب کو انہوں نے ساتھ رکھا اور وہ خود سرکاری بندے سب لوگ ماشاء اللہ باشرع تھے اور سنت کے مطابق تمام کام انجام دیئے۔

قبر مبارک میں مکی صاحب اور ان کے ہم زلف ظفر صاحب اترے ایصال ثواب کیلئے مجموعی طور پر کچھ بھی نہ کیا خود جو کچھ لوگ کرتے رہے ہوں گے۔

البتہ مکی صاحب کو حضرت والا صاحب نے فرمایا تھا کہ **اللھم اغفرلھم وراحمھم** ۳ بار پڑھنے سے قبر میں احد پہاڑ کے برابر ثواب داخل کیا جاتا ہے اور فرمایا کہ درخواست ہے کہ تم لوگ روزانہ سورۃ یٰسین، سورہ فاتحہ اور ۳ بار قل ھو اللہ احد پڑھ دیا کرنا۔ (محاسن اسلام خصوصی نمبر)

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ

کے انمول اقوال

حج کے بارہ میں خصوصی نصیحتیں

1۔ یہ عشق و محبت کا سفر اور جس کی محبت میں جا رہے ہیں ان کی نافرمانی جس کا نام گناہ ہے اس سے بہت ضروری طور پر بچنا ہے۔

2۔ انکا نام ہر وقت زبان پر حاوی رہے یعنی زبان کو ذکر سے تر رکھو۔ جس آدمی کی زبان پر ذکر ہو یا دل میں محبوب کی سوچ ہو یا محبوب کے کسی حکم کو ادا کر رہا ہو وہ ذاکر۔ غافل نہیں۔

3۔ ذکر اور ادب کو حرز جان بنا کر رکھنا۔ 4۔ جو کرو توجہ اور دھیان سے کرو۔

5۔ جب اپنے متعلقین کی ضرورت پوری ہو جائے تو تنہائی میں بیٹھ کر دعاؤں، ذکر تلاوت، نوافل، طواف، و درود شریف اور استغفار میں مشغول رہو۔

6۔ اپنی صحت اور قوت کی حفاظت بھی ضرور کرو۔

7۔ خواہ مخواہ لوگوں کے کام کے پیچھے بلا ضرورت مت پڑو۔ ضروری حد تک محدود رہو۔

8۔ گروپ لیڈر ہونے کی حیثیت سے خدمت کرنے کو ثواب سمجھنا بیگار نہ سمجھنا۔ کبھی غرور گھمنڈ میں نہ آنا۔ 9۔ جہاں کوئی مشکل پیش آئے فوراً دعا میں مشغول ہو جانا۔

10۔ حرمین شریفین میں اس طرح وقت گزاریں اور وقت کا اس طرح پورا فائدہ اٹھائیں کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے کہ میں اس طرح کر لیتا یوں کرتا یہ کرتا وہ کرتا وغیرہ وغیرہ۔

حج کے سفر پر روانہ ہوتے وقت

1۔ اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی اور آخرت کے ثواب کی اور حکم کی تعمیل کرنے کی کرلیں۔

2۔ سب گناہوں سے توبہ کرلیں بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر توبہ کریں۔

3۔ اہل وعیال کیلئے واپس آنے تک کیلئے اخراجات کا انتظام اور تسلی بخش رہائش کا انتظام کرلیں۔

4۔ بندوں کے حقوق ادا کریں اگر کوئی حق والا فوت ہو گیا ہو تو وارثوں کو ادا کرو اگر وارث بھی نہ ہو تو خیرات کردو اگر بدنی حقوق ہوں تو معاف کرالو۔ اگر ایسا صاحب حق فوت ہو گیا ہو تو اس کیلئے استغفار کرو۔ والدین کو خاص طور پر راضی کرلو۔

5۔ حقوق اللہ واجبہ جیسے نماز روزہ زکوٰۃ عشر سجدہ ہائے تلاوت قربانی صدقہ فطر بالغ ہونے کے بعد اپنے ذمہ قربانی ہو تو ادا کرو۔ یا پورا کرنے کا عزم مصمم کرو۔

6۔ وصیت پوری تفصیل کے ساتھ لکھ کر جاؤ۔ اور جو لینا دینا ہو کسی معتبر آدمی کو سمجھا کر جاؤ وصیت نامہ بھی کسی معتبر آدمی کے سپرد کر کے جاؤ بہتر اپنے گھرانے کے افراد ہیں۔

7۔ سفر کرتے وقت احباب اقربا سے رخصت ہوتے وقت اپنا قصور معاف کرالو اور دعائے خیر کی درخواست کرو۔

8۔ گھر سے نکلنے کا ارادہ اس سفر کیلئے ہو تو گھر میں دو نفل ادا کرو۔ پھر ایک مرتبہ آیت الکرسی ایک مرتبہ سورۃ قریش پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے سفر کی آسانی اور قبولیت حج کی دعا کریں۔ اور گھر بار اہل وعیال اور سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

9۔ دروازہ کے قریب آئیں تو سورۃ القدر پڑھیں۔

10۔ لوگوں کو رخصت کرتے وقت کہیں:

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا يُضِيْعُ وَدَائِعَهٗ

(میں تم کو اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں کہ جس کے سپرد کیا ہوا ضائع نہیں ہوتا)۔

11۔ گھر سے باہر نکلیں تو کچھ صدقہ وخیرات کردیں اور یہ پڑھ لیں

بسم اللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور یوں کہیں یا اللہ جو جو دعائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مانگی ہیں میرے حق میں قبول فرمالیجئے۔

12۔سواری پر سوار ہوتے وقت۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ۔

الحمد للہ (۳ بار)   اللہ اکبر (۳ بار)

لا الہ الا اللہ (ایک بار) پھر اللھم اغفرلی پڑھ لیں۔

چھوٹے گناہوں سے بھی بچیئے

حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں گناہ صغیرہ پر تنبیہ کی ہے کہ اسے معمولی نہ سمجھو۔اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے صغیرہ سہی لیکن اعتبار کے لحاظ سے وہ بڑا ہی ہوتا ہے۔

گناہ کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی نافرمانی کو کہتے ہیں۔

اب وہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔مثلاً عرش کے نیچے سوا لاکھ قندیلیں ہیں ان میں سے ہر ایک اتنی بڑی ہے کہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔اب آسمان کتنا بڑا ہے لیکن عرش کے مقابلہ میں چھوٹا ہے۔لیکن اپنی نوعیت کے اعتبار سے کتنا بڑا ہے۔اسی طرح گناہ صغیرہ، کبیرہ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے لیکن اپنی جگہ بڑا ہے۔کیونکہ اللہ کی عظمت بڑی ہے ان کے ہم پر احسانات ہیں۔لہٰذا انکی نافرمانی بھی کتنی بڑی ہوگی۔اور فقہ کا مسئلہ ہے کہ استخفاف معاصی یعنی گناہ کو ہلکا سمجھنا کفر ہے۔غرض اللہ کی ہر نافرمانی بڑی ہے۔گناہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک بڑا انگارہ اور ایک چھوٹی چنگاری ہو۔اب ایک آدمی انگارے سے تو بچتا ہو لیکن کیا وہ چنگاری کو اپنے کپڑے یا بستر وغیرہ پر رکھنا گوارا کریگا؟ یہاں تو ہم اس بات کو سمجھ جاتے ہیں لیکن گناہ کے معاملہ میں اسے معمولی سمجھتے ہیں۔

اور جب آدمی گناہ صغیرہ کرتا رہتا ہے تو طبیعت نڈر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ کبیرہ گناہ کرنے لگ جاتا ہے۔اسکی مثال ایسے ہے جیسے صاف ستھرے لباس کو چھینٹوں سے بچایا

جاتا ہے لیکن اگر یکدم کہیں سے کافی چھینٹے پڑ جائیں تو اب اسکے بچانے کی فکر نہیں کی جاتی۔ اسی طرح صغیرہ گناہ کرنے سے کبیرہ سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جس طرح انسان عادت و اصرار سے گناہ کو ہلکا سمجھنے لگ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہ کو اچھا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ ٹی وی، وی سی آر کی عادت ہو جانے کے بعد ہلکا اور پھر اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں تو پھر توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو تب کریں جب اسے بُرا سمجھیں۔

اور ایمان کی نشانی یہ ہے جب نیکی ہو تو خوشی ہو اور جب ذرا بھی بُرائی ہو تو دل میں تنگی ہو۔ اور جب یہ کیفیت نہ ہو تو سمجھو ایمان جا رہا ہے۔

بعض دفعہ شیطان یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ اللہ کا نام اور توبہ وغیرہ فرصت کے وقت کریں گے ابھی تو بڑی عمر پڑی ہے۔ تو کچھ دیر اللہ کی عظمت کو سوچو تو پتہ لگے کہ وہ ذات کتنی عظمت والی ہے۔ کہ ایک لمحے میں ساتوں زمین و آسمان کو فنا کر دیں۔ اور اتنی عظمت والے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے۔ کتنے بڑے بڑے بادشاہ پیدا فرما دیئے۔ ایسی ذات کی نافرمانی معمولی بات نہیں۔ لہٰذا سوچنا چاہئے اور ہم اس چیز کو سوچتے ہی نہیں۔

ایک بہت بڑا امیر یہودی تھا زمین دوز اسکا خزانہ تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے خزانے کو دیکھنے گیا تو وہاں اس نے بہت دیر لگا دی۔ اب چوکیدار نے سمجھا کہ صاحب اب چلے گئے ہونگے کیونکہ پہلے تو کبھی اتنی دیر نہیں لگائی۔ تو وہ تالا لگا کر چلا گیا۔ اب ہر قسم کا خزانہ موجود ہے۔ لیکن اس کے کس کام کا۔ بالآخر وہیں مر گیا۔ کافی دنوں کے بعد پتہ چلا کہ صاحب اندر ہی رہ گئے تھے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو اپنی زندگی کو طویل سمجھ کر مہلت و فرصت کی انتظار میں توبہ کو مؤخر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ شیطان کی پٹی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک بڑے غفور رحیم ہیں رحمت والے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ وہ غفور الرحیم اور بڑی رحمت والے ہیں لیکن کس کیلئے۔ یہ ان کیلئے جو توبہ کرنے کے بعد اپنے سابقہ گناہوں پر پشیمان ہوں ان کے بارہ میں اللہ پاک نے فرمایا کہ تم میرے راستے پر چل نکلے ہو اب میری رحمت سے مایوس نہ ہو میں غفور الرحیم ہوں۔

کسی عزیز کی والدہ کی وفات پر تعزیتی خط میں تحریر فرمایا: کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا پڑھتے رہو کہ اس سے اُن کی قبر میں پہاڑوں کے برابر ثواب داخل ہوگا۔

چند اہم نصیحتیں

دارومدار خاتمہ پر ہے

زندگی میں انسان جیسے اعمال کرتا رہے دارومدار خاتمے پر ہے زندگی بھر نیکی کرے لیکن خاتمہ خراب ہو تو عذاب ہی عذاب ہے اور زندگی بھر برائی کرتا رہے لیکن خاتمہ بالخیر ہو جائے تو راحت ہی راحت ہے۔

رنگارنگ پنہاریاں تے رنگارنگ گھڑے   بھریا اس دا جانڑیے جس داتوڑ چڑھے

یعنی دیہات میں عورتیں اپنے گھر کے لئے پانی بھرنے کے واسطے کنویں پر جاتی ہیں اور پانی بھر کر لاتی ہیں راستے میں پانی گرتا رہتا ہے بعض تو سارا پانی ضائع کر کے جاتی ہیں اور بعض آدھا لے جاتی ہیں کامیاب وہ ہے جو پورا گھڑا بھرا ہوا گھر تک لے جائے اسی طرح کامیاب مومن وہ ہے جو کہ مرتے دم تک مومن رہے۔

صبح سویرے اٹھنے کا مضمون بیان فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے کہ کیسا سہانا وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ سے دوستی لگانی ہے تو سویرے اٹھو اور روح کو منور کرو اور یہ سوچو کہ میرا خالق و مالک تو جاگ رہا ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

اٹھ فریدا جاگ سویرے تے من داڈیوابال   توستا رب جاگدا یاری کیندے نال

یعنی فرید اٹھو اور دل کا چراغ روشن کرو تم سو رہے ہو حق تعالیٰ جاگ رہے ہیں سوچو تمہاری دوستی کس سے ہے۔

دنیا بے وفا: فرماتے انسان تجھے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جو جائیداد ملی ہے وہ یہ ہے کہ نو گز کفن کا کپڑا ململ اور چند لوٹے پانی غسل کے لئے ملے پھر یہ شعر پڑھتے۔

نوگز کفن تیری لوٹے یانڑی چار   ایہوی نصیب تیرا مک گئی گفتار

مہمان کی خدمت

فرماتے کہ مہمان اپنا نصیب کھاتا ہے میزبان سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتے ہیں پھر یہ شعر سناتے۔

رب دے بھیجے آون اٹھ کھلایئے جھب روزی اپنی کھاندے راضی تھیندا ئے رب

شکر کی حقیقت

فرماتے حق تعالیٰ نے جو نعمت دی ہو اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اپنی لیاقت سے زیادہ سمجھنا اور حق تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ نہ کرنا مثلاً حق تعالیٰ نے زبان دی ہے جو بہت بڑی نعمت ہے اس کو غیبت، جھوٹ، گالی گلوچ میں استعمال نہ کرنا اس طرح آنکھ بھی نعمت ہے خدانخواستہ اگر آشوب چشم ہوجائے یا موتیا اتر آئے یا کسی اور وجہ سے انسان اندھا ہوجائے تو آنکھ کی نعمت کی قدر ہوگی غرضیکہ زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پیر، مال دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں ان کو حق تعالیٰ کی نافرمانی میں ہرگز استعمال نہ کرے۔

زبان ایک نعمت

فرماتے کہ سکھر میں ایک عورت بیمار تھی اس کو فالج تھا حرکت نہ کرسکتی تھی نہ بول سکتی تھی ایک دن گھر والوں نے دیکھا کہ زاروقطار رو رہی ہے وہ پریشان ہوئے اور رونے کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی مگر وہ بول ہی نہیں سکتی تھی کہ کچھ بتاتی آخر تھک ہار کر بیٹھ رہے پھر کسی ضرورت سے اس کا بستر تبدیل کرنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی پشت پر بہت سی چیونٹیاں چمٹی ہوئی ہیں جو اس کو کاٹ رہی ہیں جلدی سے ان کو ہٹایا اور اس کی عاجزی پر افسوس کرنے لگے۔ اس سے زبان کی نعمت کا اندازہ کرنا چاہیے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب یاد خدا کیلئے یہ اشعار سناتے

دل جب ہی دل ہے کہ اس میں یاد جانا نہ رہے گھر جب ہی گھر ہے کہ اس میں صاحب خانہ رہے

اللہ کی پہچان

معرفت کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) صحبت اہل اللہ (۲) کثرت ذکر اللہ (۳) تفکر فی خلق اللہ۔

صحبت اہل اللہ: کو مقدم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا شوق پیدا ہوتا ہے ان کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آجاتے ہیں ان کی نورانی گفتگو سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے ذکر کی توفیق ہوتی ہے۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم است .... نہ زبانت کاری آید نہ دست

یعنی حق تعالیٰ کا راستہ صحبت ہی سے طے ہوتا ہے نہ محض زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ کام آتا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو'' اب سوال پیدا ہوا کہ ڈریں کیسے ڈرنے کا طریقہ کیا ہے اس کا جواب بھی حق تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے دیدیا کہ کونوا مع الصادقین کہ سچوں کے ساتھ رہ پڑو جن کا ظاہر اور باطن دونوں خدا کے خوف سے سچے ہوں ان کی صحبت کی برکت سے ان کا صدق فی الاعمال اور ان کا صدق فی المقال تمہارے اندر بھی آجائے گا، یعنی ان کا اندر باہر ایک ہو جو کہتے ہوں اس پر عمل پیرا ہوں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ اے اسیران قفس تو میں گرفتاروں میں ہوں

تو حق تعالیٰ نے کیسا پیارا قانون بتادیا کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑ لیتا ہے اللہ والوں کے ساتھ رہنے اور ان سے تعلق اور رابطہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

کثرت ذکر اللہ: دوسری چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو بہت یاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تفکر فی الخلق (یعنی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر) کے انوار سے نفس کے ظلماتی پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں ذکر کے انوار جب دل میں آتے ہیں تو دل کی تاریکیاں انوارات سے بدل جاتی ہیں، پہلے جب دل تاریک تھا تو افکار (سوچیں) بھی تاریک ہوتے تھے اب نورانی دل میں افکار بھی نورانی پیدا ہوتے ہیں، ذکر سے فکر کا جمود (بجھنا) دور ہو جاتا ہے، چوتھے پارہ

میں حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت کاملہ اور عبدیت کاملہ کا ذکر کیا ہے وہاں بھی پہلے یذکرون اللہ ذکر فرمایا کہ وہ لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں پھر بعد میں فکر ارشاد فرمایا کہ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار! یہ آسمان بے ستون آسمان میں چاند اور سورج اور اتنے بے شمار ستارے اور زمین کے اتنے بے شمار ذرات کا اکٹھا کر دینا آپ ہی کی قدرت کاملہ کی صفت گری ہے''۔

بہرحال کثرت ذکر کے انوارات سے ان کی سمجھ ایسی نورانی ہوگئی جس سے اپنی غلامی اور بندگی کا اور حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار پختہ ہوگیا یہی وجہ ہے کہ عارفین باوجود کثرت ذکر وفکر کے عجب اور خود بینی میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''یارب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا'' کثرت ذکر سے طالب کے اندر جو نور پیدا ہوتے ہیں وہ شیخ کے انوار و برکت کو جذب کر لیتے ہیں یعنی نور کھینچنے کی صلاحیت ذکر کے اہتمام سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

تفکر فی خلق اللہ: (۱) صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ (۲) اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت میں آتی ہے۔ (۳) پھر ذاکر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے اور جہان کا ہر ذرہ ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے۔

ذکر سے زیادہ فکر سے قرب بڑھتا ہے مگر فکر میں نورانیت ذکر ہی سے آتی ہے، حدیث میں ہے کہ ''فکر کا اجر ذکر سے دس درجہ زیادہ ملتا ہے'' اس کی تائید سورہ قمر کی آخری آیات سے بھی ہوتی ہے کہ ''بے شک متقین بندے باغوں میں ہونگے یا عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس'' بیان القرآن میں ہے کہ جنت کے ساتھ قرب بھی نصیب ہوگا، جب تقویٰ کی یہ برکات ہیں تو تقویٰ (ڈر) کیسے پیدا ہو، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہی سے پیدا ہوتا ہے، اس کی تائید سورہ نازعات کی آیت سے بھی ہوتی ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ہمیں ان تینوں چیزوں پر عمل کی توفیق دے آمین ثم آمین یارب العلمین۔

ایمان بالغیب کی چند مثالیں اور نمونے

اللہ والے اسباب کے پردے میں مسبب الاسباب کو پہچان لیتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نور معرفت سے نورانی بصیرت ہوتی ہے، جس کو باطنی نگاہ کہتے ہیں اسی لئے کافروں کے متعلق فرمایا ہے۔ آیت :فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ مگر مؤمنین کاملین کے دل بینا ہوتے ہیں اس عارف صوفیاء کو ''دور بینان بارگاہ الست'' کہتے ہیں۔

چشم ظاہر بین اور عقل کا فرق ادراک

ا: سیاہ نمرے پر کوئی چیونٹی دانہ گندم کے لئے ہوئے چلتی ہے تو ظاہر بین دانے کو متحرک سمجھتا ہے اور عاقل دانے کی حرکت سے دانہ چیونٹی کے منہ میں سوچ کر چیونٹی کی حرکت کا علم حاصل کر لیتا ہے۔

۲: اسی طرح انسان کو اس کی روح ادھر ادھر لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے اور روح جسم کے اندر اور بالکل قریب ہے مگر آنکھوں سے مخفی ہے۔

ایک فارسی کے شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کی حرکت سے جان کے وجود کو پہچان لیا کہ چہرہ آنکھوں سے کس قدر قریب ہے لیکن انسان اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ کا محتاج ہے المسلم مراۃ المسلم (ایک مسلم کامل دوسرے مسلم ناقص کے امراض اور عیوب کا آئینہ ہے، اسی واسطے مسلم ناقص کو مسلم کامل (مصلح) سے اصلاح تعلق اور محبت کی ضرورت ہے کہ اس کی محبت کے بغیر امراض کا پتہ نہیں چلتا، روح کے علاوہ اور بہت سے نظائر ہیں کہ آثار ونشانات تسلیم کرتے ہیں، تاکہ اہل عقل اور اہل نظر ان سے عبرت حاصل کریں۔

۳: خاک رابینی بہ بالا اے علیل یدرانے جز بہ تعریف و دلیل

(مٹی اڑتی دیکھ کر ہوا کو تسلیم کرتے ہو بغیر دیکھے)

پس یقین در عقل ہر داننده است این کہ جنبیدہ جنبانندہ است

(ہر عاقل یقیناً اس بات کا جاننے والا ہے کہ حرکت والی چیز کا کوئی متحرک ہے)

۴: تم اپنی آنکھوں سے تیر اڑتا ہوا دیکھتے ہو اور کمان نظر سے غائب ہے مگر کمان پر دلالت کرتا ہے۔

۵: ہاتھ پوشیدہ ہو قلم کی حرکت سامنے ہو تو عاقل جانتا ہے کہ قلم کسی زندہ کے ہاتھ میں نہ ہو تو حرکت ہو نہیں سکتی پس قلم کی حرکت سے ہاتھ کا وجود بدون دیکھے تسلیم کرلیا جاتا ہے۔

۶: میدان میں جب گھوڑا تیز دوڑ رہا ہوتا ہے تو تیز رفتاری کے سبب گرد و غبار میں سوار مخفی ہو جاتا ہے، لیکن گھوڑا دوڑتا ہوا دیکھ کر بدون سوار کو دیکھے سوار دوڑانے والے کا یقین کرلیا جاتا ہے۔

۷: پھول کی خوشبو سونگھ کر بدون پھول دیکھے ہوئے پھول کا وجود خوشبو کے آنے سے تسلیم کر لیتے ہیں۔

۸: شرابی کے جوش اور نشے سے بدون شراب دیکھے ہوئے مان لیتے ہو۔

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود جوش مل دیدی کہ آنجا مل نبود

۹: صورت دیوار سقف ہر مکان سایۂ اندیشہ معمار دان

یعنی دیوار کی صورت اور ہر مکان کی چھت دیکھ کر اس کے معمار کی سوچ وفکر کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اس ظاہری تعمیر سے معمار کی استعداد باطنی اور تشکیل ذہنی پر استدلال کر لیتے ہو، اسی طرح دنیا میں اور بھی مثالیں ہیں کہ سبب پوشیدہ ہوتا ہے مگر مسبب کو دیکھ کر مخفی سبب پر یقین کرتے ہیں۔

۱۰: مثلاً گریہ وزاری یا چہرہ کی افسردگی کسی مخفی خیال غم کے تابع ہوتی ہے۔

۱۱: چہرے کی بشاشت و تازگی کسی باطنی حسرت کی مخبری کرتی ہے۔

۱۲: اسی طرح یہ غذائیں جو باعتبار وجود کے ظاہر ہیں انسان کے اندر بینائی شنوائی وغیرہ پیدا کرتی ہے جن کو ہم دیکھنے سے قاصر ہیں، اس قدر نظائر کے بعد اب سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سے مغیبات یعنی مخفی موجودات کو ہم بدون دیکھے ہوئے محض ان کے آثار اور ان کی نشانیوں سے تسلیم کرتے ہیں یہ سب ایمان بالغیب کے نمونے ہیں، پس وہ ذات پاک کہ جس کے وجود پاک پر تمام عالم کا ہر ایک ذرہ ایک ایک پتہ نشان دہی کرتا ہو جس کی نشانیوں کو ہم شمار تک نہیں کرسکتے ایسی ذات پاک پر ایمان نہ لانا ان بے شمار نشانیوں کے ہوتے ہوئے سخت نادانی اور کھلی گمراہی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے کافروں کو اکثر جگہ **لا یعقلون** فرمایا ہے اور لفی ضلال مبین فرمایا ہے۔

دین بھی اپنے خزانے سے ملتا ہے

ہر چیز اپنے خزانے سے ملتی ہے آگ اپنے خزانے سے پانی اپنے خزانے سے اسی طرح دین بھی اپنے خزانے (انعام یافتہ بندوں) سے ملے گا، یعنی انعام یافتہ چار طبقے ہیں، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ان کی تابعداری سے دین ملتا ہے، جب تک کسی منعم علیہ بندہ سے تعلق نہ ہو دین حاصل نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ انعام یافتہ چار طبقے صراط مستقیم پر ہیں اور صراط مستقیم ہی ایک راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک گیا ہے، منعم علیہ لوگوں کی تفصیل۔

نبی: جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام لادے۔

صدیق: جو وحی آئے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے (صدیق آئینہ نبوت ہوتا ہے)

شہید: پیغمبر کے حکم پر ایسا صدیق (اور یقین آیا) کہ اس پر جان دیدی۔

الصالحین: جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور اسی طرح جو لوگ ان کی حکم برداری پر لگ جاتے ہیں اللہ ان کو ہی صالحین اور نیک طبقہ میں شمار فرمائیں گے، جن کے پیچھے لگنا ہے ان کی تحقیق کرلے کہ واقعی وہ صالحین میں سے ہے بھی کہ نہیں کہیں دھوکہ نہ کھالیں (یعنی جعلی پیروں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں)۔

قرآنی ہدایت: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(ترجمہ) کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو، یعنی اس بات کی تعلیم فرمادی کہ جو لوگ علم والے بھی ہوں اور غلبہ ذکر سے ذکر میں ڈوبے ہوئے ہوں ان سے پوچھ کر چلتے رہو دین معلوم ہوتا جائے گا، عمل کرتے رہیں گے تو سرایت کرتا جائیگا یعنی پختہ ہوگا۔

اولیاء کی رفاقت کے بغیر دین نہیں ملتا

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا حق تعالیٰ جل شانہ نے رفیق فرما کر بتادیا کہ دین ان سے اس وقت ملے گا جب ان کو رفیق بنالو گے، یعنی نیکوں کی صحبت اور ان کے پاس کثرت سے آنا جانا اور پوچھ پوچھ کر دین پر چلتے رہنا اور دین میں ان کی بات مکمل مانتے رہنا یہی ان کی رفاقت ہے۔

اس آیت میں جس رفاقت کا وعدہ ہے وہ دراصل آخرت کیلئے مدعو ہے لیکن وہ رفاقت

اس دنیا کی رفاقت کا ثمرہ اور نتیجہ ہوگی یعنی جس نے انعام والوں کو دنیا میں اپنا رفیق اور ساتھی بنالیا ہوگا اس کو آخرت میں ان کی رفاقت ملے گی، حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔

سوال: وہ نورانی افراد یعنی انعام یافتہ نیک لوگ بہت سے انسانوں میں کیسے پہچانے جائیں؟

جواب: قرآن پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں، اس کی علامت پوچھنے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التجا فی عن دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله، (۱) دنیا سے دل اچاٹ ہوجانا (۲) آخرت کی طرف دل کا متوجہ رہنا (۳) موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

اسلئے نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے اور بری صحبت سے پرہیز لازمی ہے، کل قیامت میں کافر حسرت کرے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کو دوست بنایا ہوتا یعنی اس کی بات مان کر اس کے طریقہ پر چلا ہوتا اور بعضے حسرت کے کلمات یوں کہیں گے کہ افسوس کہ ہم نے فلاں کو دوست بنایا کاش ہم (بے دین اور شیطان کو) دوست نہ بناتے، بعض روایات میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے اچھا وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاویں اور وہ عمل کرے تو آخرت کا شوق ہو اور جو بات کرے علم دین میں ترقی ہو۔

انسان کب بالغ ہوتا ہے: شیخ کامل کی محبت اور مجاہدہ کی برکت سے جب خواہشات نفسانیہ مرضیات الٰہیہ کے بالکل تابع ہوجاتی ہیں اس وقت اس کی عقل درحقیقت بالغ ہوتی ہے کیونکہ اب نفس پر عقل حاکم اور حکمران ہوگئی اس لئے اب یہ شخص اللہ والا ہوگیا۔

قلب انسانی کب محل نور ربانی ہوتا ہے: جب بندہ گناہوں کے تقاضوں کو تقوے کے حمام میں جلا دیتا ہے تو جو بری خواہشات پہلے ظلمت اور تاریکی کا سبب تھیں وہ تقویٰ کے حمام میں جا کر تقوے کا نور پیدا کرتی ہیں اور جس دل میں تقوے کا نور آجاتا ہے وہ شاہی محل ہوجاتا ہے جس میں پھر نور حق آتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق اور نیک صحبت عطا فرماویں، آمین ثم آمین۔

مختصر سوانح

امیر السادات حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

سید نفیس شاہ صاحب ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عہد طفولیت میں گھڑیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سید نیک عالم اور حکیم سید محمد عالم معروف اساتذہ خطاطی موجود تھے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ قبل آپ گھڑیالہ سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی سکول لائل پور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول کے نصاب میں ہندی کا مضمون بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطاطی بھی سیکھی۔ میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا اور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۵۶ء میں جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عمر محض ۲۳ برس تھی، آپ کو پاکستان خوش نویس یونین لاہور کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی سال آپ نے نوائے وقت سے استعفیٰ دیدیا اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کرنے لگے۔ نوائے وقت سے استعفیٰ شاہ صاحبؒ کی فنی اور روحانی زندگی کا اہم موڑ ہے۔ اس طرح آپ نے نہ صرف اخبار کی ملازمت سے استعفیٰ دیا بلکہ اس کے بعد تمام عمر کسی طرح کی ملازمت نہ کی۔ نوائے وقت کے بانی اور اس وقت کے مدیر اعلیٰ حمید نظامی مرحوم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کو بے حد پسند کرتے تھے اور خواہش مند تھے کہ آپ دوبارہ اخبار سے تعلق قائم کرلیں لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ جو فیصلہ

کر چکے تھے اس پر ثابت قدم رہے۔

۱۹۵۷ء شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا اس لحاظ سے اہم ترین سال ثابت ہوا کہ اسی سال برصغیر کے نامور روحانی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ (وفات ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء) سے بیعت ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ شرف ہے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حاصل زندگی ہے۔

شعبہ امراض قلب کے مشہور معالج جناب ڈاکٹر شہریار اور ان کے رفقاء نے مہنگا سے مہنگا علاج کیا لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء صبح پانچ بج کر پچیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے بوقت تہجد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ خدام و مشتاق پروانہ وار لاہور کی طرف قافلوں کی صورت میں رواں دواں ہو گئے۔

نوٹ۔ حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کا عارفانہ کلام آپ کی سوانح حیات کے ساتھ بنام ''حیات نفیس'' ادارہ سے شائع ہو چکا ہے۔

حضرت اقدس سید نفیس الحسینی قدس سرہ کے انمول اقوال

شیخ کامل کی نظر محبت

میں تصوف میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے شدید جذبے کے زیر اثر داخل ہوا' ان ہی کی محبت نے مجھے دین اسلام کا پر عزیمت راستہ دکھایا اور طریقت کی طرف مائل کیا۔ مزید فرماتے ہیں۔ اپنے مورث اعلیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت' بے مثال قربانی' صبر و استقامت اور علو شان کے مقابلہ میں اپنی درماندہ زندگی کے حالات سے شرمندہ ہوکر انفعالی کیفیت میں دیر تک آبدیدہ رہا کرتا تھا۔

اس فکر نے ایک جوش پیدا کردیا' خضر راہ کی تلاش ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری جیسے شیخ کامل کی نظر محبت نے دل کی دنیا آباد کردی۔ اس پیر مغاں نے صراحی دل سے کچھ اس طرح پلایا کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہوئی اور پیمانہ قلب لبریز ہوگیا۔

محبت اور خدمت

اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے انتہائی قریب ترین دو راستے ہیں۔ ایک راستہ محبت کا ہے اور دوسرا راستہ خدمت کا ہے۔ ان دونوں میں سے خدمت کا راستہ بلند ہے جس نے خدمت کا راستہ اپنایا وہ بہت جلد واصل ہوگیا۔

صحبت صالح کی ضرورت

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے تم آٹھ سال میں جو علم حاصل کرتے ہو وہ دانستن کے درجہ میں ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں جو علم ملتا ہے وہ داشتن کے درجہ میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ علم جو قال کے درجہ میں ہوتا ہے وہ حال کے درجہ میں تب ہوگا جب کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک مخلص بندے قیامت تک رہیں گے کیونکہ آیت مبارکہ میں کونوا امر کا صیغہ ہے اور یہ امر قیامت تک کیلئے ہے۔ اس لئے مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ چھوٹوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو کسی بڑے کے حوالہ کردیں۔ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ کسی کو بڑا بنانے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سارا بوجھ بڑے پر چلا جاتا ہے۔ چھوٹوں کو چاہئے جیسے بڑے فرمائیں ویسے عمل کریں اور بھاگتے ہوئے جنت میں پہنچ جائیں۔

حضرت نبوی رحمہ اللہ سے تعلق

حضرت بنوری رحمہ اللہ چاہتے تھے کہ میں کراچی بنوری ٹاؤن منتقل ہو جاؤں اور تھوڑا سا عرصہ بنوری ٹاؤن میں بطور مہمان بھی رہا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ مجھے (شاہ صاحب) کو کہیں جانے نہیں دیتے تھے۔ بڑی مشکل سے اجازت لی کہ دن کو میری اپنی مرضی ہوگی البتہ رات بنوری ٹاؤن میں ہی گزاروں گا۔ پھر فرمایا کہ میں لاہور پر کراچی کو ترجیح نہ دے سکا۔

شیخ وقت کی شفقت

فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ نے ایک دن مجھے اپنے پاس بلایا' چارپائی پر بٹھایا' میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا شاہ نفیس میری آخری عمر کی اولاد ہے اور مزید دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا کرے اور ماسوا سے مستغنی کرے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ توجہ کیا چیز ہوتی ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ توجہ تو یہ ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اور آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

محبت اور محنت

فرمایا محبت اور محنت میں ایک نقطہ کا فرق ہے' محنت کا نقطہ اوپر اور محبت کا نقطہ نیچے ہوتا ہے' محبت کرنے والا بہت تیزی سے منزل کو پا لیتا ہے اور محنت کرنیوالا محنت کرتا رہتا ہے۔ تب کہیں منزل کو پہنچتا ہے۔

صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم جس کا جو بھی مقام و مرتبہ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کی وجہ سے ہے' اس لئے ہمیں ان سب حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سے دیکھنا چاہئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دو ہاتھ ہیں ایک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دامن ہے اور دوسرے میں اہل بیت رضی اللہ عنہم اور میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما

حضرت نے فرمایا کہ امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے کمالات دکھانے کا خوب موقع ملا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما چونکہ بچے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع درجات کیلئے یہ میدان کھڑا کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بزرگ بڑی تیزی سے دنیا سے جارہے ہیں حضرت نے فرمایا جگہیں ساری پُر ہیں ہمیں اور آپ کو نظر نہیں آرہیں۔

ایک سالک کی اصلاح

ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں فلاں سلسلہ کے بزرگوں سے بیعت ہوا تھا اور اپنی کچھ کیفیت بتانا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ "فرمائیں" ان صاحب نے کہا حضرت ہمارے سلسلہ میں ذکر کے لطائف ہوتے ہیں جب ذکر شروع کرتا ہوں تو پہلے لطفہ میں پہلے

آسمان پر دوسرے لطیفہ میں دوسرے آسمان پر اور کرتے کرتے ساتویں آسمان پر پھر مسجد نبوی شریف، بیت اللہ شریف پر چلتا محسوس کرتا ہوں۔ حضرت کیا یہ کیفیت ٹھیک ہے؟ حضرت نے فرمایا صبح اٹھ کر سیر کیا کرو اور آلو گوبھی نہ کھایا کرو، آپ کو معدہ کی تبخیر ہوگئی ہے اور رات کو دواء المسک کا استعمال کیا کرو۔ پھر فرمایا جن بزرگوں کے پاس ہم بیٹھے ہیں وہ زمین پر ہی چلتے تھے اور زمین پر ہی کھاتے تھے، آسمان کی طرف جاتے ہوئے ہم نے ان کو نہیں دیکھا۔

نصیحت

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت شیخ وقت کون ہے؟ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ اس بے وقوف کو اوپر دھوپ میں لے جاؤ اور اس سے کتابیں صاف کراؤ۔ بعد میں حضرت نے پوچھا کہ شیخ وقت کا پتہ چلا کہ نہیں؟ پھر فرمایا اللہ کے بندو! پانچ وقت کی نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ نے ہم سے شیخ وقت کے بارہ میں نہیں پوچھنا۔

اہل علم کا اکرام

ایک مرتبہ مجلس میں کچھ دوست حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا تذکرہ کرنے لگے تو حضرت شاہ صاحب نے محسوس کیا کہ شاید القاب میں کچھ کنجوسی دکھا رہے ہیں تو بات شروع ہونے سے پہلے ہی حضرت شاہ صاحب نے متکلم کو لقمہ دیا کہ وہ "تقی نہیں متقی" ہیں۔

باہمی محبت و تعلق

حضرت شاہ صاحب کی کتاب برگ گل کا جب مسودہ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کے پاس مقدمہ لکھنے کیلئے پہنچا اور اس کے کچھ ہی دن بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی ملاقات حضرت شاہ سے ہوئی تو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے فرمایا حضرت مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کیونکر ہو۔ حضرت شاہ صاحب نے بات کاٹی اور کہا جی ہاں مخمل آپ کا ہے اور ٹاٹ ہمارا اگر اس پر آپ ہی نے لکھنا ہے۔

لقب نفیس کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے سامنے حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ ہوا (تو یہ وقت تھا کہ جب آپ انور حسین کے نام سے جانے جاتے تھے) تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے کہا بھئی وہ تو نفیس ہے اور اس طرح آپ کا لقب نفیس الحسینی مشہور ہو گیا۔

اہل تعلق کی دل جوئی

ایک مرتبہ ایک صاحب دعا کی درخواست کیلئے قصور شہر سے حاضر ہوئے لیکن ادب اور مرعوبیت سے ایسے دبے جاتے تھے کہ مدعا کے اظہار کی بھی ہمت نہ کر پا رہے تھے۔

حضرت نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو ان کی نشاط طبع کیلئے فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے بتایا کہ حضرت قصور سے آپ نے فرمایا کہ قصور تمہارا ہے یا تم قصور کے ہو؟

اس پر نہ صرف اہل مجلس محظوظ ہوئے بلکہ ان صاحب کا حجاب بھی دور ہو گیا۔

ذوق تصنیف

ایک مرتبہ فرمایا کہ آج کل ہمارے مدارس میں تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں دی جاتی طلبا کو تحریر نہیں آتی ' اہل باطل تحریروں کے ذریعے اپنے عقائد باطلہ کی تشہیر کرتے ہیں' اسکے توڑ اور جواب کیلئے تصنیف و تالیف کی ضرورت ہے' ہمارے طلبا کو بھی لکھنے لکھانے کی طرف متوجہ کیا جائے تا کہ باطل کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مزید فرمایا: ندوۃ العلماء لکھنو والے اپنے طلبا کو تحریری میدان میں تاک کر دیتے ہیں' جبکہ ہمارے مدارس میں اسکی بہت کمی ہے۔

تین اہم چیزیں

فرمایا تین چیزوں کا اہتمام کریں' یہ تین چیزیں ہمارے سلسلہ میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

۱- نماز یعنی کثرت نوافل جو فرض کو تقویت دیتے ہیں۔ ۲- تلاوت قرآن۔

۳- ذکر اللہ فرمایا ایسے تسبیح کرنا بھی ذکر ہے ہلکے ہلکے کر لو لیکن یہ صوفیا کی اصطلاح میں ذکر نہیں' ذکر سیکھ کر کریں اور ذکر بالجہر کریں' جب رائے پور میں ذکر ہوتا تو میلوں آواز جاتی تھی۔

آج کے شعراء

ایک مرتبہ مولانا ظفر علی خان کا ذکر ہورہا تھا۔ ایک صاحب نے حضرت نفیس شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا جوانی میں حیدر آباد دکن میں مقیم تھے۔ اس زمانے میں پانی کے حصول کیلئے کنوؤں کا رواج تھا۔ مولانا کے محلے کا ایک لڑکا کنویں میں گر گیا اور کنویں پر محلے والوں کا اژدھام ہوگیا لیکن کنویں کے اندر بالکل اندھیرا تھا اور خاصی گہرائی تھی۔ کوئی شخص بھی اندر جانے اور لڑکے کو بچانے کی ہمت نہیں کررہا تھا۔ مولانا ظفر علی خان کا یہ عہد شباب تھا انہیں جیسے ہی خبر ملی فوراً کنویں میں چھلانگ لگادی اور لڑکے کو بچالیا۔ اوپر سے لوگوں نے رسی پھینکی اور دونوں بحفاظت اوپر آگئے۔

حضرت نے جب یہ واقعہ سنا تو یہ دلچسپ تبصرہ فرمایا ''ایک وہ بھی شاعر تھے اور ایک آج کل کے شاعر ہیں جو بچانے کے بجائے ڈبوتے ہیں''۔ (ماہنامہ ''الحسن'' نفیس نمبر سے انتخاب)

حسن مزاح

ہمارے ہاں ملتان میں ایک نحیف اور بہت ہی دبلے کاتب تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان سے ملاقات پر تعارف کرایا گیا کہ ماشاء اللہ یہ بھی کاتب ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اصل نفیس تو تم ہو۔

ایک صاحب کسی کتاب کا ٹائٹل لکھوانے گئے تو اس میں مرتب ناشر معاون و دیگر کئی نام لکھے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ اس میں ٹائٹل لکھوانے والے کا نام بھی لکھ دوں۔

ایک مرتبہ آپ کے سفری بیگ پر خوش خط نفیس رقم لکھا ہوا تھا کسی انجان شخص نے کہا کہ حضرت معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کتابت سے بھی شغف ہے۔ فرمایا ہاں تھوڑی بہت مناسبت ہے۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ وہ شخص جو پورے عالم اسلام کا نامور خطاط ہی نہیں بلکہ سید الخطاطین ہے لیکن بزرگوں کی صحبت کی برکت سے تواضع کی حالت یہ ہے۔ (ماخوذ از الحسن نفیس نمبر و حیات نفیس)

تمت بحمد اللہ